جگر کے داغ سے ہے جو مرے کنارہ میں شمع
یہ کام آئے کی تاریکی مزار میں شمع

مطلع ثانی

جو سوز آہ ہو دلہائے داغدار میں شمع
تو چاہیے اسے بیکار شعلہ زار میں شمع

جلے ہیں آتش رشک عدم سے ہم ہر شب
بنایا عشق نے کیا ہمکو بزم یار میں شمع

مقابل اس رخ روشن سے ہو قمر کیا تاب
کہو تو کہدے زباں سے یہ شب ہزار میں شمع

عجب نہیں یہ اگر میرے صرصر نالہ
بجھا دے مہر کی اس نیلگوں حصار میں شمع

وہ روئے رات کو یہ رات دن رہے گریاں
سمائے کیونکہ مری اشکبار میں شمع

جو آہ میری نہو شعلہ در تو کون مجھے
دکھائے شب کو محبت کی رہگذار میں شمع

وہ زیب بزم جو آتا نہیں شب وعدہ
تو رات کاٹے ہے سولی پہ انتظار میں شمع

جلائے کون ظفر کوہکن کی تربت پر
سوائے سوز محبت کے کوہسار میں شمع

ردیف الغین معجمہ

ہم کو نہیں رہی ہوس گل ہوائے باغ
کل اشک خوں ہیں تختہ دامن بجائے باغ

دل اس قدر ہے بند غم ہجر میں کہ ہے
زنداں سے تنگ تر مرے حق میں فضائے باغ

دو پھول بھی مزار پہ او نکے نہیں فلک
لیکر زمیں جنھوں نے ہزاروں بنائے باغ

تا باغ ہم نہ پہونچے قفس ہی میں مر گئے
کہ کر کہ ہائے ہائے چمن ہائے ہائے باغ

منظور سیر باغ اگر ہو تو اب مجھے
داغوں سے اپنے سینہ کے عاشق دکھائے باغ

پھر جام ساقیا کہیں جلدی کہ پھر کہاں
یہ گل یہ سبزہ اور یہ ٹھنڈی ہوائے باغ

وہ رشک باغ پاس نہیں اپنے اے ظفر
کیا گل خوش آئے اور ہمیں کیا خوش آئے باغ

تو نے جسے کہدیا اے بت پرفن دروغ
بات اگرچہ سچ بھی تھی وہ تو گئی بن دروغ

دل کو یہ ڈس لیتی ہے جانتا ہوں خوب اسے
میں نہیں کہتا تری زلف کو ناگن دروغ

دوست جو سچے وہ ہیں ایک بنا ور کریں
بات بنائیں ہزار آن کے دشمن دروغ

ہو گئے جنت تم ہمسے نہ سچے کبھی
دیتی ہے ہمکو جتا آپ کی چتوں دروغ

گل کو ہے نسبت کہاں اس ترے رخسار سے
بولتے شاعر ہیں اسے غیرت گلشن دروغ

لکھے کو تقدیر کے جانتے ہیں ہم تو سچ
پوتھی میں جو ہے ترے ہے وہ برہمن دروغ

درد دل اپنا نہ کہہ تو نا سمجھ بیدرد سے
جانتا ہے اے ظفر اس کو یہ ہے کو دن دروغ

کیا جو ڈھونڈھنے خط لے کے اس کے گھر کا سراغ
ہوا جہاں سے گم میرے نامہ کا سراغ

وہ گم ہوا آپ عنقا کی طرح جو ڈھونڈھے
ترے دہن کا نشاں اور تیری کمر کا سراغ

ہر اشک دیدہ میں خوں ہو کے بہہ لینے ایسے
ملا نہ سینہ میں میرے دل و جگر کا سراغ

عدو کے گھر میں جو کچھ آئی روشنی سی نظر
تو پایا ہم نے شب اس غیرت قمر کا سراغ

زمیں سے تا بفلک ڈھونڈھتے پھرتے لیکن
نہ پایا آہ نے میرے کہیں اثر کا سراغ

جو راہ گم شدہ میں ہو ہم سفر اپنا
تو مثل عمر گذشتہ ہو گم خضر کا سراغ

گیا جو کشور ہستی سے سوے ملک عدم
ظفر کسی نے نہ پایا پھر اس بشر کا سراغ

دیگر

عشق سفاک اگر کھینچ لے میدان میں تیغ
آے رستم کے بھی مردوں کے نہ پھر جان میں تیغ

ساقیا دے سپر جام مے ناب شتاب
کھینچے ہے موج ہوا مجھ پہ گلستاں میں تیغ

جیسے برندہ ہے قاتل تری تیغ ابرو
نہ خراسان میں ہے ایسی نہ صفاہاں میں تیغ

نہ ہو جدا تری تیز ہو جسدم قاتل
ایک عالم کو کرے قتل بیک آن میں تیغ

دونوں مائل ہیں اس ابرو پہ خدا خیر کرے
مجھے ڈر ہے کہ نہ چلجاے دل و جان میں تیغ

چشم کافر ہے تیری رہزن ایمان ظالم
اور غمزہ ہے کف رہزن ایمان میں تیغ

ظفر آسان نہیں قابو میں زبان کا رکھنا
آئی مشکل سے ہے یہ قبضہ انساں میں تیغ

دیگر

چل کر یہ پھر رکتی نہیں ایک آن تیغ
گویا ہے تیری تیغ زبان بے میان تیغ

دم عشق کا بھرے کبھی ہرگز نہ بلہوس
کھینچے اگر وہ اپنی لئے امتحان تیغ

اوسان اپنے اوڑتے ہیں ہے آج کیا سبب
تم سان پر لگاتے ہو اے مہربان تیغ

ہمسر نہ تیری ابرو پر خم سے بن سکے
گرچہ بناے تیغ گر اصفہان تیغ

یہ ماہ نو نہیں ترے دورے میں مہ جبیں
چمکا رہا ہے سر پہ مرے آسمان تیغ

میری نگاہ ہے غضب دیکھ کر جسے
خنجر تو الحفیظ کہے الامان تیغ

لکھ بحر و قافیا کو بدل کر ظفر غزل
تیزی میں تیرے ہے قلم و زبان تیغ

اوگل کے کوئی ہے دو ٹکڑے دکھے صاف ہے تیغ
تیری نگاہ کوئی سہر خوش غلاف ہے تیغ ط

سوال بوسہ ابرو کیا کب میں نے
جو مجھ پہ کھینچا وہ ہو کے بر خلاف ہے تیغ

ہمیشہ سینہ سینہ ہیں ہم بھی سینہ سپر
اگر چہ پہلی وہ سینہ سے تا نباف ہے تیغ

الٰہی سرمہ دنبالہ دار سے کس پر
یہ اس کی چشم نے کھینچی پے مصاف ہے تیغ

وہ چین دیکھ کے ابرو پہ لا نہیں سکتے
زبان پہ جو ہر خوبی کے اپنے لاف ہے تیغ

ہر ایک غنچہ گل کے لئے گلستان
یہ تیری موج تبسم جگر شگاف ہے تیغ

ظفر ہو قدر سپاہی کی اس زمانہ میں کیا
ہر ایک باندھتا نداف و نور باف ہے تیغ

آج زینب نوحہ گر ہے وا ردیغا وا دریغ
پیٹتی سر ننگے سر ہے وا ردیغا وا دریغ

گھر جلا خیمہ جلا بیٹھے کہاں جائے کدھر
اب نہ گھر ہے اور نہ در ہے وا دریغا وا ردریغ

نور چشم ساقی کوثر ہے پیاسا دشت میں
خشک لب ہے چشم تر ہے وا دریغا وا ردریغ

رہتا تھا جو سر کنار مصطفٰے میں روز و شب
آج وہ سر نیزہ پر ہے وا دریغا وا دریغ

شہ لے صغرا سے کہا بیلہ خدا حافظ ترا
اپنا اب پانسے سفر ہے وا دریغا وا دریغ

جسم پر اللہ اکبر کے میدان میں ہزاروں زخم ہیں
اور جو ہے کارگر ہے وا دریغا وا دریغ

باندھتا عباس غازی ہے جو مرنے پر کمر
ٹوٹتی شہ کی کمر ہے وا دریغا وا دریغ

کہتی ہے بانو کہ مارے پیاس کے دم توڑتا
اصغر تشنہ جگر ہے وا دریغا وا دریغ

نے کووی ہے شیر کا قطرہ کہ منہ میں اس کے دوں
اور نہ پانی بوند بھر ہے وا دریغا وا دریغ

کان مین بالی سکینہ نے نکالہ کھینچ کر
کان سے اس کے گہر ہے وا دریغا وا دریغ

قاسم نوشاہ کے جوڑے سہانے کے ل ے
سرخی خون جگر ہے وا دریغ

کہہ رہا دولہا ادھر ہے حسرتا واحسرتا
کہہ رہی دولہن ادھر ہے وا دریغا وا دریغ

اے ظفر میں ن کیا کہوں کہتا غم شبیر مین
دل مرا آٹھون پہر ہے وا دریغا وا دریغ

دیگر

یہ کہا کس نے تم سے حال دروغ
ہم کو ہو آپ سے ملال دروغ

جا نہ کہنے پہ تو رقیبوں کے
بولتے ہیں وہ بد خصال دروغ

حق وہی ہے جو حق کو ہے منظور
اور سارے ہیں قیل و قال دروغ

جائے صیاد دام سے تیرے
اوڑ کے مرغ شکستہ بال دروغ

ہو نہ تجکو اگر دروغ پسند
کہ سکے کوئی بھی مجال دروغ

اس زمانہ میں ہیں وہ اہل کمال
جو کہ ہیں بولتے کمال دروغ

مہ ہو ہمتاب تیرے رخ سے غلط
ہمسر ابرو سے ہو ہلال دروغ

اے ستمگر خرام ناز سے تو
نکرے دل کو پائمال دروغ

شیوہ راستی ہے خوب ظفر
بات منہ سے نہ تو نکال دروغ

چاہیے نے شمع مجکو نے سر مدفنک چراغ
داغ دل روشن ہے زیر خاک لے روغن چراغ

جنبش دامن سے تیرے اے نسیم صبحدم
؟ل نہیں ہوتا چمن میں گل کا یہ روشن چراغ

یوں پس مژگان ہے وہ سرخی چشم پر خمار
رکھدیا جیسے جلاکر ہو پس چلمن چراغ

شب دکھا کر تو رخ روشن نکر غارت گری
ساتھ اپنے رات کو رکھتے ہیں کب رہزن چراغ

وقت صحبت یار سے گھر میں اندھیرا چاہیے
روشنی اس وقت ہے غماز اور دشمن چراغ

رات کو چوری سے جھانکا جو ذرا وہ شمع رو
تاب رخ سے بن گیا دیوار کا روزن چراغ

شمع ساں جلتے ہیں سب جو سوز غم سے اے ظفر
ہے جلاتا گھر میں گھی کے وہ بت پرفن چراغ

ردیف الفا

ہم ہوئے جیسے کہ اس ماہ جبیں سے واقف
پھر جہاں میں نہوے اور حسیں سے واقف

عین ایمان سمجھتے ہیں ہم اونکا دیدار
نہ تو ہیں کفر سے آگاہ نہ دیں سے واقف

نامہ بر دیگا مرا خط اوسے کیا در پردہ
کہ نہیں خوب یہ اس پردہ نشیں سے واقف

جانے کیا حال مرا وہ جو نہوا سے تیغ
دل حسرت زدہ و جان حزیں سے واقف

کوچہ اوس حور شمائل کا سمجھتے ہیں بہشت
ہم نہیں چمن خلد بریں سے واقف

تشنہ کاموں کو ترے آب بقا سے کیا کام
ہو گئے آب و دم خنجر کیں سے واقف

اے ظفر کیونکر نمک ہو نہ سخن میں اونکے
جو ہیں اوس یار کے لعل نمکیں سے واقف

دیگر

نہ کیونکہ ہمکو ہو خوباں پر جفا کا خوف
یہ کافر ایسے ہیں ان کو نہیں خدا کا خوف

ہلا نہ دامن مژگاں کو دمبدم اپنے
ترے مریض محبت کو ہے ہوا کا خوف

تمہارے تیز نگہ کا ہے کو ڈر جتنا
نہیں ہے اتنا اسے ناوک قضا کا خوف

ڈسا ہے جس کو اس افعی نے وہ بچا ہی نہیں
بجا ہے دل ترے طرہ دوتا کو خوف

زباں سے بات بھی سیدھی نکل نہیں سکتی
یہ دل پہ چھائے ہے اس شوخ کج ادا کا خوف

کہے ہے دیکھ کے چشم اس کی الحفیظ ہر ایک
یہ وہ بلا ہے کہ ہے سبکو اس بلا کا خوف

جہاں میں اور تو ڈرتے ہیں غیر سے لیکن
ظفر رہے ہے مجھے اپنے آشنا کا خوف

دیگر

ہو جائے بلا سے وہ دل آزاد مخالف — پر مجھ سے نہو میرا دل آزاد مخالف

کیا گھر میں ترے رات کو چوری سے ہم آئیں — گر ایک موافق ہے تو دو چار مخالف

پایا نہ زمانہ کو موافق کبھی ہم نے — جب دیکھا اسے ہے یہ ستمگار مخالف

قسمت ہی مخالف ہے فقط عشق میں اپنی — نے یار مخالف ہیں نہ اغیار مخالف

کیوں وادی وحشت میں نہ کھٹکا ہے مجکو — ہر جھاڑ ہے دشمن مرا ہر خار مخالف

وہ روزن دیوار سے کیونکر ہمیں جھانکیں — سب تاک رہے ہیں پس دیوار مخالف

کیا سحر ہے آنکھوں میں ترے دیکھکے تجکو — ہو جاتے ہیں سب تیرے طرفدار مخالف

کر صلح کل اے دل کہ سب اٹھ جائے لڑائی — کافر نہ مخالف ہو نہ دیندار مخالف

برگشتہ زمانہ ظفر ایسا ہوا ہم سے — جو یار موافق تھے وہ ہیں یار مخالف

مجھے جو تیری جدائی کا وہ ہے غم تکلف — خدا کسی کو نہ دے ایسی اے صنم تکلیف

لکھیں گے ہم نہ تکلیف سے اور کچھ قاصد — کریں گے خط میں رقم اپنی یکقلم تکلیف

مریض عشق کو آرام ایک دم میں ہو — کرے ذرا جو یہاں وہ مسیح دم تکلیف

ہی جان کنی ہے بڑا کام مشکل اے فریاد — کہ اس سے کوہکنی میں کہیں ہے کم تکلیف

مسافران عدم کی خبر خدا جانے — کہ اونکو چین ہے یا جانب عدم تکلیف

مزا ہے کچھ تو مصیبت میں عشق کی ناصح — اوٹھاتے جان پہ جو اسقدر ہیں ہم تکلیف

قدم سمجھ کے رکھا ے دل رہ محبت میں — یہ راہ وہ ہے کہ جسمیں ہر قدم تکلیف

جو دیکھیں بتکدہ میں صورت اس بت کی — کریں نہ شیخ جی صاحب سوئے حرم تکلیف

دیا ہے ایسے ستمگر کو دل ظفر ہم نے — کہ جس سے جان کو پہونچے ہے دمبدم تکلیف

ہوئی غیروں کو خطا کی ہے تقدیر معاف — اس کا باعث ہے بتا دوں جو ہو تقصیر معاف

مدتوں تو نے دیے ہمکو جہاں میں چکر — اب تو رکھ کوئی دن اے گردش تقدیر معاف

کشتہ نازکی جو لاش پہ وہ آ نکلے — بارے اتنا تو کیا کر گئے تشہیر معاف

قلم آہ سے لکھ داغ کی نقدی کا حساب — ہے دلا عشق کی سرکار میں تحریر معاف

حضرت عشق سے کہتا ہوں کہ دیوانہ ہوں میں — مجھے کچھ بے ادبی ہو تو ہو یا پیر معاف

دل کا سودا تو نکر دیکھ کہ اس میں سے تجھے — ہوگا اک دام نہ اے زلف گرہ گیر معاف

قتل کر شوق سے قاتل کہ تجھے اپنا خون — کر چکا ہے یہ ترا عاشق دلگیر معاف

اے ظفر وشت جنون پر ہے تصرف میرا   کی شہ عشق نے ہے مجکو یہ جا گیر معاف

دیگر

یاں کب آئی رستم کی او نکے دھیانمیں سیف   ہمیشہ سیف زبانوں کی ہے زبان میں سیف

ہمیں پہ صاف کرے پہلے ہاتھ وہ اپنا   اگر نہ آئی ہو قاتل کے امتحان میں سیف

کیا رادہ ہے کیا جانے کس کے تجگون کا   یہ کہکشاں سے جو ہے دست آسمان میں سیف

تر ی ہے خط دوابرو کا کچھ عجب مالم   نہ ایسی ہند میں دیکھی نہ اصفہانمیں سیف

شتاب دے سپر جام تو چمن میں مجھے   کہ شاخ گل بھی ہے ساقی مرے گمانمیں سیف

تمہارے سرمہ دنبالہ دار کے ہمسر   کہاں سلاح فروشوں کی ہے دکانمیں سیف

ظفر تمام جہاں آئے تیرے قبضہ میں   علم کرے تو اقبال گر جہان میں سیف

ردیف اتفاق

ہوا غم گساری کے موافق   یہ نکلا یاریاری کے موافق

قفس سے اوڑ کے ہم صحن چمن میں   گئے باد بہاری کے موافق

سپند وشعلہ وسیماب کب ہوں   ہماری بیقراری کے موافق

فدا کرتا ہے جان پروانہ لیکن   نہ میری جاں نثاری کے موافق

اگر ہوا ابر دریابار تو بھی   نہوا س اشکباری کے موافق

نگہ کرتی ہے تیری کام ظالم   جگر پر تیر کاری کے موافق

محبت میں یہ بیہوشی بھی اپنی   ظفر ہے ہوشیاری کے موافق

گل سے ہیں تیرے عارض اے لالہ رو مطابق   سنبل سے زلف تیری ہے ہو بہو مطابق

تیغ قضا ہے میری اور تیری تیغ غمزہ   ہے تیزی زباں میں اے جنگجو مطابق

دل کے بھیڑ ھنگ وہی مجھ سے ہیں جو ہیں تیرے   ہے تیری اور اوسکی کیا خو سے خو مطابق

کیا جوش گریہ مجھسے لایا ہے رنگ دیکھو   ہے میری چشم تر میں اشک اور لہو مطابق

جو دل ہی میرا کہتا ہوتا ہے وہ ہمیشہ   حکم منجمیں ہے ہوتا کبھو مطابق

تو بھی وہی کہے ہے جو کہہ رہا ہے دشمن   اے دوست اس سے تیری ہے گفتگو مطابق

یوسف میں اور اس میں فرق اے ظفر نہیں ہے   یہ نقل واصل دونوں پائیگا تو مطابق

آئینہ ہے اگرچہ پر یرو صفا میں غرق　　　پر آگے تیرے رخ کے ہے شرم و حیا میں غرق
دولت سے آنسو ؤں کے مری کیا عجب کہ ہو　　　کشتی گدا کی آب در بے بہا میں فرق
نے شام کی خبر ہے اسے اور نہ صبح کی　　　جو ہے خیال زلف و رخ دلربا میں غرق
خط لکھتے لکھتے آیا جو رونا تو ہو گیا　　　کاغذ تمام خون دل مبتلا میں فرق
اے بحر حسن حلقۂ گیسو سے ہے ترے　　　سارا جہاں ورطۂ رنج و بلا میں غرق
اے شوخ حسرت لب جاں بخش سے ترے　　　مر جائے ہو کے خضر بھی بقا میں غرق
کیا کیا تھے آشنا نہ ہا ایک بھی ظفر　　　افسوس سب کے سب ہوئے بحر فنا میں غرق

دیگر

اے بلہوسو تم کو نہیں ہے خبر عشق　　　کیا چیز ہے عشق اور ہے کیا شے اثر عشق
ڈر ہے نہ کہیں خیمۂ افلاک جلا دے　　　ہیں نالہ سوزاں میں ہمارے شرر عشق
ہرگز نہیں ہم بھولنے کے عشق کا رستہ　　　یہ خضر دل اپنا ہے سدا راہبر عشق
یہ عشق میں سودا ہوا تمکے لگے چھننے　　　اب دیکھیے کیا اور ہے مد نظر عشق
پیدا ہوا اثر نالہ دل میں جو ہمارے　　　ہم جانیں ہوا بارور اپنا شجر عشق
کیونکر رہے گریہ زاری میں ہمیشہ　　　سینہ میں دل اپنا ہے ظفر نوحہ گر عشق

دیگر

اوسکا جو تیرا سینۂ افگار میں غرق　　　تا بہ سوفار ہا دل زار میں غرق
ہاتھ مہیات نہ آئی روش زلف دراز　　　دل ہوئے کتنے ہی چاہ ذقن یار میں غرق
اس خرابات جہاں میں نہیں کوئی ہوشیار　　　جس کو یاں دیکھو وہ ہے نشہ پندار میں غرق
ابداری وہ ہماری گہر اشک میں ہے　　　کشتی چشم ہو آب در شہوار میں غرق
پھوٹ کر آبلہ پا مرے گر روئیں تو ہو　　　قیس سیلاب رہ وادی پر خار میں غرق
تیرے عکس رخ پر نور سے مثل خورشید　　　کیا عجب ہووے اگر آئینۂ انوار میں غرق

جس طرح رہتا ہے تو فکر سخن میں ڈوبا　　　یوں ظفر کوں ہوا اس قلزم زخار میں غرق

تم جو ہر بات میں کرتے ہو ملاقات میں فرق　　　تم نے دیکھا مری جانب سے ہے کس بات میں فرق
بھیجے کس کس سے ہمیں لکھوا کے خط اسنے ہو کو　　　خط میں ہے فرق خطوں کی ہے عبارات میں فرق
نہ رہے اس نگہ مست کی کیفیت سے　　　گوشۂ مدرسہ و کنج اخراجات میں فرق
مہ کو کیا حسن سے اوس مہر لقا کی نسبت　　　فرق دونوں میں ہے یوں جیسے کہ ذرات میں فرق

چمن دل میں رہیں کیوں نہ گل زخم ہرے
جوش گریہ میں مرے اور نہیں برسات میں فرق

کرتے ہیں پیشکش اوسکے دراشک آنکھوں سے
ہم نہیں کرتے ترے غم کی مدارات میں فرق

آج بیوقت وہ کیوں آئے خلاف عادات
اے ظفر ان کی تو انا نہیں عادات میں فرق

جوان بتوں کی ہے چہرے کی تاب میں رونق
برب کعبہ نہیں ماہتاب میں رونق

حیات تو رہی پیری میں لیک وہ نہ رہی
جو تھی حیات کی عہد شباب میں رونق

دکھائی دیتی ہے بے رونقی جدھر دیکھو
گئی زمانہ کی سب انقلاب میں رونق

دکھائے رونق حسن اپنی وہ تو ایک ذرہ
رہے نہ ماہ میں افتاب میں رونق

فروغ شمع رہی زیر برقع فانوس
بجائے حسن کی تیرے حجاب میں رونق

اگر وہ مست سے ناز رونق افزا ہو
تو ہو کچھ اور ہی بزم شراب میں رونق

نصیب تیرے سے یوسف کو کب سے رونق حسن
نہ دیکھی ایسی زلیخا نے خواب میں رونق

دل شکستہ میں اور رونق نشاط کہاں
کہ ہووے خاک مکاں خراب میں رونق

ظفر وہ یہ کیا رخ روشن ہے واہ صلی علی
کہ جس کی چھپ نہیں سکتی نقاب میں رونق

دیگر

کیا ہے ماہ مصر میں اور اقمر طلعت میں فرق
شکل ہے دونوں کی یکساں کچھ نہیں صورتیں میں فرق

بوسہ اپنے لب شیریں کا مجکو نزع میں
اے شکر لب کچھ نہیں ہے اس میں اور شرب میں فرق

نے تفاوت فتنہ محشر میں اور رفتار میں
نے قیامت میں ہے اور اس جلوہ قامت میں فرق

رات دن کا فرق ہے دنیا دین میں غافلو
پر نہیں معلوم ہوتا تم کو کچھ غفلت میں فرق

دونوں ہیں حیران برابر تیری صورت دیکھ کر
میرے اور آئینہ کے ہرگز نہیں حیرت میں فرق

کونسا عیسی نفس آیا عیادت کے لئے
آج ہے کل سے دل بیمار کی حالت میں فرق

دل میں کچھ اوسکے مقرر فرق اب کی ہے ظفر
دیکھتے ہیں ان دنوں ہم یار کی الفت میں فرق

خطاواروں کا کیا کیا لے کے جائے نامہ بر واں تک
کہ رستہ میں لاکھوں طرح کے خوف خطر واں تک

ظفر سے دور ہے نظارہ گاہ یار کی کیجیے
جہاں تک پہونچ سکتی ہے پہونچتی ہے نظر واں تک

جو دل کو راہ ہے دل سے تو کیا مشکل ہے گر پہونچے
ترے دل کی خبریاں تک مرے دل کی خبر واں تک

زباں پر ہم نہیں لائیں گے ہرگز حرف شکوہ کا
ستم کرنا جہاں تک ہے تجھے منظور کر واں تک

رہے گا زور شور ایسا نہ پھر مجنوں کا صحرا میں
پہونچ جائے گا گر مجھ سا کوئی سوریدہ سر واں تک

قفس سے چھوٹ کے مرغ ناتواں کیا جائے گلشن میں
کہ جھڑ پڑتے ہیں جاتے جاتے سب پر ٹوٹ کر واں تک

چمن میں نافہ مشک ختن ہو جائے ہر غنچہ
شمیم کاکل مشکیں تری پہونچے اگر واں تک

بھلا اتنا تو رو تجکو اگر منظور ہو رونا
بہا کر اشک لے جائیں تجھے اے چشم تر واں تک

ہمیشہ حضرت ناصح یہیں باتیں بتاتے ہیں
کبھی تشریف لے جاتے نہیں پیارے ظفر واں تک

بھلہ

وہم کی راہ میں اے دل آگاہ ہے ٹھیک
راہ جو صدق و یقین کی ہے وہ راہ ہے ٹھیک

حلقۂ زلف میں تیرے رخ پر نور کو ہم
دیکھتے ہیں تو نظر آتا ہمیں ماہ ہے ٹھیک

اوڑتا پھرتا ترے کوچے میں ہے ہمراہ صبا
تن کا ہے دم مرا اب تو پر کاہ ہے ٹھیک

سرکشی کرتا ہے ہم سے فلک ناہنجار
دیکھیں تو کیسا بناتی اسے اے آہ ہے ٹھیک

دل گدا کا ہو جو دولت سے عنایت کے غنی
شاہ کیا بلکہ اسے کہنا شہنشاہ ہے ٹھیک

کیونکہ زیبا نہ تجھے جامہ رعنائی ہو
اے صنم تیری ہی قامت پہ یہ واللہ ہے ٹھیک

اے ظفر لوگ محبت کی ہوا باندھتے ہیں
پر نظر آتا نہیں کوئی ہوا خواہ ہے ٹھیک

میری اور مجنوں کی کیا تصویر ہے دونوں کی ایک
وہ ہی طوق ایک اور وہی زنجیر ہے دونوں کی ایک

برق سے نالہ کی میرے کچھ شرارت کم نہیں
آتش افروزی میں تو تاثیر ہے دونوں کی ایک

مسجد و بتخانہ سنگ و خشت سے دونوں بنے
فرق کچھ انمیں نہیں تعمیر ہے دونوں کی ایک

قیس سے سینئے کہانی مجھ سے میرے قیس کی
داستان ہے ایک اور تقریر ہے دونوں کی ایک

جو لکھا دشمن نے تجکو وہی لکھا دوست نے
قاصد و کیا یک قلم تحریر ہے دونوں کی ایک

دونوں وہ نام و اوا دشمن ہیں میری جان کے
قتل کرنے میں مرے تدبیر ہے دونوں کی ایک

جیسا سرگردان ہوں میں ویسا ہی سرگردان ہے چرخ
فی الحقیقت گردش تقدیر ہے دونوں کی ایک

دل کے کر دیتی ہیں دو ٹکڑے تری دونوں بھویں
اے ستمگر برش شمشیر ہے دونوں کی ایک

جو برابر جانتے ہیں رتبہ شاہ و گدا
اونکے نزدیک اے ظفر توقیر ہے دونوں کی ایک

دیگر

جستجو میں اوسکی جب دوڑے نظر کوسوں تلک
آئی پھر مایوس الٹی ڈھونڈھ کر کوسوں تلک

کونسا صیاد آیا دشت میں بہر شکار
ایک بھی باقی نہ چھوڑا جانور کوسوں تلک

گر شب تاریک میں بھی آئے مہتابی پہ تو
روشنی ہو جائے اے رشک قمر کوسوں تلک

آگیا فرہاد کی تربت پہ گر رونا ہمیں
ہوگا پانی کوہ کے بھی تا کمر کوسوں تلک

دشت وحشت میں رکھے تیرا جو دیوانہ قدم
تو اوڑا دے خاک وہ شوریدہ کوسوں تلک

حیف تو ہے حال سے میرے ہے اب تک بیخبر
ورنہ پہونچی ہے یہ ہر جانب خبر کوسوں تلک

ہے جہاں مدفن تمہارے عاشق دلسوز کا
سبز ہو ہوتا واں نہیں ہرگز شجر کوسوں تلک

ہے رواں ہر دم ہمارے دیدۂ خونبار سے
خون دل کوسوں تلک خون جگر کوسوں تلک

کھول دیتا ہے وہ جسدم اپنی زلف مشکبو
پہونچتی ہے اوسکی خوشبوا ے ظفر کوسوں تلک

دیگر

آہ ہے یا نالہ دل میں ہے اثر دونوں کا ایک
وہ ہیں نخل باغ غم پر ہے اثر دونوں کا ایک

رنج وغم کو دل سے اپنے مین نکالوں کس طرح
ہو گیا ہے ایک مدت سے یہ گھر دونوں کا ایک

کیا بچوں نازوادا سے قتل کرنے میں مرے
ہے ارادہ ا بتوا ے بیدادگر دونوں کا ایک

گرچہ جلتی دیر تک ہے شمع اور پروانہ جلد
لیک ہے سوز دل وسوز جگر دونوں کا ایک

فرق تجمیں اور مہ کنعان میں ہووے کس طرح
جب ہو نور حسن اے رشک قمر دونوں کا ایک

جو ہیں زخم تیغ غم دل پر جگر پر بھی وہی
حال ہے اب عشق میں اے چارہ گر دونوں کا ایک

کیوں نہ مجنوں اور ہم دونوں چلیں اک راہ پر
جبکہ ہووے اے جنوں تو راہبر دونوں کا ایک

کیا ہوا صورت میں کوئی خوب ہے اور کوئی زشت
لیک صورت گر ہے اے صاحب نظر دونکا ایک

دل تو اولجھا زلف سے ہے زلف اولجھی دل کے ساتھ
ہے پریشانی سے عالم اے ظفر دونوں کا ایک

وہ آکر پھر گئے جو میرے گھر تک
پھر آئیں شام سے مضطر سحر تک

مطلع ثانی

سرشک آئے تو کب مژگان تر تک
کہ جب جل ہی گیا دل سے جگر تک

نہیں کعبہ کی جانے کی تمنا
خدا پہونچائے ہمکو اور سکے در تک

ہمیشہ ہاتھ ملتا ہوں کہ ہیہات
نہ پہونچا ہاتھ میرا اس کمر تک

ترے تیغ ستم سے اے ستمگر
عزیز اپنا نہیں عاشق کو سر تک

پہونچتی ہے مرے آہ وفغان سے
خبر دل کی مرے اوس بیخبر تک

ہزار افسوس ہے بلبل چمن میں
رہا تیرا نہیں اب ایک پر تک

مجھے آئے نہ سمجھانے کو ناصح
نگر جائے ذرا اس عشوہ گر تک

ظفر جس پر لگائی تاک تو نے
اسی کو تک ادھر تک یا اودھر تک

بن پڑھے خط نہ خطا وار کا تو چیر کے پھینک
دیکھ کر پھینک اور اک طور سے تدبیر کے پھینک

اپنی تقدیر سے پہونچا ہوں میں تیرے در تک
کہ بھرو سے ہی دیا تھا مجھے تقدیر کے پھینک

ہوں گے لاکھوں پریشاں یہ کہو شانہ سے
توڑکر بال نہ اس زلف گرہ گیر کے پھینک

جس مصور نے مرے یار کی دیکھی تصویر
سب مرقع دیئے اس نے وہیں تصویر کے پھینک

دل خراش اپنے ہیں وہ نالے جو سنتے مطرب
تو چکر دیتے رگ و پوست مزامیر کے چیک

تیری مژگاں پہ نہیں دیکھی کمانداروں نے
ورنہ دیں کھول کے ترکش ابھی وہ تیر کے پھنک

دور پھینکا مجھے کس نے کہ مرے سامہ کو
دیا کاتب نے مرے ساتھ ہی تحریر کے پھینک

دشت کی خاک پہ نقش سم آہو ہیں کہاں
تیرے دیوانہ نے حلقے دیے زنجیر کے پھینک

سرد مہری کا زمانہ کی ظفر لکھ کر حال
لاکھوں دستے دیے پاں کاغذ کشمیر کے پھینک

دیگر

آج اس نے کہہ دیا سب حال ہم سے ٹھیک ٹھیک
ہو گیا معلوم ہے وہ اپنے دم سے ٹھیک ٹھیک

مصحف رخ پر بھووں سے کاتب قدرت نے واہ
مد بسم اللہ کیا کھینچی قلم سے ٹھیک ٹھیک

رکھ نظر اے دل خدا پر دیکھ تو ہوتا ہے کیا
جو تجھے کہنا ہے کہہ دے اس صنم سے ٹھیک ٹھیک

کیوں نہ تیغ اصفہانی کہیے ابرو کو ترے
اسکا زخم ملتا ہے قاتل اس کے خم سے ٹھیک ٹھیک

جو ہیں تیرے پائماں نازپا جاتے ہیں وہ
چال کو تیری ترے نقش قدم سے ٹھیک ٹھیک

کیوں بناتا ٹھیک وہ دست ستم سے یوں تجھے
تو دلا رہتا اگر اوس پرستم سے ٹھیک ٹھیک

اے نہیں ہے ٹھیک کوئی بات اپنی اے ظفر
آئے تجھے ہم پہلے ہستی میں عدم سے ٹھیک ٹھیک

دیگر

ہے یاں کی تسبیح کشف و کرامت یہیں تلک
شیخی یہیں تلک ہے مشیخت یہیں تلک

جا کر عدم میں لکھتا نہیں کوئی اپنا حال
ہے یاں کی رسم و خط و کتابت یہیں تلک

پہونچا کے گور تک تجھے پھر جائیں گے رفیق
اے بے خبر ہے ان کی رفاقت یہیں تلک

لے کر گیا نہ یاں سے کوئی ملک اور مال
رہتی ہے یاں کی دولت و حشمت یہیں تلک

تو جا کے یاں سے پھر نہیں رہنے کا حکمران
ہے تیری چند روز حکومت یہیں تلک

جانے گا تیرا نام بھی کوئی نہ زیر خاک
ہے تیرے واسطے تری شہرت یہیں تلک

تو اونکی دوستی پہ نکر نازاے ظفر
ہے یہاں کے دوستدار محبت یہیں تلک

اشک آنکھوں میں ہووے ہیات خشک
گزری اکبی بار تو برسات خشک

گر نہ ہو نجے میرے گریہ کی مدد
روز دریا ہووے دو دو ہات خشک

ہے تری کا رستہ زلف پر عرق
مانگ ہے اے دل رہ ظلمات خشک

میرا دامن جوں گل شبنم زدہ
کب ہوا اشکوں سے ساری رات خشک

تر زبانی کچھ نہ کام آئی وہاں　　　ہو گیا منہ سنتے ہی اک بات خشک
ہاتھ اٹھانا مستحب مستو پہ ہے　　　ہوویں یا رب اسکے دونوں ہات خشک
اے ظفر اوروں کو بھیجا او سنے عطر　　　ہمکو بن ڈلیاں فقط سوغات خشک

ہو کے نثار تجپہ یوں دیتے ہیں دم ہمیں تلک　　　تیز ہے تیری پر جفا تیغ ستم ہمیں تلک
کون ہے وہ کہ جس کے گھر جاتے نہیں خوشی سے وہ　　　لیک کیا نہ آپ نہ آپ نے رنجہ قدم ہمیں تلک
بعد ہمارے کوئی بھی ہوگا نہ تجھپہ شیفتہ　　　ہیں اٹھاتے عشق میں رنج والم ہمیں تلک
خون جگر سے یہ ہمیں کرتے ہیں گلفشانیاں　　　کوچہ ہے تیرا رشک گل رشک ارم ہمیں تلک
نامہ شوق غیر تک پہو نچے تمہارے کتنے ہیں　　　بھیجا نہ تم نے کوئی خط کر کے رقم ہمیں تلک
ہم سے زیادہ غیر پر کرتے ہیں وہ عنایتیں　　　کہتے تھے ہم کہ ہو نگے ہیں لطف وکرم ہمیں تلک
بات کا او نکا اے ظفر آ ئے گا کسکو پھر یقین　　　ہیں جو یہ اونکے معتبر قول وقسم ہمیں تلک

دیگر

تو نے ظالم نہ مری بات کبھی مانی ایک　　　میں نے رورو کے کیا اپنا لہو پانی ایک
تیری شمشیر دوا ابرو کے برابر تلوار　　　نہ خراسانی ہے دیکھی نہ صفاہانی ایک
چھیڑ کر زلف کیا یار کو برہم جسنے　　　ہو گئی وصل کی شب ہم سے نادانی ایک
تیرے مجنوں نے بیاباں کو کیا جو پامال　　　نہ رہا ام کو بھی خار بیابانی ایک
خوں کے قطروں میں ہے اس طرح کوئی اشک کی بوند　　　جیسے ہو فوج قزلباش میں ورانی ایک
یوں تو ظاہر کے اعم سیکڑوں میں میرے لئے　　　پر ہو اسب سے ہے دل میں غم پنہانی ایک
سرمہ آلودہ ہے جیسا ترا آنسو ایسا　　　ہم نے دیکھا کہیں موتی نہ سلیمانی ایک
چھٹ گوے خانہ زندان سے ہزاروں قیدی　　　پر چھٹا تیری محبت کا نہ زندانی ایک
جیسے اوس زلف پریشان میں مرا دل اولجھا　　　مجکو رہتی ہے ظفر اور پریشانی ایک

دیگر

بات سن پائیں گر مڑوڑ کی ایک　　　کہدیں لاکھوں میں ہم کروڑ کی ایک
محتسب سے بنی ہے میکدہ میں　　　وہ وہی تدبیر توڑ پھوڑ کی ایک
ہم گئے سیدھے سوے منزل عشق　　　راہ دیکھی نہ ہمیں موڑ کی ایک
تیرے مغموم کو ہنسی کی بات　　　خوش نہ آئی کسی ہنسوڑ کی ایک

غم زیادہ جھوڑے اور مجھے
گر شکایت کروں جھنجھوڑ کی ایک

دخت زر لگ گئی ہے منہ ورنہ
ہے یہ مردار سو بندوڑ کی ایک

صورتیں ہیں فریب کی لاکھوں
پر نہیں پاتے اسکے جوڑ کی ایک

روؤں اتنا کہ ڈوب جائے جہاں
اب تو یہ بات ہے نچوڑ کی ایک

دل ہزاروں کے لوٹ جائیں ظفر
بات کہدیں وہ ایسی توڑ کی ایک

جب تلک دم کی آو جاو ہے ٹھیک
ہد سو بات جو بناو ہے ٹھیک

روزن دل سے دیکھتا ہوں اسے
یہاں سے اوس یار کا دکھاو ہے ٹھیک

دست و پا باندھے ہے حنا اوسکے
ہاتھ پائی کا آج داو ہے ٹھیک

حضرت دل تمہیں بنا سکتا
کون اوسکے سوا بناو ہے ٹھیک

اپنی اے جامہ زیب تو پوشاک
جو بنائے ترا بناو ہے ٹھیک

میرا قصہ نہیں غلط سارا
کچھ نہ کچھ وہ تو آدھا پاو ہے ٹھیک

ماہ سے اے ظفر شباہت میں
تیغ ابرو کا اوسکے گھاو ہے ٹھیک

تمسے کی غیروں میں مے نوشی ادھر دو دن تلک
ہم ادھر پیتے رہے خون جگر دو دن تلک

مطلع ثانی

تم نہ آئے ایک دن کا وعدہ کر دو دن تلک
ہم پڑے تڑپا کئے دو دو پہر دو دن تلک

درد دل اپنا سناتا ہوں کبھی جو ایک دن
رہتا ہے اوس نازنیں کو درد سر دو دن تلک

تو مہینوں روز غائب ہی رہے ہے ورنہ ماہ
اک مہینہ میں نظر آتا نہیں دو دن تلک

رستہ تھا اک دن کا اوسکا گھر اگر لایا جواب
ہم نے دیکھی راہ تیری نامہ بر دو دن تلک

دیکھتے ہیں خواب میں جسدن کسو کی چشم مست
رہتے ہیں ہم دو جہاں سے بیخبر دو دن تلک

تو شہید نازکا اپنے سوم ہو لینے دے
اے ستمگر پان کھانا ترک کر دو دن تلک

گر یقیں ہو یہ ہمیں آئے گا تو دو دن کے بعد
تو جئیں ہم اور اس امید پر دو دن تلک

کیا سبب کیا واسطہ کیا کام تھا بتلایئے
گھر سے جو نکلے نہ اپنے تم ظفر دو دن تلک

ہماری چشم رہی اشکبار برسوں تک   برستے دیکھا نہ ابر بہار برسوں تک

تمہارے ظلم وستم کا شمار ہو نہ سکے   کرے اگر کوئی اونکو شمار برسوں تک

رہی نہ کوئی نشانی پر اس کا داغ فراق   ہمارے پاس رہا یادگار برسوں تک

شراب وصل جو ہوتی ہے ایک روز نصیب   تو ہمکو اوسکا رہے یادگار برسوں تک

اثر نہو کبھی اوس گل کو مثل بلبل ہم   کریں فراق میں نالے ہزار برسوں تک

ملا ہے خاک میں آخر اوڑا اوڑا کر خاک   تری گلی میں ترا خاکسار برسوں تک

ظفر بہار گلوں پر چمن میں ہے دو روز   رہے ہے رونق رخسار یار برسوں تک

ردیف الکاف فارسی

کیوں جام مے کے دینے میں کرتا ہے بات تنگ   ساقی ہے دیکھ عرصہ بزم حیات تنگ

قید حیات ہی میں نہیں تنگ تنگدل   ہووےگی اونکی گور بھی بعد از ممات تنگ

بن جائے غنچہ غنچہ تصویر باغ میں   ایسا ہو سنکے منہ سے ترے ایکبات تنگ

ہو تنگی زمانہ کی ہنگام شرح حال   زنداں سے زیادہ ہے خوش صفات تنگ

دیتا ہے بد صفات کو اک گلشن وسیع   لے کر بغل میں اپنے تجھے ایک رات گن

ہم ایک عمر تنگ رہے تیرے ہاتھ سے   اس لئے ظفر نہیں راہ نجات تنگ

جو شافع امم ہے وہ ہے اپنا پیشوا   اس لئے ظفر نہیں راہ نجات تنگ

تجھ بن ہے میرا حال یہ وعدہ خلاف تنگ   لکھوں جو خط تو ہووے قلم کا شگاف تنگ

وحشت کے جوش میں ترے وحشی کے واسطے   ہے عرصہ گاہ قاف سے لیکنا بقاف تنگ

کھینچے نہ گھوڑیکی کبھو اپنے وہ شہسوار   کشتوں کے خوں سے تا نہو تر زیر ناف تنگ

زاہد نکل کے سیر خرابات کر ذرا   حجرے میں کیوں پڑا ہے ہے پیا اعتکاف تنگ

یارب پھر آئے موسم سرما کہ میں اسے   کھینچوں بغل میں رانکو زیر لحاف تنگ

اے دوست تیری بزم میں جی اپنا کیا کھلے   دل سنکے دشمنوں کی ہے لاف وگذاف تنگ

آئے جو ذکر اس دہن تنگ کا ظفر   غنچہ کا قافیہ دہن ہوجائے صاف تنگ

جیسے ہے عشق کی تیرے دلِ بیتاب میں آگ
یوں کوئی بھر تو سکے ساغرِ سیماب میں آگ

گرے اک پھول اگر آتشِ دل کا میرے
تو ہیں گل جتنے کنوں کے وہ تالاب میں آگ

لختِ دل آنسوؤں کی رو میں چلے آتے ہیں
کیا تماشا ہے کہ یاں بہتی سیلاب میں آگ

سوزشِ غم سے ہے میرے جگر و دل کا یہ حال
جیسے لگ جائے کسی شخص کے اسباب میں آگ

حلقۂ زلف میں ہے اس کا رخِ آتشناک
لچۂ حسن کی روشن ہوئی گرداب میں آگ

شعلۂ حسن کا تیرے جو تصور ہے مجھے
سو بھی جاتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں خواب میں آگ

طرزِ نالہ کی ظفر سیکھے جو ہم سے بلبل
تو لگا دے چمنِ لالۂ سیراب میں آگ

دیگر

ہے شرارِ اشکِ خوں سے چشمِ طوفاں زا میں آگ
عشق کی گرمی سے دیکھو لگ گئی دریا میں آگ

چرخ پر سرخیِ شفق کی ہے کہ دیتی ہے لگا
دل جلوں کی آہ جا کر عالمِ بالا میں آگ

سرد مہروں کی محبت میں جلاؤں کیوں نہ دل
یعنی خوش آئے ہے سبکو موسمِ سرما میں آگ

تیرے دیوانے کی آنکھوں سے جو ٹپکے اشکِ گرم
کیا تعجب گر لگا دے دامنِ صحرا میں آگ

پیتے ہی اک گھونٹ ساقی بھن گیا دل اور جگر
تھی مے دو آتشہ یا ساغرِ و مینا میں آگ

یوں ہے زیرِ زلفِ مشکیں تابِ روئے آتشیں
جیسے کی روشن کسی نے ہو شبِ یلدا میں آگ

بھر دے انگاروں سے دم میں لالہ و گل کے چمن
پر کہاں اتنی نوائے بلبلِ شیدا میں آگ

کوہ تک بہ جائے مثلِ موم سب ہو کر گداز
میرے دل کی سی اگر ہو سینۂ خارا میں آگ

اشکباری سے ہماری چشمِ دریا بار کے
اے ظفر بجھ جائے گی یکبار سب دنیا میں آگ

دیگر

آ گئے تو ہم سے اسقدر تھا نہ کبھو الگ الگ
اب ہوئی ایسی کیا خطا رہتا ہے تو الگ الگ

آج ہے کیا کہ ساقیا بزم میں ہیں دھرے ہوئے
شیشہ و خم جدا جدا جام و سبو الگ الگ

ڈر ہے کہ بوسہ لے نہ لے منہ کو بگاڑ کے منہ سے یہ
مجھ سے رہے ہے وہ مزا آئینہ رو الگ الگ

چشم سے ہر مژہ پہ یوں جلوہ نما ہیں اشکِ خون
جیسے چراغ رکھ دیے ہوں لبِ جو الگ الگ

نے میں یہ ہے طلسم کیا نکلے ہے سب سے اک صدا
روزنِ سینہ گرچہ ہیں نا بگو الگ الگ

دستِ جنوں ابھی مرا پہونچا نہیں ہے جیب تک
ہو گئے خود بخود ہیں سب تار رفو الگ الگ

گل جو چمن میں ہیں ہزار دیکھ ظفر ہے کیا بہار
سب ہے رنگ جدا جدا اسکی ہے بو الگ الگ

سوز الفت سے ہے وہ میرے دل مضطر میں آگ جسکے آگے شرم سے جا کر چھپے پتھر میں آگ

میری آہ آتشیں سے کیا عجب جائے شفق پھیل جائے دامن چرخ ستم پرور میں آگ

کیا ہجوم داغ سوزاں سے بھرا ہے عشق نے سینہ کے مقفل میں اور دل کے مرے مجمر میں آگ

اوسکے کوچے میں ہمارے نالے آتشبار ہیں ڈر ہے یہ ہمکو نہ لگ جائے کسی کے گھر میں آگ

نکلے تیرے دل جلوں کے ایسے آنسو گرم گرم لگ گئی گرمی سے جنکی ایک چشم تر میں آگ

شعلہ جوالہ وگرداب مت سمجھو انہیں ہے کہیں چکر میں پانی ہے کہیں چکر میں آگ

سردی گرمی سے او نکے اے ظفر ڈرنا ہے حق ہوتے ہیں دم بھر میں ٹھنڈے اور وہ دم بھر میں آگ

قصہ سنتے ہیں مرے تیرے لڑائی کے لوگ تو نے ہنسوائے صنم ساری خدائی کے لوگ

کوئی ہمدرد نہیں کس سے کہوں درد اپنا سننے والے نہ رہے درد جدائی کے لوگ

دل پھنسا دام محبت میں ہمارا ایسا کہ ہوے دیکھ کے مایوس رہائی کے لوگ

تاب کیا دیکھ سکیں ایک نظر بھی تجکو ہیں جو مشتاق ترے جلوہ نمائی کے لوگ

باندھتے پنجہ مژگاں پہ ہیں مہندی خون ہے کتنے ہیں شوق میں اس دست حنائی کے لوگ

خاک اوڑا نیکو رہے اہل کدورت باقی مل گئے خاک میں تھے وہ جو صفائی کے لوگ

واقعی جینا انہیں کا ہے بھلا دنیا میں اے ظفر کرتے ہیں جو کام بھلائی کے لوگ

دیگر

رنگ اس عارض کا ہے رنگ رخ گل سے الگ پیچ وخم اس زلف کے ہیں شاخ سنبل سے الگ

اے مصور چاہیں دونوں کی تصویریں بہم ہو نہ بلبل گل سے اور گل ہو نہ بلبل سے الگ

جان لبوں پر آ گئی حسرت سے دل خون ہو گیا ابتو کر لب کو کہیں تو ساغر مل سے الگ

آیا جو میں نالہ زنجیر زندان سے نکل ہو گئی زنجیر بھی مجھ سے مرے غل سے الگ

گاہ کاکل سے بندھےگا کہ پھنسےگا زلف سے دل نہیں ہونے کا تیری زلف وکاکل سے الگ

دل مرا مانوس ہے مدت سے اونسے ہمنشیں گر یہ ہو ویگا بھی ہوگا اک تامل سے الگ

دلبران بیوفا سے بس بہت مل جل چکے اے ظفر ہو جاؤ اب ان سے کسی جل سے الگ

ردیف اللام

خطر ہے کس کا خط کے لکھنے میں اسنے قاصد کیا تامل
جو اس کو لکھنا ہے ہمکو لکھے بلا توقف بلا تامل

جو ہو کے خنجر بکف وہ آئے تو ہم بھی موجود سر بکف ہیں
نہیں ہے انکو اگر تامل تو ہمکو ایدل ہے کیا تامل

بہار باراں کا لطف کچھ بھی نہیں نشے کے بغیر ساقی
کرے ہے کیا جام مل کے دینے میں وقت ابر و ہوا تامل

یہ میرے دل جان میں دونوں حاضر وہ لیلو جو ہو پسند خاطر
نہ مجکو اسمیں ہو راتر دو نہ مجکو اسمیں ذرا تامل

غم و الم سے نجات پاؤں کہ میں نہایت عذاب میں ہوں
بڑا ہی احسان کرے اگر اب کرے نہ تو اے قضا تامل

دل اپنا سینہ میں جب ہو مضطر ہم اس کو تسکین جو دیں تو کیونکر
نظر میں شیوہ ترا تغافل سخن میں شیوہ ترا تامل

ظفر درنگ و شتاب میں ہیں نکلتے انساں کے کام لیکن
کرے وہ جلدی کی جائے جلدی کرے تامل کی جا تامل

نہ ہے روئے انکو اور اس پہ یہ خط کی نمود اے دل
کہ جو دیکھے ہے اس جلوہ کو پڑھتا ہے درود اے دل

جو اسمیں آشنا ڈوبے ہیں سن لے ماجرا اونسے
دلا تو دیکھا اس چاہ زنحدان میں نہ کود اے دل

سلک جائے گا جب تو دل تو کوئی شعلہ نکلے گا
ابھی تو ساتھ آہو کے مرے اٹھتا ہے دود اے دل

کروں کیا دل کا سودا زلف سے بازار الفت میں
نہ کچھ اسمیں سود آخر نہ ہے کچھ اسمیں سود اے دل

یہ خوبی ہے فقط تیری خیال خط مشکیں کی
وگر نہ زخم دل میرا کہاں تھا مشک سود اے دل

نعمت فیہ من روحی نے دی انسان کو عزت
نہ تھا اس خاک کے پتلے کا تو کچھ بھی وجود اے دل

دل سوزاں سے میرے یاد آئی طرز جلنے کی
وگر نہ کا ہیکو جلتا تھا یوں آتش پہ عود اے دل

مرے سب ہو گئے بدخواہ تیری خیر خواہی میں
نہ تھا کوئی عدو اے دل نہ تھا کوئی حسود اے دل

اگر پاس اس بت بے مہر کے ہے قصد جانے کا
ظفر دم کر تو پڑھ کر یا عزیز و یا ودود اے دل

تیر مژگاں پہ روا تیر بلا کی تمثیل
تیغ ابرو پہ سجا تیغ قضا کی تمثیل

جبکہ والشمس سے ہو رخ کی تمہاری تشبیہ
کیوں نہ واللیل سے ہو زلف دوتا کی تمثیل

مرمٹیں پر نہ اٹھیں در کے ترے خاک نشین
اسپہ زیبا ہے نشان کف پا کی تمثیل

صاف ہے خواہش نظارہ میں آئینہ سے
چشم کو اس ترے مشتاق لقا کی تمثیل

ناتوانی میں اسیکا ہے سہارا دل کو
آہ کو اپنے نہ دوں کیونکہ عصا کی تمثیل

دینی واجب ہے دم تشنہ لبی اے قاتل
آب خنجر سے ترے آب بقا کی تمثیل

اے ظفر کونسا فتنہ ہے جہاں میں ایسا
جس سے اس شاخ کی دوں نازو ادا کی تمثیل

دیگر

ڈھیر پر رکھیں جو شیدا ئے رخ سیمین کے پھول
یا تو وہ ہوں چاندنی کے پھول کے پھول یا نسرین کے پھول

رکھا جب پائے حنائی اس نے اپنا فرش پر
بس گوے عطر حنا میں سر بسر قالین کے پھول

داغ حسرت کیوں نہ پھولوںکی جگہ ہوں بعد مرگ
بیکسی کرتی ہے تیرے عاشق مسکین کے پھول

کھینچتے ہیں جب تری تصویر اے رشک قمر
جھڑتے ہیں خامہ سے کیا صورتگران چین کے پھول

دل میں کیا کیا ارادہ لیک تیرے سامنے
دست و پا جاتے ہیں تیرے عاشق غمگین کے پھول

بھر دیا ٹکڑوں سے دل کے ایک نالہ میں چمن
دیکھے بلبل نے جو دامن میں سحر گلچین کے پھول

اے ظفر اس مہ جبیں کی آفتابی ڈھال پر
چاند ماہ نو کا ہو تو چاہئیں پروین کے پھول

دیگر

مرے اسکے ہے آئینہ سمند ربیچ میں حائل
کہوں میں کیا اسے سد سکندر بیچ میں حائل

لیا شب ایک بوسہ بھی نہ تیرے میٹھے عارض کا
ہوئی زلف معنبر ایسی کافر بیچ میں حائل

کرے کیا جانے خون کسکا تیغ موج رنگ گل
نہو مثل سپر ساقی جو ساغر بیچ میں حائل

ستم دیکھو کہ جب وہ بیٹھتے ہیں سامنے میرے
تو کر لیتے ہیں دشمن کو مقرر بیچ میں حائل

جدھر دیکھے جمال یار ہی تجکو نظر آئے
نہ ہووے پردہ غفلت ترا گر بیچ میں حائل

دم گریہ جدھر جائے ترا عاشق کہ اشکوں سے
نظر آتا ہے اک دریا سراسر بیچ میں حائل

ظفر ہے شوق وصل شمع میں پروانہ تو مضطر
مگر ہو جائے ہے فانوس اکثر بیچ میں حائل

ردیف الیم

در بتان خودنما زاہد خدا را دیدہ ام　　آنکہ از چشم تو پنہاں آشکارا دیدہ ام
تا نظر افگندہ ام بر قامت رعنائے تو　　جملہ از سر تا قدم نازو ادا را دیدہ ام
کردہ ام رنگین ز حسرت پنجہ مژگاں بخوں　　تا بدست سرخی رنگ حنا را دیدہ ام
سالہا گردیدہ ام من در تلاش کیمیا　　دیدہ ام اکسیر اگر آن خاک پا را دیدہ ام
ناصحا طرز نگاہش را نمیدانی کہ چیست　　پرس از من ماجرا من این بلا را دیدہ ام
کردہ ام من عمر خود در تیرہ روزی بہ بسر　　گر شبے در خواب آن زلف دوتا را دیدہ ام

چون تو در عالم ندیدم میکشی صوفی وشے　　اے ظفر بسیار رند و پارسا را دیدہ ام

نے خرد نے ہوش نے تدبیر پر شاکر ہیں ہم　　دوستوں اپنی فقط تقدیر پر شاکر ہیں ہم
ہاتھ سے قاتل کے کچھ شکوہ نہیں کرتے کبھی　　رکھ کے آپ اپنا گلا شمشیر پر شاکر ہیں ہم
تو برا کہہ یا بھلا ہم سے نہو تیرا گلا　　اے ستمگر تیری ہر تقریر پر شاکر ہیں ہم
کرتے کیا کیا شکر کچھ ہوتا جو نالوں میں اثر　　جبکہ اپنی آہ بے تاثیر پر شاکر ہیں ہم
لکھا پیشانی کا پیش آتا ہے ہم شاکی نہیں　　کاتب تقدیر کی تحریر پر شاکر ہیں ہم
ہم تو ہیں صید محبت تیرے اے ناوک فگن　　ذکر یاں شکوہ کا کیا ہر تیر پر شاکر ہیں ہم
ہے ظفر ہمسا جفاکش کون زیر آسمان　　ہر جفائے آسمان پیر پر شاکر ہیں ہم

دیگر

اوس بیوفا سے اسکو بھڑا دیتو دینگے ہم　　دل کو مزا وفا کا چکھا دیتو دینگے ہم
دل کیا ہے بلکہ جان سے ایمان و دیں تلک　　مانگو گے جو بتو بخدا دیتو دینگے ہم
بیتاب دل رہے گا اگر یوہیں زیر خاک　　یکبارگی زمیں کو ہلا دیتو دینگے ہم
قصوں میں یا کہانیوں میں پر کسی طرح　　احوال اپنا اونکو سنا دیتو دینگے ہم
مژگان اشکبار سے یکبار دیکھنا　　ابر سیہ کا زور گھٹا دیتو دینگے ہم
جو نم ہیں زخم سینہ کے ہو خشک یا نہوں　　پر نالہائے دل سے ہوا دیتو دینگے ہم
کچھ ہو بلا سے عشق کی بازی پہ اے ظفر　　اک روز اپنی جان لگا دیتو دینگے ہم

دیگر

جوں بوئے گل رفیق نسیم چمن ہیں ہم　　اے ہمدمو وطن میں غریب الوطن ہیں ہم
شیوہ ہے تیرا کوہکنی اپنی جان کنی　　محنت کشوں میں تو ہے کہ اے کوہکن ہیں ہم

دیوانے جو ہوئے کسی گل پیرہن کے ہیں — صد چاک رکھتے گل کی روش پیرہن ہیں ہم
دل کی طپش سے شعلہ فانوس کی طرح — بیتاب بعد مرگ بھی زیر کفن ہیں ہم
یارو نہ روکو عشق میں رونے سے تم ہیں — اس سے بجھاتے دل کی کچھ اپنے جلن ہیں ہم
ہیں گرچہ مثل شمع سراپا زبان تو کیا — کہ سکتے پر زبان سے نہیں اک سخن ہیں ہم

دیوانگی کا شور ہے مجنوں کے کاے ظفر — دکھلاتے جب تلک نہیں دیوانہ پن ہیں ہم

کیا کہیں اے ہمنشیں ہیں آج کیوں بیکل سے ہم — جن سے کل تھی جا نکو اونسے جدا کل سے ہیں ہم
لاکھ بل ڈالے ہے کافر ایک سیدھی بات میں — زلف تیری ہے بلا ڈرتے ہیں اسکے بل سے ہم
پیر کا وعدہ کیا ہے اوس بت نے پیر نے — رور بیٹھے شوق میں دن کتنے ہیں منگل سے ہم
تیری چشم مست سے ساقی طلب کرتے ہیں جام — رکھتے وقت میکشی مطلب نہیں بوتل سے ہم
ہاتھ جو گردن میں ہو تیرے حمائل پنا بھی — سیکھ لیں انداز یہ کیونکر تری ہیکل سے ہم
شیشہ جھڑ جائے تری اک پل میں اے ابر بہار — باندھ لیں اشکو نکی جھڑی مژگاں اگر بادل سے ہم
ہوتا ہے کالا جہاں یں مردم آزاروں کا منہ — پا گئے ہر رمز چشم شوخ کے کاجل سے ہم
ملتے ہیں اپنے تن عریاں پہ خاک کوے یار — نے غرض تن زیب سے رکھتے ہیں نے ململ سے کام
گہہ زمین پر ہے گہے تو آسمان پر مثل برق — ڈرتے ہیں اے شوخ آنکھو تری چھل بل سے ہم
جس نے یاں رکھا قدم تحت الثرے کو وہ گیا — کیونکہ نکلیں دیکھیے دنیا کی اس دلدل سے ہم
لاکھ بھاری بن کے بیٹھیں پر سبک ہیں بیوقار — بے ترازو پاگئے انکو ظفر اٹکل سے ہم

دیگر

مجھ سے خم رو ہیں جو میرے دل افگار کے زخم — ہیں یہ کس ابروخمدار کی تلوار سے زخم
چارہ گر ہو گو سے نا چار ہیں سب چارہ پذیر — دل بیچارہ میں تیغ غم دلدار کے زخم
دست وشمشیر کو قاتل کی دعا کرتے ہیں — منہ جو ہیں کھولے ہوئے میرے تن زار کے زخم
پہونچیں ہم کود کے اس رشک چمن کے گھر میں — گو کہ ہوں پانوں میں خار سر دیوار کے زخم
کہکشاں کہتے ہیں جسکو وہ مری آہ کی سیف — ڈالتی سینہ پہ ہے چرخ ستمگار کے زخم
دشت وحشت میں مزا پائے برہنہ کیا پائے — تا نہ پہنچے تلک ایڑی سے ہوں سوخار کے زخم
زخم حسرت دل فرہاد کے یاد آئے ہمیں — دیکھتے ہیں جگ لالہ کہسار کے زخم
دل عاشق میں ہوا ہے لب معشوق جو تیر — بوسے ہنس ہنس کے جو لے ہیں لب سوفار کے زخم

ہوں دو چار اوسکی جو آنکھیں تو ظفر تیغ نگاہ — ڈالے دو چار ابھی سینہ کے دو چار کے زخم

دیگر

وصل کی بس کر چکے تدبیر ہم — ہو گئے نا چار اے تقدیر ہم
اوس صنم کا وصل ہے اپنی مراد — مانتے کیا کیا ہیں اللہ پیر ہم
تیری ابرو قتل کرتی ہے ہمیں — ہوویں کیوں منت کش شمشیر ہم
پڑ گئی الفت کی بیڑی پاؤں میں — ہیں ہمیشہ پائے در زنجیر ہم
بن پڑھے کرتا ہے پرزے خط کے وہ — کیا کریں احوال دل تحریر ہم
چاہتا ہے دل جنوں کے ہاتھ سے — پھینک دیں اپنا گریباں چیر ہم
حب دنیا کی بنا کیا پائدار — کیا کریں اسپر مکان تعمیر ہم
صورت تصویر حیران ہو گئے — دیکھ کر اوس یار کی تصویر ہم
ذبح کر تو ہمکو بسم اللہ کر آپ — پڑھتے ہیں اپنے لئے تکبیر ہم
موم ہو اوس سنگدل کا کیونکہ دل — آہ میں رکھتے نہیں تاثیر ہم

بعد مجنوں عشقبازوں میں ظفر — رکھتے ہیں تھوڑی سی کچھ توقیر ہم

کے بت طناز قربانت شوم — اے سراپا ناز قربانت شوم
حلقۂ زلف و کند جان و دل — اے کند انداز قربانت شوم
چون مسیحا در لب جان بخش تو — صد ہزار اعجاز قربانت شوم
مرغ جانم در ہوائے کوے تو — میکند پرواز قربانت شوم
تا بہ قربان گاہ من بکرہ زناز — باز آ تا باز قربانت شوم
تو بہر انداز نما جلوۂ — من بہر انداز قربانت شوم

ہر دم آن ابرو کمان را از ظفر — میرسد آواز قربانت شوم

چلنا مریض غم کو ترے آٹھ نو قدم — معلوم ہوے ضعف سے دس بیس سو قدم
حد ادب پہ رہتے ہیں آداب دان عشق — آگے نہیں بڑھاتے کبھی نیم جو قدم
دیکھے جو تیرے سا خن پا کو تو کیا عجب — چومے فلک سے جھک کے ترے ماہ نو قدم

گر کاٹ کے سر اپنا ہتھیلی پہ رکھ لیا
راہ وفا میں تو نے بچا رکھا تو قدم

پروانہ لو لگائے جلائے جو اپنی جان
لے اوسکی کیوں نہ شمع شبستا نکے قدم

کھٹکا ہے ہر قدم پہ ظفر راہ عشق میں
رکھ اپنا دیکھ بھال کے اے راہرو قدم

دیگر

دوستی جو تجھ سے جاہل سے دلی رکھتے ہیں ہم
دشمنی اپنی مگر دل سے دلی رکھتے ہیں ہم

تلخ باتوں سے بظاہر گر نہیں ملتے تو کیا
الفت اوس شیریں شمائل سے دلی رکھتے ہیں ہم

زیر شمشیر ستم بھی دل سے دیتے ہیں دعا
کیا محبت اپنے قاتل سے دلی رکھتے ہیں ہم

زلف بل کھانے بلا سے پڑے رخسار پر
آرزو بوسہ کی ہر تل سے دلی رکھتے ہیں ہم

صحبت پیر مغاں ہمکو خوش آئی ہے بدل
ہم ہیں عاقل ربط عاقل سے دلی رکھتے ہیں ہم

دل فدا کرتے ہیں نام فخر دین پر اے ظفر
عشق اپنے پیر کامل سے دلی رکھتے ہیں ہم

ردیف نون

سوا اس دل کے اپنے بس میں آئے کب کسیکے ہیں
اگر قابو میں ہیں تو ہم اسی کے ہیں اسی کے ہیں

مطلع ثانی

عبث پہناتے ہمکو تم منقشیں پوشاک سیلکے ہیں
ہمیں بھاتی ہے عریانی کہ دیوانے کسی کے ہیں

ہوئے طاقت سے بیطاقت تو اب یہ حال اپنا ہے
کہ آ جاتے غشی پر جس طرح دن مفلسی کے ہیں

ترے دانتوں میں ریخیں اللہ اللہ خوشنما ہیں کیا
لکھے دندان سیمین یہ رنگ سے گویا مسی کے ہیں

ورم آنکھوں کا گریہ سے نہیں جاتا اگرچہ ہم
لگائے لیپ گیرکے مکو کے نزلی کے ہیں

سفال میکدہ کافی ہے ساقی تیرے مستوں کو
یہ خواہاں ظرف چینی کے نہ وہ ظرف مسی کے ہیں

جوان کی قوم سے ہے دور نزدیک انکے سب دشمن
کہ وہ تو دوست اپنے دوستان مجلسی کے ہیں

عجب کیا خاک سے اپنے اگر روئیدہ ہو نرگس
کہ ہم اے شوخ کشتہ تیری چشم نرگسی کے ہیں

ظفر روئے مصفا اسکا ہے پیش نظر جن کے
نہیں وہ مائل نظارہ ہوتے آرسی کے ہیں

دل جگر جو پاس میرے منچلے دونوں ہی ہیں
رکھ دیا اس نے بھی خنجر کے تلے دونوں ہی ہیں

گو جلا پروانہ جلد اور شمع لے کچھ دیر کی
لیکن آتش سے محبت کے جلے دونوں ہی ہیں

نے وہاں کوئی یار رہا جاتا ہے نہ کوئی آشنا
کرتے اس کے لانے میں آرے بلے دونوں ہی ہیں

جب کیے ہیں دیدہ و دل بنے اسکے فرش راہ
اوس ستمگر نے بھی تلووں سے ملے دونوں ہی ہیں

خوشنما عارض پہ تیرے خط بھی ہے اور زلف بھی
کہتے نظروں میں مرے کافر بھلے دونوں ہی ہیں

کیوں نہ سمجھوں ہمدم اپنا تیغ و خنجر کو تو سے
آکے ظالم میرے لگ جاتے گلے دونوں ہی ہیں

اے ظفر ان سے بچاؤں کس طرح میں عقل و ہوش
جب کبھی آئے ہیں وہ لے کر ٹلے دونوں ہی ہیں

کف پا میں ترے مہندی وہاں جب غیر ملتے ہیں
لگی ہے آگ یاں تلووں نے ہم غیرت سے جلتے ہیں

ارادہ ہے ترا اگر کوچہ جاناں کے جانے کا
ٹھہر تو اے دل بیتاب جلدی ہم بھی چلتے ہیں

لگا دیتا ہے تیرا غمزہ قاتل اک ہاتھ ایسا
کہ بسمل تیرے خوش ہو ہو کے دو دو ہاتھ اچھلتے ہیں

اب لعلیں نے اسکے گر نہیں دل خوں کیا میرا
تو میری چشم تر سے لال آنسو کیوں نکلتے ہیں

خیال آجائے ہے جسوقت تیرے قد موزون کا
تو مصرع آہ کے کیا کیا ہمارے دل سے ڈھلتے ہیں

الہی موم کیوں ہوتا نہیں اس سنگدل کا دل
مرے نالے تو وہ ہیں جس سے پتھر بھی پگھلتے ہیں

ظفر ہم دل کے بدلے چاہتے ان سے نہیں بوسہ
وہ ہم سے تیوری کس واسطے ناحق بدلتے ہیں

دیگر

دل و جاں بوسہ بغیر مجھے چین کہاں
دوں ملا خاک میں لیکن تجھے میں خاک نہ دوں

قیمت نیم نگہ میں ترے کیا دوں تجکو
خوب چکر تجھے جب تک تہ افلاک نہ دون

رہے کس طرح تر و تازگی گلشن عشق
میں اگر دیں و دل و دانش و ادراک نہ دون

کھو چکا راہ محبت میں قدم میں اپنا
پانی اشکوں سے گرا دیدہ نمناک نہ دون

سوزن وفا رنہ جب تک ہوں وہ مژگاں و نگاہ
اب بتا کیونکہ سرا ے قاتل سفاک نہ دون

دیدیا خط انہیں قاصد نے ظفر قہر کیا
سینہ میں اپنا کبھی سینہ صد چاک نہ دون
یہ نہ سمجھا کہ وہ بیٹھے ہیں غضبناک نہ دون

دیگر

انہیں غیروں نے جو جو کچھ سکھایا تھا سو کہتے ہیں
ہمیں وہ آج لوگوں میں نہ کہنا تھا سو کہتے ہیں

یوہی ں کہتے نہیں ہم ماہ نو ابروے جاناں کو
کہ جو آنکھوں سے اپنے ہم نے دیکھا تھا سو کہتے ہیں

نہیں ہم قصہ خواں جو جھوٹ قصے آنکر کہتے
جو تجھ بن فی الحقیقت ہم پہ گزرا تھا سو کہتے ہیں

یہ قاصد و نکی کیا خفا وہ کیوں ہوے اپر   پیام ہم نے جو اونسے کہکے بھیجا تھا سو کہتے ہیں
اگر ہم کہیں کس واسطے باتیں شکایت کی   خلاصہ مدعا جو کچھ کہ اپنا تھا سو کہتے ہیں
کچھ لوگ میری قتل کی جیسے نہیں کہتے   جو کوچہ میں مرے قاتل کے چرچا تھا سو کہتے ہیں

ظفر تحریر اور تقریر اپنی ایک ہیں دونوں   انہیں جو کچھ کہ ہم نے خط میں لکھا تھا سو کہتے ہیں

غم نہیں ہم کو اگر رکھے فلک چکر میں   کہ فلک آپ بھی ہے آٹھ پہر چکر میں
یہ جو پھرتا ہے سدا خانہ بخانہ خورشید   اس سے ظاہر ہے کہ ہیں صاحب زر چکر میں
موج دریا سے سرشک اپنی بھی وہ طوفان ہے   جس کے ہے ایک طپانچے سے بھنور کر میں
ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کس زہرہ جبیں کو یارب   روز و شب رہتے ہیں جو شمس و قمر چکر میں
گردش چشم کا ساقی کے اشارہ ہے یہی   کہ رہے ساغر مے شام و سحر چکر میں
خاک ہو کر تو ذرا بیٹھنے دے چین سے چرخ   جوں بگولا مجھے یہ باد نگر چکر میں

آسیا کی یہ ہوا پھرنے سے معلوم کہ میں   گردش دہر سے پتھر بھی ظفر چکر میں

کہوں اس بخیر کو ہم خبر بھیجیں تو کیا بھیجیں   کوی پرچہ بجز لخت جگر بھیجیں تو کیا بھیجیں
نہ جانے کس طرح سرباز ہمکو عشق میں اپنے   اگر اپنا نہ ہم سر کاٹ کر بھیجیں تو کیا بھیجیں
وہاں سے طعنہ و تشنیع کی سوغات آئی ہے   یہانسے ہم انہیں سوغات اگر بھیجیں تو کیا بھیجیں
فرشتہ پر نمارے اس گلی یں تو تو انسان ہے   تجھے خط دیکے ہم اے نامہ بر بھیجیں تو کیا بھیجیں
نہ قاصد نے کبوتر کیسے یاران عدم رفتہ   ادھر سے کچھ خبر اپنی ادھر بھیجیں تو کیا بھیجیں
جو کشتہ چشم کا ایک انکی ہو وہ عین عنایت سے   گل نرگس نہ اسکے گور پر بھیجیں تو کیا بھیجیں
کرے جو شیطنت سے سرکشی اور فتنہ پردازی   نہ لعنت اسپہ سب دانا بشر بھیجیں تو کیا بھیجیں
جگر ہے ٹکڑے ٹکڑے جان و دل ہیں سوختہ دونو   تجھے کچھ تحفہ ہم اے عشوہ گر بھیجیں تو کیا بھیجیں
ہمارے سایہ سے بھی وہ بھی تو کوسوں دور بھاگے ہے   پیام وصل اس کو اے ظفر بھیجیں تو کیا بھیجیں

دیگر

گرچہ سو بحر رواں دیدۂ غم سے ہو جائیں   جلکے ہم خاک سے اس آتش غم سے ہو جائیں

مطلع ثانی

کیونکہ آگاہ ترے طرز ستم سے ہو جائیں
جب تلک تیرے ستمدیدہ نہ ہم سے ہو جائیں

پہونچیں کب برہمن و شیخ ترے در کے قریں
دور جب تک نہ رہ دیر و حرم سے ہو جائیں

دم بھرے جائیں محبت کا ترے یہ جانباز
گرچہ دو ٹکڑے بھی یہ تیغ دو دم سے ہو جائیں

بھول جائیں ابھی سب پند و نصیحت واعظ
باتیں دو چار جو اس میرے صنم سے ہو جائیں

سینکڑوں فتنۂ خوابیدہ جہاں میں پیدا
اے ستمگر تری آواز قدم سے ہو جائیں

اوس کف پائے نگاریں سے ملوں گر آنکھیں
اشک رنگیں مرے گلہائے ارم سے ہو جائیں

دمبدم چھیڑ نہ تو زلف کو انکی اے دل
ہم کو ڈر ہے کہیں برہم نہ وہ ہم سے ہو جائیں

خامہ آہ سے بس شرح جدائی کو ظفر
دست بردار نہ ہم کیونکہ قلم سے ہو جائیں

دیگر

بلا سے گرچہ ہوتا راز دل افشا ہے رونے میں
نہ روکو مجکو رونیں دے مزا آتا ہے رونے میں

ہنساتا ہے ذرا تو عالم رویا میں جو آ کر
بسر کر دیتا ساری شب ترا شیدا ہے رونے میں

پڑا ہے کشتی افلاک کا رونا زمانے کو
مری آنکھوں نے وہ طوفان کیا برپا ہے رونے میں

مری دیوانگی کا اے پری رو ہے عجب عالم
کبھی رونے میں ہنستا ہے کبھی ہنستا ہے رونے میں

ہزاروں دل لگی کے شغل ہیں پر دل نہیں لگتا
جو تجھ بن اپنا جی لگتا ہے تو لگتا ہے رونے میں

غبار اس یار کے دل سے ذرا دھویا نہیں جاتا
اگرچہ میرے چشموں سے رواں دریا ہے رونے میں

سنا ہے نوح کے طوفان کو یاروں نے کانوں سے
مگر آنکھوں سے اپنے ہمنے وہ دیکھا ہے رونے میں

لگے آگ ایسے رونیکو کہ مثل شمع گھل گھل کر
بہا جاتا ترا دلسوز سرتاپا ہے رونے میں

ظفر ہم اپنا رونا روئیں جا کر سامنے کسکے
رہا کون اپنے آنسو پونچھنے والا ہے رونے میں

صنما ہم کہیں تو کیا کہویں
بخدا ہم کہیں تو کیا کہویں

مدعی کہنے ہی نہیں دیتے
مدعا ہم کہیں تو کیا کہویں

حال غم تجھ سے کہہ چکے یکبار
بار ہا ہم کہیں تو کیا کہویں

اپنے رونیکا تیرے ہنسنے کا
ماجرا ہم کہیں تو کیا کہویں

نہیں فرصت جو کہیے حسرت دل
حسرتا ہم کہیں تو کیا کہویں

کہتے ہیں سب وفا نہیں تجھ میں
بیوفا ہم کہیں تو کیا کہویں

خاک در کو ترے کہیں اکسیر
توتیا ہم کہیں تو کیا کہویں

تو تو منہ سے کہے ہے ہمکو برا　　پھر بھلا ہم کہیں تو کیا کہویں
تجھ سے کہویں جو ہو مزے کی بات　　بے مزہ ہم کہیں تو کیا کہویں
تجھ سے واں کچھ کہا نہیں جاتا　　قاصدا ہم کہیں تو کیا کہویں
بن کہے ہی وہ اے ظفر ہم سے　　ہے خفا ہم کہیں تو کیا کہویں

دیگر

کوئی آئینہ دل کا نہیں کہ جہاں رخ یار کی جلوہ نمائی نہیں
یہ قصور ہے اپنی نظر کا فقط جو کہ دیتا وہ ہم کو دکھائی نہیں
تیری زلف دوتا نپٹ ہوش ربا وہ ہے دام بلا کہ بچائے خدا
کہ جو اس میں پھنسا وہ پھنسا ہی رہا کبھی اسکی امید رہائی نہیں
کہا میں نے جو اس سے کہ اس کو بجھا یہ دل میں گیا ہے تو آگ لگا
تو یہ سن کے وہ ناز سے کہنے لگا مجھے آتی لگائی بجھائی نہیں
وہ رہے ہے ملا ہوا آٹھ پہر مگر اس سے جدائی ہے تو آٹھ پہر
کرے دور دوئی کو یہ دل سے اگر تو پھر اس میں اور اس میں جدائی نہیں
نہیں منہ سے تو کہتا اگرچہ ہے تو کوئی بات کدورت دل کی کبھی
ولے غور سے دیکھا تو آئینہ رو ترے دل میں ذرا بھی صفائی نہیں
جو بھلے ہیں بھلے ہی رہیں گے سدا کوئی ہووے برا انہیں کام ہے کیا
جسے کہتے نہیں منہ سے وہ اپنے بھلا کبھی کہتے پھر اسکی برائی نہیں
تری پلکوں سے کس لیے آٹھ پہر یہ ٹپکتا ہی رہتا ہے خون جگر
تری چشم پر آب میں اسکا ظفر جو تصور دست حنائی نہیں

کس زلف کے سودے کی ہے تاثیر ہوا میں　　ہے موج دخاں صورت زنجیر ہوا میں
دیتے ہیں بگولے کو مری خاک سے چکر　　ابتک ہے مری گردش تقدیر ہوا میں
ساقی سپر جام کو کیا ہاتھ سے رکھے　　ہر موج ہوا لگتی ہے شمشیر ہوا میں
جاتا ہے اوڑا کیا طرف اس صید فگن کے　　مرغ دل وحشی روش تیر ہوا میں
آجائے جو خاک قدم یار مرے ہاتھ　　جون خاک اوڑا دوں ابھی اکسیر ہوا میں
کہدیں وہ جسے یہ ہے ہوا خواہ ہمارا　　آجائے نہ کیوں باعث تقدیر ہوا میں
کیا کیا ہو ہوا مشک فشاں اے ظفر اسدم　　جب کھول دے وہ زلف گرہ گیر ہوا میں

دیگر

نہیں ٹیکے جمائے یار نے اپنے دوابرو میں		بنایا مانگ سے قبضہ لگا کر شاخ آہو میں
پڑیں کیا پانوں زنجیریں ترے مجنوں کی زندا میں		نکل جائے اگر صحرا کب بھی کانٹے قدم چو میں
خدا جانے کہ سینہ میں مرے کیا رنگ ہے دل کا		نظر آتی ہے کچھ آمیزش خوں آج آنسو میں
گہر ہے کان میں اس مہروش کے یہ میں حیراں ہوں		ستارہ جلوہ گر خورشید کے ہے کیونکہ پہلو میں
نجانا چاہیے کوچے میں اس کے بچ کہا تو نے		پر اے غمخوار کیا کیجے نہیں دل اپنے قابو میں
اگر برپا ہو طوفان دیدہ غمخوار سے میرے		تو ہووے کشتی افلاک تک بھی غرق لوہو میں
مزا برسات میں ہے ساقیا یوں بادہ نوشی کا		اودھر ابر سیہ جھومے ادھر مستی میں ہم جھومیں
اگر زنجیر ہوتی توڑ کر کب کا نکل جاتا		دل دیوانہ کو باندھا ہے تو نے اپنے گیسو میں

اگر گلگشت کو جائے ظفر وہ رشک گل میرا		بہار آئی مچائیں عندلیبیں باغ میں دھو میں

تری نگا جو اے فتنہ زمان دوڑیں		تو دل پلا کھوں بلا ہائے نا گہاں دوڑیں
ہمارے حال سے وہ بے خبر نہیں آگاہ		وگرنہ یہ خبریں ہیں کہاں کہاں دوڑیں
غم فراق کے ہاتھوں سے ہو کے فریادی		زمین سے آہیں مری سوئے آسماں دوڑیں
اگر چہ آنکھیں تری پرنیاں ہیں پر ایشوخ		شکار دل پہ مرے جیسے چیتیاں دوڑیں
ہوا سے کیوں مری زلفیں لگی ہیں لہرانے		یہ ناگنیں کسے ڈسنے کو دلستان دوڑیں
بلائیں لینے کو پریاں تری پرستان سے		ہوا کے گھوڑوں پہ چڑھ چڑھ کے میری جان دوڑیں
زبان پر آیا نہیں اپنے ایک حرف ظفر		کہ پہلے ہی سے یہاں اونکی چٹھیاں دوڑیں

دیگر

نور تیرا ہے فقط شمس و قمر میں کچھ نہیں		آتا یان تیرے سوا اپنی نظر میں کچھ نہیں
پہونچے گے کیونکر چمن تک ہم قفس سے چھوٹکر		طاقت پرواز اپنے بال و پر میں کچھ نہیں
کوئی دم مہمان ہے یہ مثل چراغ صبحدم		جلد آباقی ترے تفتہ جگر میں کچھ نہیں
دون گہر و کیونکہ میں تشبیہ اپنے اشک سے		آبداری رو برو اسکے گہر میں کچھ نہیں
تو مسافر ہے یہاں اٹھ فکر کچھ چلنے کی کر		دیکھ غافل اسقدر غفلت سفر میں کچھ نہیں
جیب میں ہو یا کمر میں ہو تو ہو خط کا جواب		ہمنشیں ظاہر تو دست نامہ بر میں کچھ نہیں
سینکڑوں مہمان چلے آتے ہیں صورت آشنا		اور اپنے صورت آئینہ گھر میں کچھ نہیں

ہے چمک کیا کیا دکھاتی ہستی ناپائدار
پھر جو مثل برق دیکھو لحظہ بھر میں کچھ نہیں

کر چکے ہم اشکباری عشق میں پہلے ظفر
اب تو جز خون جگر اس چشم تر میں کچھ نہیں

دیگر

محبت کے سبب پڑتا ہے یہ انسان جوکھوں میں
وگر نہ ڈالتا ہے کون اپنی جان جوکھوں میں

انہیں جوکھوں ہے کیا دنیا میں جو ہیں بے سروسامان
پڑے ہے آپ منعم باعث سامان جوکھوں میں

محبت ہے جنہیں زر کی نماز ان کی نہ پوچھو تم
اگرچہ سر ہے سجدہ میں مگر ہے دھیان جوکھوں میں

جگہ جوکھوں ہے اسمیں پہلے رکھ لے سر ہتھیلی پر
کہ جو آکر رہا یاں وہ رہا مہمان جوکھوں میں

یہ وہ جوکھوں ہے اس میں پہلے رکھ لے سر ہتھیلی پر
نہیں رکھتا قدم کچھ عشق کے آسان جوکھوں میں

گرہ اوس زلف کی کھولے تو کردو منع شانہ کو
کہ ڈالے ہے کس کے ہاتھ کیوں نادان جوکھوں میں

ظفر مائل ہو جو آن و ادا پر اس ستمگر کے
اٹھائے جان پر جوکھوں رہے ہر آن جوکھوں میں

اپنے غرفہ سے جنہیں آپ ذرا جھانکتے ہیں
پھر سنو اونکی تو کیا کیا وہ زٹل ہانکتے ہیں

شب کو گلزار پر ایک اوس سی پڑ جاتی ہے
منہ کو شبنم کے دوپٹے سے جو وہ ڈھانکتے ہیں

بیچو بازار محبت میں مرا گوہر دل
پوچھو تم جوہریوں سے کہ وہ کیا آنکتے ہیں

کوئی گل اور کھلا چاہتا ہے رشک چمن
آپ کرتی پہ نئے رنگ سے گل ٹانکتے ہیں

کچھ تو آتا ہے انہیں دشت نوردی میں مزا
خاک صحرا کی جو دیوانے ترے پھانکتے ہیں

بل بے نفرت کہ ہمیں دیکھ کے خوبان فرنگ
جلد جلد اور بھی بگھی کو سوا ہانکتے ہیں

بھی ظفر جنکو خدا نے صفت ستاری
کھولتے عیب کسی کے وہ نہیں ڈھانکتے ہیں

یوں شعلہ سوز غم سے اٹھا و لگے داغ میں
جیسے بھڑک گیا ہو فتیلہ چراغ میں

رخ پر ترے پسینوں کے قطروں سے ہے بہار
کیا پھول چاندنی کے ہیں مہتاب باغ میں

ناصح نصیحتیں تری ہم سن چکے بہت
خاموش ہو کہ اب نہیں طاقت دماغ میں

اے مست ناز پیتے ہیں تجھس بجائے ہے
ہم بھر کے اشک دیدہ تر کے ایاغ میں

ڈھونڈے ہزار کوئی نہ ونکا ملے پتہ
جو گم ہوئے ہیں تیرے کمر کے سراغ میں

یہ لاغری سے حال ہے دیوانہ کا ترے
اڑتا ہوا کے ساتھ ہے تنکا سا راغ میں

دنیا سے جس نے کھینچ لیا ہاتھ اے ظفر
پھیلا سے پانوں کیوں نہ وہ کنج فراغ میں

دیگر

اے جنوں کیونکر اتار اپنی تجھے پوشاک دون
ہے لباس خاک تن پر دوں تو میں کیا خاک دوں

کیا تماشا ہے کہ دے ہر دم مجھے تو گالیاں
اور میں تجکو دعائیں اے بت بیباک دوں

اس نے قاصد سے کہا دوں کیا جواب خط تجھے
ہے جواب اسکا یہی میں خط کو کرکے چاک دوں

جی میں آتا ہے دکھا کر گردش چشم اسکی میں
اور بھی چکر تجھے اے گردش افلاک دوں

اس تڑپنے کا مزا جب ہے دل بسمل کہ میں
جان قدموں پر ترے اے قاتل سفاک دوں

دل تو کیا ہے جو ندون میں تجکو بلکہ دل کے ہاتھ
صبر دوں تاب و توان و ہوش دوں ادراک دوں

مرد نیکوں کا رکو دنیا سے آمیزش ہو گیا
اے ظفر یہ پاک جوہر اور وہ ناپاک دوں

دیگر

شمیم زلف پرور ہے عجب زلف سمن بر میں
نہ ایسی مشکل میں بو ہے نہ ایسی بو ہے عنبر میں

یہ ریشم کی ہے ڈوری پڑی گردن میں آہو کے
اسے تحریر کا جل کی نہ سمجھو چشم دلبر میں

عجب کیا گر جلائیں یہ بتان سنگدل تجکو
کہ دل انکے ہیں پتھر اور نہاں ہے آگ پتھر میں

یہ سوجھا دیکھ عکس چشم آئینہ میں مستوں کو
چھٹی دریا میں کشتی یا جہاز آیا سمندر میں

ہوے یوں جلوہ گر دندان لب لعلیں کے کھلنے سے
کہ گویا سلک ڈر ہے درج یا قوت احمر میں

نکالوں کس طرح زنجیر کو میں پانو سے اپنے
پسند آئی ہے وحشت کو یہی پازیب زیور میں

ظفر وہ قہر وہ آفت ہے گردش میرے طالع کی
کہ ہے باعث سے جس کے آسمان وزات چکر میں

دیگر

تمہاری زلف مشکیں کے طرف جو میل کرتے ہیں
وہ ہر شب ورد اپنا سورہ والیل کرتے ہیں

برابر ڈھاکے کر دیتے ہیں سب دیوار و در گھر کے
رواں جب چشم سے ہم آنسوؤں کی سیل کرتے ہیں

ترا عاشق ہو یا وامق ہو یا فرہاد یا مجنوں
محبت میں سب ان کو شامل اک ذیل کرتے ہیں

گزارہ کرتے ہیں زیر فلک ہے بے سر و سامان
نہ چھپر کرتے ہیں تجویز نے کھپریل کرتے ہیں

وہ جب آراستہ کرتے ہیں پلٹن اپنی مژگان کی
تو ناز و غمزہ کو کپتان اور جرنیل کرتے ہیں

انہیں منظور سب سے پہلے ہے سر کاٹنا میرا
کہ سر بازو میں اپنے وہ مجھے سرخیل کرتے ہیں

نہ جس کو عقل ہو اور ہو کتابوں سے لدا پھرتا
ظفر اوس آدمی کو ہم تصور بیل کرتے ہیں

جا کام ہو گریہ سے مرے ایک گھڑی میں
وہ ہووے نہ باراں سے کئی دن کی جھڑی

یہ انجم گردون کو تمنا ہے کہ ہم بھی
ہوں موتیوں کی جا ترے جھومر کی لڑی میں

ہے آب بقا پردہ ظلما میں پنہاں
دیکھ اوس لب جانبخش کو مسی کی دھڑکن میں

جو پارہ دل ہیں مژدہ تر پہ نہوں گے
ایسے گل رنگین کہیں پھولوں کی چھڑی میں

انسان کو مناسب ہے کرنے بات پہ نرمی
کہہ دے نہ کڑی منہ سے نہیں ل کڑی :

وذات کی گھڑیوں کی گھڑی دیکھ نہ غافل
دم دم کا ہے احوال ترے دل کی گھڑی :

وہ جیسے ہیں دل جانتا ہے خوب ہمارا
ہم اے ظفر آئے ہیں کوئی ان کی تڑیک میں

دشمن جو حسینوں کو ہم جان کے کہے ہیں
یوں ہیں نہیں کہتے ہیں کچھ جا کے کہتے

ہم تیری طرح کافر جھوٹے نہیں الفت میں
جو کہتے ہیں ساتھ اپنے ایمان کے کہے

جو روئے کتابی کو کہتے ہیں ترے قرآن
وہ خط کو تری معنی قرآن کے کہے

یاروں سے کہو دیکھیں عالم مرے رونیکا
یہ قصے پورانے کیا طوفان کے کہے

اسرار محبت کو کیا جانے تو اے ناصح
نادان ہیں جو ہم آگے نادان کے کہتے

غماز ہیں تم جن کو ہمراز سمجھتے ہو
جو کہے ہو وہ ہم سے سب آن کے کہے

بھید اپنا ظفر سب کہدیتے نہیں دانا
کہتے ہیں تو اسان کو پہچان کے کہتے

غیر اونے سو طرح کی گفتگو رکھتے تو ہیں
یہ مزا اب تک وہ ہم سی ای سو رکھتے تو

تجھ سے کو جانل نہیں پہ اپنی ہم تیغ زبان
واسطے دشمن کے تیز اے تند خو رکھتے تو ہیں

چشم پہ آب و دل پہ خون کی دولت اپنے پاس
ہم بھی اس بت خانہ میں جام سبو رکھتے تو

یہ نہیں معلوم وہ تقدیر میں ہے یا نہیں
ایک وصل یار کی ہم آرزو رکھتے تو

جو اثر ہے آہ نالہ میں ہمار وہ کہاں
نغمہ خوش مطربان خوش گلو رکھتے تو ہیں

وہ بے کے واسطے قبر شہید ناز پہ
جائے گل لالہ کے برگ ناز بو رکھے تو

ہم ان کی زلف کو ہاتھوں سے جب سنوارتے ہیں
تو دانتوں کاٹت ہیں اور وہ لاتیں مارتے

نہ آؤ گر نہیں آتے مگر جواب تو دو
تمہارے در پہ کھڑے شب سے پکارتے

کوئی تو ان کی نظر پہ چڑھا ہے جو ہم کو
گرا تے اانکھ ہیں ویسے وہ اٹا تے ہیں

جو تیری چاہ میں ڈوبا وہ کب ابھرتا ہے
ہزار اس کو اگر آشنا ابھارتے ہیں

قمار عشق میں رہتی ہے بازی اون کے ہاتھ
وہ جان ہار کر جان اپنی سکیں ہارتے ہیں

کب ایک جام سے ہوت ہیں ساقیا سیراب
وہ بادہ کش کہ جو یان خم کے خم ڈکاتے ہیں

ظفر جو کھینچتے ہیں ہاتھ اپنا دنیا میں
ہمیشہ پانون وہ آرام سے پسارتے ہیں

ترا سا غمزہ و ناز اے صنم کسو میں نہیں
جو تجمیں ہے وہ خدا کی قسم کسو میں نہیں

بغیر رنج کے کوئی نہیں ہو کار جہاں
مگر جو عشق میں ہے رنج و غم کسو میں نہیں

گہرے اشک کے کیا موتیوں کو دون نسبت
جو اس میں آب ہے اے چشم نم کسو میں نہیں

اگرچہ ہیں چمن دہر میں ہزاروں گل
ولیک بوے وفا پاتے ہم کسو میں نہیں

نہ موج میں ہیں نہ زنجیر میں نہ سنبل میں
جو اس کی زلف میں ہیں پیچ و خم کسو میں نہیں

سب اوس کو دیکھ کے حیران ہیں صورت تصویر
ہوا یہ حال گویا کہ دم کسو میں نہیں

خط اوس نے بھیجے کئی لکھ کے او ظفر ہم کو
پہ ایک حرف محبت رقم کسو مین نہیں

خواہ میں ہوں راہ پہ اور خواہ میں گمراہ ہوں
لیکن اس بت کا فدا سے صورت دلخواہ ہون

گو خیدہ پشت ہون مین ضعف سے مثل کمان
پہ لگاتا سینہ گردون مین یہ آہ ہون

خاک مین مجھ کو ملا لیکن گزرا س راہ سے
مثل چشم نقش تکتا پہ تی مین راہ ہون

کنج تنہائی مین میرا مونس جان کون ہے
رکھتا اک غم خوار اپنا مین غم جانکاہ ہون

یہ جو دل کی بیقراری مین کبھی کرتا ہون آہ
اپنے حال دل سے میں کرتا اسے اآگاہ ہون

چھوٹتا ہے کب برنگ سایہ مجھسے تیرا ساتھ
تو کہان چلتا چل مین بھی ترے ہمراہ ہون

عشق کی دولت مجھے حاصل ہوئی پہ نقد داغ
اے ظفر مین عشق کا کیونکر نہ دولتخواہ ہون

دیگر

ہماری اور مجنون کی جو تصویریں ہیں دو کھچیان
تو یکسان پانون مین دونوکی زنجیرین ہین دو کھچیان

کھنچی اک آہ دل سے اک جگر سے ناتوانی مین
بڑی مشکل سے کر کے لاک تدبیرین ہین دو کھچیان

نہیں لکھا قلم ٹھہرا کے خط وہ دونون عارض پہ
مگر جلدی مین یہ قرآن کی تفسیرین ہین دو کھچیان

دیا ترک وفا و مہر کی باتوں کو طول اتنا   زیادہ حد سے ناصح کی یہ تقریریں ہین دو گھڑیان
بچیں ہم دیکھئے کیونکر تری تیغ دوا برو سے   کر اپنا ایک دم اور اس پہ شمشیریں ہین دو گھڑیان
لگیں کیونکر نہ کھینچ کر اے ظفر دو تیرے دل مین   دو چشم یار مین سرمہ کی تحریریں ہین دو گھڑیان

دیگر

ایک بد گو ہو تو مین اوس کے سخن کو پکڑون   وان سبھی ایسے ہین کس کس کے دہن کو پکڑون
سوچتا جی مین ہون اس زلف در گوش کو دیکھ   سانپ کو پکڑون کہ سانپ کے من کو پکڑون
ہے تصور مین تری چشم کے وحشت کا یہ جوش   گر گردون دشت مین یک جست ہرن کو پکڑون
ہم صفیر و کہو کیا کیجے کہ آیا صیاد   لے کے پھر دام کہ مرغان چمن کو پکڑون
گر کے دل چاہ زنخدان مین یہ کہتا ہے کہ مین   کیونکہ اوس زلف معنبر کی رسن کو پکڑون
کون ہے چور مرے دل کو چرالیا کس نے   خال رخ کو ترے یا خال ذقن کو پکڑون
خاک پا فخر جہان کا وہ ظفر ہون کہ جو اور   پکڑیں قدمون کو تو مین ان کے چرن کو پکڑون

عجب اعجاز ہے بلبل ہوا مین   چراغ گل نہ دیکھا گل ہوا مین

مطلع ثانی

جو مشک افشان ہو وہ کاکل ہوا مین   نہ آئے نکہت سنبل ہوا مین
اوڑے گر خاک دیوانہ کی تیرے   اٹھے زنجیر کا سا غل ہوا مین
ہوا مین آ کے کس نے زہر اوگلا   کہ سمیت ہوئی بالکل ہوا مین
ترے کوچہ تلک پہونچی ہے آخر   ہماری خاک مل جل کر ہوا مین
دل سرد آہ سے اس طرح پگھلا   کہ جیسے برف جائے گل ہوا مین
ہوا ہے مے سے برہم کیونکہ ساقی   پئیں خوش ہو کے جام مل ہوا مین
ظفر ہے گلشن عالم معطر   گئے ہین بال کس کے کھل ہوا مین

مین نہیں اس میکدہ مین آج کل سے مست ہون   مے پرست عشق ہون روز ازل سے مست ہون
کہتی ہے مجھ سے حذر کر اس کی چشم خانہ جنگ   دیکھ اب مین نشہ جنگ و جدل سے مست ہون
دیں اگر آب بقا بھی مجھکو جانون آب تلخ   اس قدر جام تمنا ئی اجل سے مست ہون

بوسہ خال لب جانان کی کیفیت نپوچھ
ہین فزون ہے سے اس افیون کے عمل سے مست ہون

دل مین ہے میرے جو کیفیت شراب عشق کی
مین بھی اپنے شیشہ زیر بغل سے مست ہون

فاقہ مستی ہے مری دولت کی مستی سے فزون
مین فقیری مین سوا اہل دول سے مست ہون

ڈھونڈھے صحبت صوفیوں کی وہ جو ہو صوفی منش
مجھ کو رندو خوش آتے ہین مستو کے جلسے مست ہون

پہونچی ہے اس کے لب شیرین سے کیفیت مجھے
کوئی ہو گا مست مے سے مین عسل سے مست ہون

ہے سخن مین میرے کیفیت عجب ہی ذوق سے
اے ظفر ہو جاتا مین اپنی غزل سے مست ہون

دیگر

دن کی میرے بیقراری مجھ سے کچھ پوچھو نہیں
شب کی میری آہ و زاری مجھ سے کچھ پوچھو نہیں

بار غم سے مجھ پہ روز ہجر مین ایک اک گھڑی
کیا کہون ہے کیسی بھاری مجھ سے کچھ پوچھو نہیں

شام سے تا صبح جو بستر پہ تم بن رات کو
مین نے کی اختر شماری مجھ سے کچھ پوچھو نہیں

کیا کہوں جو کچھ تھا کہنا مین گیا بالکل وہ بھول
دیکھ کر صورت تمہاری مجھ سے کچھ پوچھو نہیں

خاکساری اپنی کی برباد در پہ آپ کے
مین نے کی جو خاکساری مجھ سے کچھ پوچھو نہیں

آتا ہے رونا زیادہ پوچھنے سے اور بھی
ماجرائے اشکباری مجھ سے کچھ پوچھو نہیں

خنجر مژگان و تیر ناز و تیغ غمزہ سے
دل پہ جو ہین زخم کاری مجھ سے کچھ پوچھو نہیں

میری صورت ہی سے بس معلوم کر لو ہمدمو
تم حقیقت میری ساری مجھ سے کچھ پوچھو نہیں

اے ظفر جو حال میرا کرونگا گر بیان
ہو گی اون کو شرمساری مجھ سے کچھ پوچھو نہیں

دیگر

ہم مریض ہجر ہین ہم مین رہا دم کچھ نہیں
جز شراب وصل دارو چاہتے ہم کچھ نہیں

جبکہ ہم جائین گے وہان کیا ہم سے پوچھا جائے گا
غم اگر ہے تو یہی ہے اور تو غم کچھ نہیں

ہے یہ زیبا زلف ہی کے واسطے تیرے لئے
اپنے آشفتہ سے ہوا اتنا برہم کچھ نہیں

صاف کھل جائے گا محبوب مین میرا راز دل
دیکھ اتنا پھوٹ بہنا چشم پر نم کچھ نہیں

خوب جو دیکھا تو شمشیر صفاہانی مین بھی
روبرو اس ابرو خمدار کے خم کچھ نہیں

مشک و الماس و نمک بھر دے ملا کر چارہ گر
واسطے زخم جگر کے میرے مرہم کچھ نہیں

خوب ہے وہ اک جہان جس کو کہے خوب اے ظفر
کچھ نہیں وہ جس کو کر دے ایک عالم کچھ نہیں

ہر رات سبھی اپنے آرام کو سوتے ہین — ہم جاگتے ہین تم بن گو شام کو سوتے ہین
کیا عشق کے صحرا مین ہیخوف و خطر عاشق — گم کر کے رہ کفرو اسلام کو سوتے ہین
ہر شب ہمیں فرقت مین روتے ہی گزرتی ہے — نے صبح کو سوتے ہین نے شام کو سوتے ہین
کر لین ترا نظارہ گر خواب مین تو آئے — ہم شب کو جو سوتے ہین اس کام کو سوتے ہین
ہم بستر راحت پہ یارو وہ دراز اپنے — اونے نہ کہو میرے پیغام کو سوتے ہین
مہکے ہوئے اٹھے ہے خوشبو مین سحر جس شب — ہم لیکے بغل مین اس گلفام کو سوتے ہین
بیہوش اون آنکھون کے ہم یون ہیں تصویر مین — گویا کہ ظفر پی کر دو جام کو سوتے ہین
خدا کا گھر اے زاہد جوکے آستانون مین — جگہ سجدہ کی ہے ان کے کف پا کے نشانون مین

مطلع ثانی

رہی صحبت کہان بوڑھوںمیں نے لیول اور جوانوںمیں — کہیں بھی تیر دیکھے ٹھہرتے سوتی کمانون مین
لگاؤ نیچے تم اور بھی اک نیم غمزدہ کا — ابھی کچھ جان باقی ہے تمہارے نیم جانوںمیں
تری زلفون نے مثل مار شاید زہر اگلا ہے — کہیں سبزے ہیں یہ کان ملاحت ترے کانوںمیں
خرابی ہو گی دیکھو گر کریگا اشک غمازی — کہ ہے اے حضرت دل یہ تمہارے راز دانوںمیں
کرون نالے غم فرقت مین اگر اس مہر طلعت کے — تو برپا شور ہو یکبار ساتون آسمانون مین
میسر بوسہ لب جو تیرے ہووے یاقوتی — ابھی تاب و توان آ جائے تیرے ناتوانوںمیں
اگر لائیں زبان پہ قصہ جانسوز کو میرے — تو پڑ جائیں پھپھولے قصہ خوانوںکی زبانوںمیں
ظفر جو کچھ ہے منظور خدا معلوم کس کو — نہیں ہے عقل کو کچھ دخل اس کے کارخانوںمیں

دیگر

بستے تھے وہ جو لوگ یہان کوئی بھی نہیں — خالی پڑے ہین اونکے مکان کوئی بھی نہیں
دلسوز غیر سوز نہان کوئی بھی نہیں — ہمدم سوائے آہ فغان کوئی بھی نہیں
سن جاتے میرا حال ہین سب مجھ سے غمگسار — پر کرتا ونسے جا کے بیان کوئی بھی نہیں
ہین یون تو گلعذار ہزارون جہانمیں — پر تجھ سا شوخ غنچہ دہان کوئی بھی نہیں
معلوم رفتگان عدم کا ہو کیونکہ حال — آیا وہان سے پھر کے جہان کوئی بھی نہیں
دے یاد سے بھی وہ مرے دل کی خبر مجھے — قاصد سوائے اشک روان کوئی بھی نہیں

دل مین تسکین ہو کیون نہ غم یار آن کر　　　اس سے تو بہتر اور مکان کوئی بھی نہیں
موجود ہین وہ چھوڑ گئے جو کہ نام نیک　　　باقی اگرچہ اونکا نشان کاتی بھی نہین
مین دل کو جانتا تھا بڑا دوست عشق مین　　　دیکھا تو ایسا دشمن جان کوئی بھی نہین
شکوون سے یون تو دل ہے لبالب مگر کبھی　　　آتا ہمارے تابزبان کوئی بھی نہیں
لون کس کو اپنے ساتھ رفاقت مین اے ظفر
صبر و شکیب و تاب و توان کوئی بھی نہیں

لب و دہن کے مزے بوسے وہ اگر دو تین　　　بلا سے گالیان دے منہ سے سیکڑ دو تین
جواب خط کا نہیں واسطے ایک بھی لاتا　　　روزانہ کرتے ہین ہم روزنامہ بہ دو تین
نہو تسلی دل میری اک جراحت سے　　　نہ جب تلک کہ ہون زخم اور کرگر دو تین
زیادہ مجھ سے نہیں قیس و وامق و فرہاد　　　اگرچہ عشق مین ہین یہ بھی نامور عو تین
نئے نئے انھیں دو تین بات فتنے روز　　　جہان مین تجھ سے جو ہون اور فتنہ گر دو تین
وہ سن کے نام مرا کچھ نبولے خبر ہوئی　　　کہ وان تھے اور اسی نام کے بشر دو تین
چلے جہان سے مرے ساتھ رنج و درد الم　　　ہین اس سفر مین میرے یہ ہم سفر دو تین
جگر سے میرے اگر ایک خار غم نکلا　　　چبھو دیے حسرت نے نیشتر دو تین
وہ کہتے تھے کہ ہم اک دو گھڑی مین آتے ہین
نہ آئے ظفر اور دن گزر دو تین

ملائین اپنی قسمت کیاکو کاروکی قسمت مین　　　خدا جانے کہ کیا ہم نہگارون کی قسمت مین
نہ پایا بوسہ اس لب کا مریضان محبت نے　　　نہ تھا یہ شربت عناب بیماروکی قسمت مین
چلے میری طرف سے خط جو میرا مجھ سے لکھوا کر　　　لکھا ہے کچھ برا میرے طرفدارون کی قسمت مین
نہیں قسمت پہ اپنے ناز ہے اس عشقبازی مین　　　کہ یہ کار لیاقت ہم سے ناکاروکی کی قسمت مین
سر ہر خار صحرا آبلہ پانوئکا میرے　　　عجب مندیل رکھی سر پہ تھی خاروکی قسمت مین
پھنسیں کیون آنکر دام بلا سے زلف مین بیرے　　　رہائی ہو اگر تیرے گرفتاروکی قسمت مین
ظفر وہ جنس ناکارہ ہوئیں لین مول و تجکو　　　کہ سرتا پا زیان ہو جن خریداروکی قسمت مین

دیگر

منہ کیا جو راز الفت غیر اے صنم بتا دین　　　یا ہم کرم بتا دو یا تم کو ہم بتا دین

راحت ہمارے حق میں ہے یہ غم محبت
ہم کس طرح سے ناصح راحت کو غم بتا دیں

جو کچھ جواب خط میں اس نے لکھا ہے ہم کو
قاصد کی شکل ہی سے ہم یکقلم بتا دیں

محو کمر کی اپنے پوچھ ان سے تو حقیقت
جو حال رفتگان ملک عدم بتا دیں

کہتا ہے تو کہ میں نے تم پہ کیے ستم کیا
جو جو کیے ہیں تو نے ظلم و ستم بتا دیں

تم شب کو لاکھ جاؤ چوری سے گھر کسی کے
ہم دیکھ کر تمہارے نقش قدم بتا دیں

آتے ہیں جام مے میں کیا کیا نظر تماشے
کیونکر ظفر نہ اس کو ہم جام جم بتا دیں

دیگر

جب منعکس ہو وہ رخ روشن شراب میں
کیا فرق ہو شراب میں اور آفتاب میں

مطلع
ثانی

آنسو نہ سمجھو یہ مری چشم پر آب میں
اعجاز سے ہے عشق کے دریا حباب میں

مطلع
ثانی

اللہ ری شرم آئے جو وہ شب کو خواب میں
پنہاں رکھا حجاب سے منہ کو نقاب میں

خوشبو ہے جو پسینہ میں اے گلبدن ترے
نے وہ گلاب میں ہے نہ عطر گلاب میں

دل میرا یک کیا ہزاروں ہی اس نے دل
باندھے کمند کا کل پر پیچتاب میں

میرے دل شکستہ میں آ کر رہے وہ کیا
رہتا ہے کون ایسے مکان خراب میں

یوں آنسوؤں کے ساتھ پیا ہم نے خون دل
جیسے ملا کے پیتے ہیں پانی شراب میں

منت کش اجل نہوئے ہم کر ہو گیا
کام اپنا تیری ایک نگاہ عتاب میں

اس بیوفا کو دو نہ دل اپنا تم اے ظفر
ڈالو نہ اپنی جان کو دیکھو عذاب میں

ہم کہیں اے نگار رہتے ہیں
لیکن تجھ پر نثار رہتے ہیں

ہم نہ شعلہ ہیں نے شرر ہیں نہ برق
پر سدا بیقرار رہتے ہیں

نہیں اس گل کو کچھ اثر ہوتا
نالہ کش ہم ہزار رہتے ہیں

صورت نقش پا گلی بن ترے
ہم بھی اک خاکسار رہتے ہیں

شمع سان سوز دل نہیں بجھتا
گرچہ ہم اشکبار رہتے ہیں

اپنے دامن میں دولت اشکوں کے
گوہر آب دار رہتے ہیں

ایک رنجش انہیں سے ہے ورنہ   آپ کے سب سے پیار رہتے ہیں
چشم مست اس کی لے ہی جائے ہے ہوش   گرچہ ہم ہوشیار رہتے ہیں
جب پی ہے شراب عشق ظفر   ہم نہیں بے خمار رہتے ہیں

دیگر

کہی نہ اس نے جو تھی بات جی میں   رہی جی کی وقت ملاقات جی میں
لگایا نہ ہاتھ ان کو تنہائی میں بھی   تمنا رہی اپنی ہیہات جی میں
دکھاتے ہیں جب اپنی ہم اشکباری   خجل ہوتی کیا کیا ہے برسات جی میں
سمجھے کسی کو نہیں مال و دولت   یہ سمجھے ہے کیا اپنی بد ذات جی میں
بچھائی ہے واں ہم نے شطرنج ایسی   حریف اپنے پہلے ہی ہوں مات جی میں
تصور میں گیسو و عارض کے تیرے   کہوں کیا جو آتی ہے ذرات جی میں
دل ایسے نکیلے کو کیونکر نہ دیجے   کہ جس کی چبھے اے ظفر گات جی میں

دیگر

سب سلامی ہوں اگر اہل سخن تھوڑے ہیں   شہ کے اوصاف بہت اور دہن تھوڑے ہیں
جگر عابد مظلوم پہ ہیں داغ بہت   اور یہ انجم گردوں کہن تھوڑے ہیں
غم شبیر میں دیکھو یہ بڑی دولت ہے   آگے اک اشک کے سو در عدن تھوڑے ہیں
قتل میں شہ کے توقف جو کوئی دم ہے تو ہے   سہنے کچھ اور ابھی رنج محن تھوڑے ہیں
جسم پہ سرور دیں کے سر میدان قتال   نیزہ تیر بہت سوے بدن تھوڑے ہیں
تن زخمی میں جو پوشیدہ تہ گرد و غبار   تو شہیدوں کے لئے کیا یہ کفن تھوڑے ہیں

قطعہ

کہتے تھے سرور دیں غم نہیں گر ساتھ مرے   قوم باکم ہیں رفیقان وطن تھوڑے ہیں
لشکر شام کو ایک ایک دلاور ہے بہت   گرچہ ظاہر میں یہ ہفتا دو تن تھوڑے ہیں
اے ظفر شہ کی سلامی کو برائے گلگشت
گر ملیں خلد میں کتنے ہی چمن تھوڑے ہیں

غیر نے آج ترے رات سحر کی گھر میں   نہ کھلی بات کسی پر رہی گھر کی گھر میں
رات بھر ہم رہے تیرے پس دیوار پڑے   کسی جاسوس نے بھی یہ نہ خبر کی گھر میں

دل جلوں کو نہیں درکار چراغ خانہ   روشنی تھوڑی ہے کیا داغ جگر کی گھر میں
اشک گلگوں سے نظر آئے ادھر کیا کیا گل   چشم پر خون سے جدھر ہم نے نظر کی گھر میں
شمع کی طرح سے یاد قد رعنا میں ترے   ہم نے سولی پہ سدا رات بسر کی گھر میں
چشم کی طرح سے صاحب نظروں نے دیکھو   سیر کیا کیا نہیں بے رنج سفر کی گھر میں
مدعی وہ جو چھپے بیٹھے تھے بھاگے چھپ کر
آمد آمد جو ہوئی رات ظفر کے گھر میں

گنہ سے ہم نہیں خالی گناہگار تو ہیں   پر اس کی لطف و کرم کے امید وار تو ہیں
بلا سے جان گئی اپنی عشق میں لیکن   وہ ہم کو جان گئے اپنا جان نثار تو ہیں
زیادہ بھڑکے گی کیا اور دل میں آتش عشق   نکلے ہر بن مو سے مرے شرار تو ہیں
وفور اشک سے گو سوز دل بجھے نہ بجھے   پر اپنی آنکھوں سے ہم رہے اشکبار تو ہیں
بلا گر جگر و دل ہیں داغ داغ اپنے   ہمیشہ دیکھتے ہم سیر لالہ زار تو ہیں
لگائے دیکھئے یا رب وہ اور کتنے تیر   کہ دل میں ہو گئے روزن کئی ہزار تو ہیں
نہ برق میں کوئی شعلہ نے شرار ہیں ہم   مگر تپش سے محبت کے بیقرار تو ہیں
اگرچہ کیسے ہی عیار و پر فریب ہیں وہ   مگر یہ بھی غنیمت بلا سے یار تو ہیں
شراب پی کہیں یا رات بھر کہیں جا کے   کچھ آنکھیں ان کی ظفر پر خمار تو ہیں
دیگر

قاصدا خط لکھوں یار خلوت میں لکھوں   کس طرح راز نہاں بیٹھ کے خلوت میں لکھوں
مطلع
باقی

کبھی ایک حرف نہ میں تیری شکایت میں لکھوں
جو لکھوں سو وہ ترے شکر عنایت میں لکھوں

یہ جو پڑھتے ہیں سیہ کار سحر اٹھ کر نماز
اس کو عادت میں لکھوں میں نہ عبادت میں لکھوں

شمع کی جل اٹھے مرے خامہ کی زبان
اگر اک حرف ترے وصف شرارت میں لکھوں

وہ جو مطلب ہی نہ لکھوں اسے میں کیا ممکن
نامہ بر یار کو نامہ کسی حالت میں لکھوں

وہ سمجھ لے اس اور غیر نہ سمجھے ہر گز
اصطلاحیں خط اسے کچھ ایسی عبارت میں لکھوں

ہے کہاں عیش نصیب اس کو جو تحریر کروں
ہاں مگر رنج لکھا ہے مری قسمت میں لکھوں

صفحہ چرخ پہ ہے جائے کہاں جو غم دل
قلم آہ سے اپنے شب فرقت میں لکھوں

اے ظفر کاغذ ابری پہ لکھوں میں اس کو
قلم آہ سے اپنے شب فرقت میں لکھوں

ماجرا گریہ کا اپنے جو مصیبت میں لکھوں

دیگر

کہیے اپنا کسے اپنا تو کوئی ہے ہی نہیں
جو ہے بیگانہ ہمارا تو کوئی ہے ہی نہیں

وائے قسمت جسے ہم جانتے تھے دوست اپنا
جیسا دشمن ہے وہ ایسا تو کوئی ہے ہی نہیں

جس نے اس عالم تصویر کو دیکھا یہ کہا
ایسا تصویر سراپا تو کوئی ہے ہی نہیں

قیس و فرہاد ہوں کیا عشق میں ہمسر مجھے
مجھ سا دیوانہ و شیدا تو کوئی ہے ہی نہیں

تیرے دانتوں کے مقابل میں کوئی گوہر کو
سمجھے کیا مال کہ ہیرا تو کوئی ہے ہی نہیں

سر کے بالوں میں ترے جیسے کہ ہے مانگ تری
ایسا ظلمات کا رستہ تو کوئی ہے ہی نہیں

کس تمنا پہ جئے عاشق مایوس ترا
لیکن اب اس کے تمنا تو کوئی ہے ہی نہیں

ہونہو زلف کے کوچے میں دل سودائی
اور اب اس کا ٹھکانا تو کوئی ہے ہی نہیں

سروقد کون ہو رعنائی میں ہمسر تیرا
تجھ سا ایسا دلبر رعنا تو کوئی ہے ہی نہیں

کیا کروں غم کو نہ سمجھوں اپنا غمخوار
دل کے دینے کو دلاسا تو کوئی ہے ہی نہیں

قدرت حق کا تماشا ہے ظفر جیسے بشر
ایسا دنیا میں تماشا تو کوئی ہے ہی نہیں

بتوں نے نہ کیں آشنائی کی باتیں
کہیں اور ساری خدائی کی باتیں

مطلع ثانی

نہیں تم کو لازم برائی کی باتیں
بھلوں کو ہے زیبا بھلائی کی باتیں

غضب ہے کہ دل مین تو رکھو کدورت
کرو منہ پہ ہم سے صفائی کی باتین

لڑاتے ہو محفل مین غیرون سے آنکھیں
صریحا ہین یہ تو لڑائی کی باتیں

جو کرتے ہو تم دلربائی کا دعوی
کچھ آتی بھی ہین دلربائی کی باتین

نہیں بات کوئی بھی تجھمیں وفا کی
ستمگر ہین سب بیوفائی کی باتی

اگر بوسہ مانگو تو وہ منہ بنا کر
کہے ہے کمرتجیائی کی باتین

شب وصال بھی تجکو روتے ہی گزری
جو یاد آئین روز جدائی کی باتین

اگر سیدھے ہوتے مرے بخت واژون
تو کیون کرتے وہ کج ادائی کی باتین

ظفر دل مین بستی ہے رندی و مستی
نہ منہ سے بنا پارسائی کی باتین

دیگر

رخ گلرنگ کو جب مین گل رنگین باندھون
کیونکہ دانتون کو نہ پھر غنچہ نسرین باندھون

گر کہون اس کی جبین کو قمر ابرو ہلال
پھر تو جھومر کو بھی مین خوشہ پروین باندھون

لب و دندان کو کہون اس کے بدخشان و عدن
زلف و کاکل کو سراسر ختن و چین باندھون

نگہ و ناز کو ٹھہراؤن جو اس کی شہباز
اس کی مژگان کو نہ کیون چنگل شاہین باندھون

باندھون مژگان ستمگار کو مین نیزہ و تیر
خط و دنبالہ کو بندوق و قرابین باندھون

زلف کو لیلے و عارض کو لکھون مین عذرا
اور اس لعل شکر بار کو شیرین باندھون

روئے روشن کو کہون اس کے اگر سورہ نور
اس کے دانتون کو بھی مین سورہ یٰسین بادھون

چشم میگون کر اگر جام سے دون مین تشبیہ
صاف گردن کو صراحی بلورین باندھون

کہون گر غمزہ سفاک کو غارتگر ہوش
چشم کافر کا نہ کیون راہزن دین باندھون

قد رعنا اگر سرو سے دون مین نسبت
دست نازک کو بھی شاخ گل نسرین باندھون

نازوانداز کی اس کی نہ ادا ہو توصیف
اے ظفر گرچہ مین کتنے ہی مضامین باندھون

دیگر

کہیں سے جا پڑے اڑ کر جو برگ گل مستدر مین
تو شرط عشق یہ ہے ساتھ ہو بلبل مستدر مین

مطلع

باقی

اگر ہو عکس افگن یار کی کاکل سمندر میں
تو پیدا جائے موج آب ہو سنبل سمندر میں

پڑے عالم میں جس دم شور دریائے سرشک اپنا
تو بس طوفان کے ڈر سے ہو نہ کیونکر غل سمندر میں

دکھاؤں گا جو اپنے دیدہ پر آب کا عالم
تو گردابوں کی بھی جائینگی آنکھیں کھل سمندر میں

گزر جانا نہ سمجھے سہل دریائے محبت سے
اگر باندھے کوئی تدبیر سے سو پل سمندر میں

دکھانے آب داری تو جو اپنی دردندان کی
تو غرق آب خجلت ہووین موتی کل سمندر میں

علی وہ ہے ظفر موڑے نہ ہرگز باگ میدان سے
سمندر ہو جا حائل ڈال دے دلدل سمندر میں

کان سے گوہر اور روں نے دو چار نکالے اچھے ہیں
چشم سے لاکھوں ہم نے در شہوار نکالے اچھے ہیں

گاہ جلانا گاہ رولانا یہ تو تم نے میرے ساتھ
ڈھنگ نکالے خوب ہیں اور اطوار نکالے اچھے ہیں

حق میں ہمارے اس نے کہی باتیں لاکھوں بار بری
منہ سے کلام اس شوخ نے گر یکبار نکالے اچھے ہیں

خار رنج وغم کی خلش سے برسوں ہم بے چین رہے
جیسے تو نے کلیجے سے یہ خار نکالے اچھے ہیں

بات تری کب خالی ہے یا جھڑکی ہے یا گالی ہے
پیارے تو مجھ سے تو یہ پیار نکالے اچھے ہیں

زلف نے ظالم مار نکالا دل کو تو کیا سودائی تھا
اس کافر نے اور ہزاروں مار نکالے اچھے ہیں

گرچہ زمیں یہ خوب نہ تھی پر اپنی زور طبیعت سے
کیا کیا اس میں تو نے ظفر اشعار نکالے اچھے ہیں

دیگر

انہیں جو کچھ خط میں دم تحریر ہم لکھیں
یہ اپنی کیونکر اپنے ہاتھ سے تقصیر ہم لکھیں

شکایت لکھیں اے قاصد جو انکی سرد مہری کی
تو لازم ہے کہ لیکر کاغذ کشمیر ہم لکھیں

کہیں خنجر نگہہ کو تیرے اور شمشیر ابرو کو
خط و خالہ کو نیزہ مژہ کو تیر ہم لکھیں

ترے روئے خط کا سورہ یس سے بہتر ہے
پڑھیں قرآن اگر ہم اور تفسیر ہم لکھیں

غنی ہیں آ گیا ہاتھ اپنے نسخہ خاکساری کا
کہیں سے ڈھونڈھ کر کیوں نسخہ اکسیر ہم لکھیں

یہ اپنی بن گئی صورت کہ پہچانی نہیں جاتی
نہ جب تک نام بھی اپنا سر تصویر ہم لکھیں

کہاں تک صفحہ گردون پہ حال دل ظفر اپنا
ہمیشہ لے کے کلک آہ بے تاثیر ہم لکھیں

دیگر

کرو اے بتو دلربائی کی باتیں
نکالو نہ ساری خدائی کی باتیں

نہیں اعتبار آشنائی کا ان کو
کریں لاکھ وہ آشنائی کی باتیں

رہے ایسے بیدرد اپنے کہاں ہیں
کہیں جن سے درد جدائی کی باتیں

تمہارے تو دل میں کدورت بھی ہے
کرو تم نہ ظاہر صفائی کی باتیں

قفس میں ہے کیا فائدہ شور و غل سے
کرو کچھ اسیر و رہائی کی باتیں

جب آئی ہمیں یاد وہ چشم میگون
گئے بھول سب پارسائی کی باتیں

کہا اس نے جب لے لیا ہم نے بوسہ
مری جڑھ ہیں یہ تجہائی کی باتیں

لڑا تو نہ محفل میں یوں سے انکھیں
یہ اے جنگجو ہیں لڑائی کی باتیں

ظفر کیا زمانہ برا آ گیا ہے
جہاں دیکھو ہیں واں برائی کی باتیں

دیگر

ہم سے کب اس بیوفا نے بیوفائی کی نہیں
لیکن اس سے ترک ہم نے آشنائی کی نہیں

ہووے کیا بیمار فرقت کا طبیبو تمسے علاج
وصل بن کوئی دوا درد جدائی کی نہیں

تو اگر کچھ پوچھتا ہے مجھ سے میرے دل کی پوچھ
اے صنم سچ کو خبر ساری خدائی کی نہیں

وہ بھلا کرے ہیں کہتے ہیں بجا تجکو بڑو
کی برائی میں نے یہ میں نے برائی کی نہیں

بیٹھے ہیں نہا لگا کے دست و پا میں وہ حنا
اس سے بہتر جائے کوئی ہاتھا پائی کی نہیں

چھوٹے قسمت ہی سے دل دام بلائے زلف سے
ورنہ ظاہر کچھ توقع تو رہائی کی نہیں

لیگیا وہ دلربا دل کیونکہ میں حیران ہوں
بات آئی کوئی اس کو دلبائی کی نہیں

دیکھیے کیا ہو مکدر ہم سے ہے آئینہ رو
اور کوئی صورت نظر آتی صفائی کی نہیں

عشق ہی رہبر ہے
اپنا عشق ہے رہنما

اے ظفر حاج کسی
کی رہنمائی کی نہیں

اسی لئے تو ہمیں جستجو کسو کی نہیں
کہ ہم کو ملنے کی اب آرزو کسو کی نہیں

کہیں کے دل ہی میں جو کچھ ہمارے دل میں ہے
زبان سے کہنے کے ہم روبرو کسو کی نہیں

جھکایا جس نے ہے سر اپنا زیر تیغ صنم
وہ ہوتا آ کے کبھی سرفرو کسے کی نہیں

ہمارے چاک جگر کا عبث ہے فکر رفو
یہ ہوتا ہاتھ سے ہرگز رفو کسو کے نہیں

امید آنے کی اس کے ہو کس طرح ہم کو
کہ آتا خواب میں وہ ماہر و کسو کے نہیں

پھنسایا زلف میں کس طرح اس نے تجھ کو دلا
کہ ایا پیچ میں اس طرح تو کسو کے نہیں

گلہ ظفر نہ کرو ان سے آشنائی کا
کہ آشنا ہوئے تو کبھو کسو کے نہیں

دیگر

رہتا ہمیشہ دل سے تمہارے حضور ہوں
باطن میں میں قریب ہوں ظاہر میں دور ہوں

نصح تجھے شعور سے ہے میرے کیا غرض
میں صاحب شعور ہوں یا بے شعور ہوں

اے مست ناز گر کے نظر سے ترے ہوا
میں شیشہ شراب کے مانند چور ہوں

دل چاہتا ہے تم کو اسے دیجئے سزا
میرا قصور کچھ نہیں میں بے قصور ہوں

مرتا پری رخوں پہ ہوں میں رند مے پرست
زاہد نہیں ہوں میں جو طلبگار حور ہوں

کرنے لگے زیادہ تغافل وہ اور بھی
میں کہا جو ان سے کہ میں ناصبور ہوں

دن کو کر رات کو مگر اک بار ظفر
ہو آتا ا کے کوچے میں میں بھی ضرور ہوں

دیگر

تے مہر وفا اور ماہ طلعت آزماتے ہیں
ہم اپنے آج طالع اور قسمت آزماتے ہیں

مطلع
ثانی

ستم گر ہم نہیں کچھ تیری الفت آزماتے ہیں
دل اپنا دیکے تجکو اپنی قسمت آزماتے ہیں

نہیں کھلتا معما اس وہان تنگ کا مجھ سے
اگرچہ ہم بہت سے اب طبیعت آزماتے ہیں

جو دعویٰ عشق کا ہے بوالہوس کو سامنے آئے
کہ اپنی آج وہ تیغ محبت آزماتے ہیں

دلا تم جانتے ہو جو ہیں شیوے دلرباؤں کے
انہیں کیوں عیدہ داشتہ حضرات آزماتے ہیں

کرے زور آزمائی بمعیون پہ کوئی اپنی
سر کوہ الم ہم اپنی طاقت آزماتے ہیں

چلے ہم آج چل تو بھی ہمارے ساتھ دنیا سے
تری ہم اے غم جانان رفاقت آزماتے ہیں

عجب نادان ہیں لاکھوں بار کر کے آزمائش ہم
مروت پھر تری اے بے مروت آزماتے ہیں

دم عیش و طرب اغیار بھی ہیں یار بن جاتے
ظفر یاروں کو تو وقت مصیبت آزماتے ہیں

دل دے کے ان کو گنہگا تو میں ہوں
دیں کس کو سزا وہ کہ سزاوار تو میں ہوں

پیاسا مرے لوہو کا جو ہے کوئی تو وہ ہے
ہوں اس کا اگر تشنہ دیدار تو میں ہوں

ہے کون کہ ایذا ہو جسے اپنی گوارا
ہوں اپنے اگر در پے آزار تو میں ہوں

کہتا ہے مجھے عشق سے ہراسان
کس واسطے ہے تیرا مدد گار تو میں ہوں

آنکھوںمیں حریفوں کے کھٹکتا ہو ہمیشہ
سوکھا ہوا اگرچہ روش خار تو میں ہوں

آبوسہ ترے لب کا مرض غم کی دوا ہے — کیوں اور کو دیتا ہے کہ بیمار تو میں ہوں
ناصح مجھے کیوں عشق سے مانع ہے اسے کیا — ہوں رنج و مصیبت میں گرفتار تو میں ہوں
جی چاہتا ہے تجھ پہ فدا ہونے کو میرا — مرضی تری ہووے اگر اے یار تو میں ہوں
لوں جان تلک بیچ کے — مول اے ظفر اس کو
ہوں جنس محبت کا — خریدار تو میں ہوں

کہاں ہے بوسہ لب ہم لبگاروں کی قسمت میں — نہیں یہ شربت عناب بیماروں کی قسمت میں
نمک تھوڑا سا اے کان ملاحت چیں کر بھر دے — اگر مرہم نہیں تیر دل افگاروں کی قسمت میں
اڑاتے خاک پھرتے کیوں صبا کی طرح سے سر پہ — اگر آرام ہوتا تیرے آواروں کی قسمت میں
خطا کی اپنی ثابت چھیڑ کر اس زلف مشکیں کو — خدا جانے کہ کیا ہم خطاواروں کی قسمت میں
وہی لیتے ہیں سودا سوں بازار محبت میں — نہیں ہے سود مطلق جن خریداروں کی قسمت میں
نہیں ہے طائر تصویر آسا دام حیرت سے — کسی صورت رہائی ہم گرفتاروں کی قسمت میں
ظفر اور وامق و فرہاد و مجنوں کیوں نہ ہوں نامی — لکی تھی عشق کی دولت انہیں چاروں کی قسمت میں

دیگر

ہم نے کہیں ایک دم سے دو باتیں — تو سنیں اس نے ہم سے دو باتیں
تو نے اے پر خفا نہ کہیں ہم سے — کبھی لطف و کرم سے دو باتیں
اے خدا ایک بات ہو لیکن — ہم سے ہوں اس صنم سے دو باتیں
پھر کے آتے جو وہ تو کرتے ہم — رفتگاں عدم سے دو باتیں
چل سکی جب نہ وہاں زبان اپنی — کہیں زبان قلم سے دو باتیں
پھر لپٹے نبھوگی مہر وفا — ہیں یہ اپنے ہی دم سے دو باتیں
آپ ڈوبے مجھے لے ڈوبے — ہو رہیں یہ چشم نم سے دو باتیں
کبھی اس بیوفا سے ہوتی ہیں — لاکھ قول و قسم سے دو باتیں
اے ظفر کچھ ہی اس میں ہو لیکن — کیجیے اس پہ ستم سے دو باتیں

دیگر

ٹکڑے کہیں جگر کے ہیں اشکوں کے تار میں — یہ لعل موتیوں کے پروئے ہیں ہار میں
قطرے نہیں پسینے کے ہیں زلف یار میں — درانی ‖ گئے ہیں یہ ملک تتار میں

سرمہ نہیں لگا ہوا مژگان یار پر
ہے رنگ سا لگا ہوا خنجر کی دھار میں

ساقی شتاب دے مجھے تو بھر کے جام مے
بیٹھا ہوں بیخو اس نشے کے اتار میں

ہم حسن گندمی پہ ترے ہو کے شیفتہ
کیا کیا ذلیل و خوار ہیں قرب و جوار میں

بعد از فنا بھی کم نہ ہوئی سوزش جگر
گرمی ہے اب تلک مرے خاک مزار میں

سایہ میں زلف کے ہے کہاں روئے تابناک
ہے چاند سا چھپا ہوا ابر بہار میں

مثل غبار اٹھ کے جو تیری گلی سے جائے
طاقت کہاں ہے اتنی ترے خاکسار میں

اس رشک گل کی اب تو دیا ہم نے دل ظفر
کہہ دیں گے ہم زبان سے یہ سو میں ہزار میں

راز پنہاں کھل گیا محفل کے یکسر بیچ میں
خط کھلا جو رکھ دیا یا قاصد نے لا کر بیچ میں

یار کے روئے کتابی پر نہ سمجھو خط سبز
رکھ دیا قرآن کے ہے طاؤس کا پر بیچ میں

سر کے بالوں میں مانگ اور مانگ میں موتی بھرے
وہ ہے شب وہ کہکشان ہو اس کے اختر بیچ میں

اشک و لخت دل پہ رو کر یوں بنائے ہم نے ہار
دانہ یاقوت دو دو ایک گوہر بیچ میں

عکس بینی کو کہے آئینہ میں وہ مست ناز
دیکھو کیا دریا کے ہے سد سکندر بیچ میں

دل کو سوز عشق میں کیونکر مرے تسکین نہ ہو
چین سے رہتا ہے آتش کے سمندر بیچ میں

اے ظفر وہ ساتھ بھی سوئے تو سوئے اس طرح
رکھ لیا تکیہ کو پہلو کے برابر بیچ میں

دل اپنا دینا ایسا ہے دل آزاروں کے ہاتھوں میں
کہ دیوے جیسے شیشہ کوئی میخواروں کے ہاتھوں میں

نہیں کھلتی خبر اس منجیر پہ ہیں کھلے پھرتے
مے اخبار کے پرچے خبرداروں کے ہاتھوں میں

کروں جس وقت میں احوال رنج و غم بیان اپنا
تو ہوں رومال تر اشکوں سے غمخواروں کے ہاتھوں میں

اٹھالیں توڑ کر زنجیر زندان دشت کو سر پر
جنوں دے زور گر تیرے گرفتاروں کے ہاتھوں میں

مگر جاتے ہی وہ کیونکر چھیڑ کر اس زلف مشکیں کو
کہ بوئے مشک آتی تھی خطاواروں کے ہاتھوں میں

اگر اس سیمبر کے ہاتھ کا لائیں خط مہری
کڑے سونے کے ڈلوا دوں میں ہرکاروں کے ہاتھوں میں

مرے نزدیک زاہد کم نہیں زنار گردن سے
یہ تسبیح ریائی جھوٹے مکاروں کے ہاتھوں میں

کسی کا قول یاد آئے اس کافر کو کیا ممکن
اگر وقت قسم قرآن ہو دینداروں کے ہاتھوں میں

زیادہ خوشنما ہے سرخی رنگ حنا سے بھی
ظفر خون شہید ناز خونخواروں کے ہاتھوں میں

دیگر

آج تک معلوم یہ مجکو نہیں کیا چیز ہون
کون ہون کیا شے ہون مَیں ناچیز ہون یا چیز ہون

لے ہی لے تو گو ہر دل کو مرے ہرگز نچھوڑ
دیکھ تیرے واسطے کیا خوب لایا چیز ہون

دل دیا جان دی تجھے دین بھی دیا ایمان بھی
اور کیا دون کونسی مَیں اور رکھتا چیز ہون

ہو گیا دل میرا دولت سے قناعت کی غنی
جانتا دنیا کو مَیں کیا مال ہون کیا چیز ہون

جنس دل بازار الفت مَیں کوئی لیتا نہیں
پھیر لے ہے منہ جسے مَیں یہ دکھاتا چیز ہون

واہ یہ عالم عجب کوئی تماشا گاہ ہے
ہر جگہ مَیں دیکھتا یا ن اک تماشا چیز ہون

اے ظفر کیا پوچھتے ہو کیا بتاؤن آپ کو
خاک ہون مَیں خاک ہون ناکارہ ہون ناچیز ہون

دیگر

دل لگانے کی باتین اور ہی ہین
دل دکھانے کی باتین اور ہی ہین

وہ چھپانے کی باتین اور ہی ہین
یہ جتانے کی باتین اور ہی ہین

کیا کہی بات ہم نے تم سے خلاف
روٹھ جانے کی باتین اور ہی ہین

تو اگر چاہیے آئے یان سو بار
پہ بہانے کی باتین اور ہی ہین

کیا بجھاؤ گے میری سوزش دل
کہ بجھانے کی باتین اور ہی ہین

آزماتے ہین وہ وفا مَیں کے
آزمانے کی باتین اور ہی ہین

زہر کھاتا ہے بات بات پہ کون
زہر کھانے کی باتین اور ہی ہین

ہم کہان اور کہان قفس صیاد
آب و دانہ کی باتین اقور ہی ہین

شمع کیا جانے طرز دل سوزی
دل جلانے کی باتین اور ہی ہین

ہم نے بڑھ کے تم سے کس دن بات
شر بڑھانے کی باتین اور ہی ہین

ظفر اگلا زمانہ تھا کچھ اور
اس زمانے کی باتین اور ہی ہین

ہر ایک سے ہین تری اتحاد کی باتین
مگر ہمیں سے ہین بغض و عناد کی باتین

خدا کے واسطے ان مفسدوکو گھر سے نکال
نکالتے ہین یہ کیا کیا فساد کی باتین

کہیں ہے معتقد شیخ و برہمن عاشق
کہ اس کی اور ہی ہین اعتقاد کی باتین

نہیں ہے خوب یہ بیداد اے شہ خالی
کہ شہ کو چاہیں انصاف و داد کی باتین

بنائیں باتیں ہزار آ کے حضرت ناصح
پر ان کی باتیں کہیں اعتقاد کی باتیں

اگر ان انکھوں کو منظور ہے ہمارا دل
تو ہین یہ عین ہمارے مراد کی باتیں

بھلا دے دل سے ظفر اور تذکرے سارے
وہ یاد رکھ کہ جو ہین اس کی یاد کی باتیں

دیگر

سرشک و آہ کو مین توقیر دون تو کس کو دون
خطاب صاحب تاثیر دون تو کس کو دوں

نہ نامہ بر ہے نہ ہے مرغ نامہ بر صیاد
خط اپنا کر کے تحریر دوں تو کس کو دوں

نگاہ و ناز ہین دونون مرے لیے جلاد
قضا کہے ہے کہ شمشیر دوں تو کس کو دوں

کہیں ہے درد سے آگاہ ناصح نا فہم
جواب میں دم تقریر دوں تو کس کو دون

گنہگار محبت ہیں دونوں دیدہ و دل
بتاؤ دون تو میں تعزیر دون تو کس کو دون

نظر پہ اپنے بھی جب رشک ہو تو دیکھنے کو
پھر اپنے یار کی تصویر دون تو کس کو دون

نمک مین دونوں برابر ہین وہ لب نمکین
ظفر دل اپنا اگرچیر دون تو کس کو دون

دیگر

ہم ان کی گرچہ خاطر داری و دلجوئی کرتے ہین
ولیکن ہم سے وہ ہر بات پہ بد خوئی کرتے ہین

شمیم زلف سے تیرے نسیم صبح کے جھوکے
معطر ہر چمن کو باعث خوشبوئی کرتے ہین

وہ بد گفتار سب اپنی بدی کے پاس بیٹھیں گے
جو بیٹھے تیرے پہلو مین مری بدگوئی کرتے ہین

نہ میری سوزش دل کو بجھاتے ہین مرے آنسو
نہ ان کے دامن دل سے کدورت سوئی کرتے ہین

غرض کیا ان کو آرائش سے جو قانع ہین اے منعم
بدل کب شال سے وہ اپنی میلی لوئی کرتے ہین

تمہارے گیسوؤں کی مین کیا تقصیر کی پوچھو
جو مجھ سے راتی پیشہ سے وہ خوروئی کرتے ہین

ہمارے نیک و بد کو اے ظفر کیا پوچھتا ہے تو
کہ کار بد ہزاروں اور تلافی کوئی کرتے ہین

گئی آہ جگر کہیں کی کہیں
جا ہی پہونچی خبر کہیں کی کہیں

مین کہوں بات تو وہ لے جائیں
جی مین کچھ سوچ کر کہیں کی کہیں

ہو گا پردہ سے کیا پردہ نشین
میری پہونچی نظر کہیں کی کہیں

لے گئی بوئے زلف اڑا کے تری
ہائے باد سحر کہیں کی کہیں

میری اور تیری چاہ کی اک دھوم
پہونچی اے فتنہ گر کہیں کی کہیں

یہ بگولا کہیں بھٹکتی ہے
روح مجنون مگر کہیں کی کہیں

کیا لکھوں خط چھپا کے پہونچ گئی
یہ خبر نامہ بر کہیں کی کہیں

سمجھے اپنا ہے گلہ ان کو
میں نے باتیں اگر کہیں کی کہیں

میری وحشت لئے
پھرے ہے مجھے

اندنون اے ظفر
کہیں کی کہیں

ہم خیال زلف و رخ میں اپنی حالت کیا کہیں
رات دن رہتی ہے جو ہم پر مصیبت کیا کہیں

تو جو کم سے صاف ہو تم ہم کہیں کچھ اپنا حال
ہے بھری دل میں تمہاری تو کدورتے کیا کہیں

کوئی بھی دلسوز اپنا جب نظر آتا نہ ہو
پھر کسی کے سامنے سوز محبت کیا کہیں

تم درازی کو شب ہجران کے ہو کیا پوچھتے
ہم کہیں رات اس کو یا روز قیامت کیا کہیں

جب کسی صورت تجھے پاس مروت ہی نہ ہو
ہم جو کچھ تجھ سے کہیں اے بے مروت کیا کہیں

جی میں تھا یار آئے گا تو کچھ کہیں گے راز دل
جب وہ آیا ہو گئے ہم محو حیرت کیا کہیں

وہ جو رہتا ہمارے پوچھتے ہیں ماجرا
اور بھی ہو جائے ہے گریہ کی شدت کیا کہیں

تل بے گری حسن کی اللہ رے عارض کی تاب
مہروش تجھ کو کہیں یا ماہ طلعت کیا کہیں

ہم نے چاہا کچھ کہیں اس نے لیا منہ اپنا پھیر
ہوگئی اپنی ظفر برگشتہ قسمت کیا کہیں

دیگر

جس سے چار آنکھیں تری اے آفت جان ہو گئیں
تیر سے اس کے جگر کے پار مژگان ہو گئیں

ایک میری جان ہے کیا ایسی و جانیں سیکڑون
ناز کے صدقے ترے غمزہ کے قربان ہو گئیں

گر جو چھینٹیں بھی لکھیں دست حنائی سے ترے
ہم خطاواروں کو وہ پھولوں کی چھڑیاں ہو گئیں

تیز تھی پہلے بھی تلواریں نگاہوں کی ترے
سنگ سرمہ سے زیادہ اور بران ہو گئیں

ان کے رونے نے ڈبایا آشنائی میں مجھے
میری آنکھیں میرے حق میں قہر طوفان ہو گئیں

شہر سے شاید گیا دیوانہ صحرا کو نکل
شور لڑکوں کا نہیں سونی گلیان ہو گئیں

واہ اس صور کدہ میں دیکھتے ہی دیکھتے
صورتیں کیا کیا نظر سے اپنی پنہان ہو گئیں

روائے اس دست نگارین کے تصور میں جو ہم
اشک خون سے اپنی پلکیں شاخ مرجان ہو گئیں

او ظفر دل کی پریشانی کا ہے میرے اثر
یہ جو اس کافر کی زلفیں ہیں پریشان ہو گئیں

دیگر

نامہ بر شاید وہان کچھ اور تدبیرین ہوئی   جو خط و پرزہ کی سب موقوف تحریرین ہوئین

مطلع ثانی

کیا خطائین ہم نے کین کیا ہم سے تقصیر ہوئین   جو ہمارے قتل کی قاتل یہ تدبیرین ہوئین
غل پڑا عالم مین ہم سودائیون کی قید کا   جس گھڑی تیار ان زلفون کی زنجیرین ہوئین
ہین جو خوبان عالم تصویر ہم ان کے کلام   سن کے حیران ہین کر گویا کیونکہ تصویرین ہوئین
تھے بہت سر باز پر مین ہی ہوا سینہ سپر   سامنے تیرے بھوین جو کھچے شمشیرین ہوئین
حسن کی سرکار سے امداد و دل کو عشق مین   دونون زنجیرین تری زلفون کی جاگیرین ہوئین
پھوڑا جب فرہاد نے سر اپنا اور مجنون نے پانون   عشق مین ثابت بری دونون کی تقدیرین ہوئین
عشق کو دیتا تھا مین ترجیح ناصح عقل کو   اس پہ مرے اور اس کے خوب تقریرین ہوئین
جو نہ تھی توقیر کے قابل انہین کو اے ظفر   چرخ کی مفلر نوازی سے ہین توقیرین ہوئین

نہ پوچھ گردن خنجر مل گئی تھی کیون   چھری تری دم تکبیر مل گئی تھی کیون
نہ آیا خواب رہا رات پھر یہی کھٹکا   کہ در پہ یار کے زنجیر مل گئی تھی کیون
جو ان بھوون کی نہ جنبش سے آیا تھا بھونچال   تو میری دل کی یہ تعمیر مل گئی تھی کیون
پہونچ گیا رخ نازل پہ اس کے اک صدمہ   ہوا سے زلف گرہ گیر مل گئی تھی کیون
جو تیرے خوف ستم سے لرز گئے تھے نہ یہ   تو پھر زمین فلک پہ مل گئی تھی کیون
جہان سے جنبش ابرو سے اس نے قتل کیا   الٰہی اس کی یہ شمشیر مل گئی تھی کیون
پڑا جو خانہ زندان مین غل خدا جانے   کہ میرے پاون کی زنجیر مل گئی تھی کیون
زبان شمع کو کاٹا جو تو نے خوب کیا   یہ شب کو بزم مین تقریر مل گئی تھی کیون
جو زیر خاک نہ تھا اضطراب دل باقی   تو گور عاشق دلگیر مل گئی ہی کیون
ہماری جان ہمیشہ رہی جو تیرے پاس   یہ تجھ سے اے بت بے پیر ل گئی تھی کیون
ظفر جو خوف سے تیرا نہ کانپا یہ ہاتھ   قلم تری دم تحریر ل گئی تھی کیون

دیگر

شوخی بلا سے شوخ پریرو کی آنکھ مین   وحشت ہے ایسی کاہے کو آہو کی انکھ مین
مین اپنے سوز دل کو بجھاؤن تو کس طرح   اب تو نہیں ہے بوند بھی انسو کی انکھ مین

کیا دکھیں اس سے چشم کر دیکھیں نہیں کبھی
ہم نے مروت اس بت دلجو کی آنکھ میں

اک دم بھی اشک خون سے جو ہم رائے رات کو
سرخی تمام دن رہی لوہو کی آنکھ میں

ہو کیا ادا نماز جو محراب دیکھ کر
پھر جائے شکل اس خم ابرو کی آنکھ میں

چشم اس کی خود سے سحر نگاہیں ہیں خود فسون
حاجت نہیں ہے سرمہ جادو کی آنکھ میں

ہیں دل کے باندھنے کو کمندیں یہ اے ظفر
ڈورے چھٹے ہوئے مری مہرو کی آنکھ میں

دیگر

میں ہون بھی نہ منہ سے کبھی یاروکہیں نکالون
بیٹھا ہوا سب کام اشاروکہیں نکالون

گالی مجھے وہ لوگون میں کیون دے جو یہ سمجھے
کیا ایسا سخن منہ سے ہزارون میں نکالون

سو بار بہار آئے نہ آئے وہ گل اندام
کیا دل کے میں ارمان بہاروکہیں نکالون

ہیں دشت میں وحشت نے ترے پاؤن نکالے
میں پاؤن یہ کیون دشت کی خاروکہیں نکالون

گر مجھ کو جلادیں روش شمع سراپا
میں منہ سے نہ اف شعلہ عذاروکہیں نکالون

ہم سر ہون جو دندان مسی زیب سے ترے
سو طرح کے میں عیب ستاروکہیں نکالون

مانند نگین سینہ خراشی کے بدولت
میں نام ظفر سینہ فگارون میں نکالون

دل غم الفت سے مضطر کچھ نہیں تو کچھ نہیں
چشم آب گریہ سے تر کچھ نہیں تو کچھ نہیں

نے ہے بت خانہ میں نہ کعبہ میں ہے جو دل میں ہے
اور اگر دل ہی کے اندر کچھ نہیں تو کچھ نہیں

غم ہے کیا ساقی کہ ہستی کا نہیں کاچھ اعتبار
تو دیے جا بھر کے ساغر کچھ نہیں تو کچھ نہیں

ہے ترے دل کی کدورت سے مرے دل پر غبار
اور جو تیرا دل مکدر کچھ نہیں تو کچھ نہیں

خوبی تقدیر کے ہیں ساتھ ساری خوبیان
اور اگر اے دل مقدر کچھ نہیں تو کچھ نہیں

قد خوبان گرچہ نخل میوہ فردوس ہے
نارپ]ستان سے ثمرور کچھ نہیں تو کچھ نہیں

غم نہیں ہونے نہ ہونے کا کہ بے پروا ہیں ہم
ہے تو ہے سب کچھ میسر کچھ نہیں تو کچھ نہیں

خوبی جوہر سے ہے انسان کی قدر و منزلت
اور اس میں خوب جوہر کچھ نہیں تو کچھ نہیں

خانہ دل کم نہیں رتبہ میں بیت اللہ سے
پر ترے نزدیک کافر کچھ نہیں تو کچھ نہیں

حسن و خوبی ناز و شوخی سب ہیں لیکن کیا کریں
رحم تجھ میں اے ستمگر کچھ نہیں تو کچھ نہیں

تم جو کہتے ہو ظفر کو کچھ کہیں یہ آدمی
خیر بہتر بندہ پرور کچھ کہیں تو کچھ کہیں

جا کے ہم گوشہ دان پکڑتے ہیں کر سخن چیں زبان پکڑتے ہیں
جو ان آنکھوں کے ہوتے ہیں بیمار پھر وہ دو دن کہاں پکڑتے ہیں
کیا بلا مار گیر ہیں ہم بھی یار زلف بتان پکڑتے ہیں
چھیڑ کر فندقوں کو ہاتھ میں ہم گویا انگار یان پکڑتے ہیں
کب نکلتے ہیں دل سے تیرے تیر جب جگر میری جان پکڑتے ہیں
جان کر مرشد اپنا بادہ پرست دست پیر مغان پکڑتے ہیں
گیا چوری کے ساتھ دل پکڑا چور گٹھری سے ہان پکڑتے ہیں
دیکھ کر تیری ایک گردش چشم کان تو آسمان پکڑتے ہیں
اے ظفر خاک ہو کے عشق میں ہم دامن داستان پکڑتے ہیں

دیگر

بد کو جو ہے بدی سے کہتا ہمارے حق میں بد ہو گا اس کے حق میں اچھا ہمارے حق میں
ہے کیا خطا تمہاری تھا یوں نوشتہ اپنا ہو کر خفا جو تم نے لکھا ہمارے حق میں
تیرا خیال قامت ہر روز اے ستمگر کرتا ہے اک قیامت برپا ہمارے حق میں
آنسو ہمارے ہم کو ہیں عشق میں ڈبوتے ہے ایک ایک قطرہ دریا ہمارے حق میں
پڑتی ہے دمبدم کیوں ہم پر نظر تمہاری منظور آپ کو ہے اب کیا ہمارے حق میں
مژگان جو یاد اس کی ہم کو دلاری ہے دل ہے ہمارا کانٹے بوٹا ہمارے حق میں
کرتی ہے تنگ ہم کو وحشت ظفر ہماری زندان سے کم کہیں ہے صحرا ہمارے حق میں

دیگر

جو خوش کلام ہیں کام و دہان پکڑتے ہیں   جہان کہ مردم بد گو زبان پکڑتے ہیں
کرے ہے چشم و عنایت ست تو نظر جس پر   وہ نذر تیری دل اے دلستان پکڑتے ہیں
جو ہوتے ہیں تری چشم سیاہ کے بیمار   وہ رات کاہکو اے میری جان پکڑتے ہیں
ارادہ کرتے ہیں دل کے شکار کرنے کا   وہ جبکہ ہاتھ میں تیر و کمان پکڑے ہیں
کوئی بلا ہیں تمہارے ہمارے حضرت دل   جو مار طرہ عنبر فشان پکڑتے ہیں
برنگ نقش و قدم پھر وہ کوئی اٹھتے ہیں   جگہ جو تیرے سر آستان پکڑے ہیں
ظفر لکھیں انہیں کیا   حال ہائے کانپتے ہیں
قلم جو ہاتھ میں   ہم ناتوان پکڑتے ہیں

تیر و شمشیر کے زخموں سے ہیں اے یار نشان   تن پہ جو گول کئی ہیں کئی خمدار نشان
تو جو لے کیہ کی جا ہاتھ نہ رکھ کر سوتا   پڑتے چھلوں کے ترے کیوں سر رخسار نشان
سینہ کاوی سے غرض کیا انہیں مانند نگین   نہ تمہیں نام کی خواہش ہے نہ درکار نشان
جز جفاؤ ستم وجود نپایا تجھ میں   ہم نے الفت کا کچھ اے شوخ ستمگار نشان
زخم کھانے میں مزا کچھ جو نہووے تو یہ دل   کیوں ہو تیرنگہ یار کا سو بار نشان
لاکھ دھو تو نہیں جانے کا کبھی اے قاتل   تیرے دامن سے لہو کا مرے زنہار نشان
چشم گریان دل بریان دم سرد و رخ زرد   ہیں بظاہر تو یہی عشق کے دو چار نشان
کثرت داغ سے ہے فوج صف آرا دل پر   کھول دے تو بھی تو اے آہ شرر بار نشان
اے ظفر جبکہ ہوئی فرصت گلگشت انہیں   نہ رہا گل کا سر دامن گلزار نشان

دیگر

کبھی جو ہاتھ میں ہم گیسوے جانا نہ لیتے ہیں   تو اپنے پنجہ مژگان میں کارشانہ لیتے ہیں
سبو زخم سے کبھی ہوتے نہیں سیراب جو میکش   وہ کب احسان ساقی بھر یک پیمانہ لیتے ہیں
انہیں کیا کام زاہد نے لیا گر رشتہ کعبہ کا   ہم اس بت کی محبت میں وہ بتخانہ لیے ہیں
اٹھاتے ہیں وہ معشوق کی کیفیت جو مستی میں   لب میگون کے تیرے بوسہ گستاخانہ لیتے ہیں
ترے کہنے سے ناحق چھیڑ کر اس زلف مشکیں کو   بلا ہم اپنے سر پر اے دل دیوانہ لیتے ہیں
قسم ہے اپنے سر کی ہم ابھی دیتے ہیں سر اپنا   اگر جرم وفا پر ہم سے جرمانہ لیے ہیں
ظفر نثار گردن جن کی ہے رشتہ محبت کا   وہ اپنے ہاتھ میں کب سبحہ صد دانہ لیتے ہیں

دیگر

مجھ سے کیونکر نہو انکار ملاقات تمھیں
گذرے ہے صحبت اغیار میں دن رات تمھیں

ہم سے ہر بات پہ ہوتے ہو جو ٹیڑھے ترچھے
کرنی آتی نہیں سیدھی بھی ابھی بات تمھیں

آئے یا آئے نہ تم ہم بھی گئے یا نہ گئے
یہ مساوات ہمیں ہے وہ مساوات تمھیں

داؤ پہ جھڑ کے ہمارے کوئی بچ سکتا ہے
دل کے لینے کی تو آتی ہے عجب گھات تمھیں

اشک بھر لاؤں جو آنکھوں میں دم دوزش دل
عین گرمی میں دکھا دوں ابھی برسات تمھیں

تحفہ تر دل سے کوئی چیز نپائی ہم نے
بھیجتے راہ محبت سے ہیں سوغات تمھیں

خوش غم عشق میں اس یار کے ہو م ہر وقت
اے ظفر کیوں نہ کہیں لوگ خوش تمھیں

دیگر

دے کر کے گر ہیں زلف گرہ گیر میں دو تین
باندھے ہے وہ دل زلف کی زنجیر ی دو تین

ہو کر چار اس سے وہ کر وہ قاتل سفاک
مردے ہے اڑا ایک ہی شمشیر میں دو تین

یہ ناز و ادا یہ نگہ و غمزہ انداز
ہیں خوب اسی عالم تصویر میں دو تین

دس باتیں ہوں دل میں تو ادا سامنے اس کے
تقریر میں دو تین ہوں تحریر میں دو تین

اس پنجہ مژگاں سے لے خوب پیاپے
تحجر جگر عاشق دل گیر میں دو تین

بیمار محبت نے ترے اور بھی ظالم
دن پکڑے ترے آنے کی تاخیر میں دو تین

قربا ترے ہاتھوں کے اے شوخ کماندار
کیا تو نے پروئے ہیں دل اک تیر میں دو تین

یہ رنج و قلق اور یہ اندوہ و غم و درد
غمخوار لکھے تھے مری تقدیر میں دو تین

اک میں ہی نہیں وصل کا خواہاں ظفر اس کے
ہیں اور بھی پھرتے اسی تدبیر میں دو تین

نے کبھی ہوں شاد شادی میں نہ غمگیں غم میں ہوں — میرا عالم اور ہے میں اور ہی عالم میں ہوں
فرصت یک دم پہ اٹھا پھولنا مثل حباب — آ گیا کیا ہستی موہوم کے میں دم میں ہوں
کیوں پھروں آوارہ اس کو ڈھونڈھتا مثل صبا — میرا ہم دم مجھی میں ہے اور اپنے میں ہمدم میں ہوں
کیا کرے گا اشک باری ابر میرے سامنے — رکھتا اک دریائے خونیں دیدہ پر نم میں ہوں
میں جگر افگار ہوں کیا عشق میں سوزش پسند — چارہ گر سے اپنے ملواتا نمک مرہم میں ہوں
جو مقدر میں ہے اس سے نے زیادہ ہو نہ کم — میری نادانی ہے گر میں فکر بیش و کم میں ہوں
کاسہ چشم تصور چھوڑ کر اپنا کبھی — اے ظفر محو تماشا میں نہ جام جم میں ہوں

دیگر

دل ہے تیر نگاہ یار کی گون — لیکن اس کو کہیں شکار کی گون
چشم ہے کیا انکار کی گون — دل بھی ہے درد ہجر یار کی گون
ہم ترے ظلم کے سوا ظالم — نہ محبت کی ہے نہ پیار کی گون
ہم کو جز بوسہ لب میگوں — کہیں صبائے خوشگوار کی گون
خون کو میرے ملے وہ تلووں سے — ہے یہ مہندی اسی نگار کی گون
دیکھ لیتے ہیں سینہ پہ داغ — ہے کسے سیر لالہ زار کی گون
تن پہ جائے قبائے آب رواں — خاک ہے تیرے خاکسار کی گون
واہ ابرو ہوا و سبزہ و گل — ہے یہ موسم شراب خوار کی گون
یار کا نامہ تسلی بخش — ہے مری جان بیقرار کی گون
دل مرا مثل بلبل تصویر — نہ خزاں کی ہے نہ بہار کی گون

قطعہ

اے پری ہے زمیں دشت جنوں — ترے دیوانہ کے مزار کی گون
بید مجنوں سرہانے ہو اس کے — ہو اگر نخل سایہ دار کی گون

قطعہ

ہو میسر زلال خضر تو کیا — کہ کہیں تیرے جان نثار کی گون
ہے تو اس تشنہ شہادت کو — آب شمشیر آبدار کی گون

لے چلا دل ظفر مجھے تا حق
میں کہیں اس ستم شعار کی کوں

آئے نہ تم جو ایک نفس پانچ روز میں
یاں کاٹے ہم نے پانچ برس پانچ روز میں

ہے عمر چندروزہ بہت فرصت قلیل
کیا خاک نکلے دل کی ہوس پانچ روز میں

پہونچے جہاں پیادہ ہم اک دن میں مضطرب
جائے نہ واں سوار فرس پانچ روز میں

وہ پانچ دن خفا رہے ایسے دید لو
آنکھیں کہیں ہمارے ترس پاچ روز میں

یہ ضعیف ہے کر آئے ہے سینہ سے لب تلک
صیاد بانگ مرغ قفس پانچ روز میں

ماتم ترے شہید کا چہلم تلک رہا
جو ہونا تھا سو ہو گیا بس پانچ روز میں

چھپنے کا راز عشق کہیں اپنا او ظفر
کھل جائے ا یہ دیکھنا دس پانچ روز میں

ردیف الواو

گر ناز سے وہ صبح میں رکھے چمن کے پانو
چومے زمیں پہ گر کے گل اس گلبدن کے پانو

وحشہ کو میرے دیکھ کے جو بھولے چوکڑی
اک جست میں شکستہ ہوں چاروں ہرن کے پانو

اے عشق کیا صلاح ہے تیرے بتا مجھے
لوں شیخ کے قدم کہ پڑوں برہمن کے پانو

اٹھا نہ آہ و نالہ سے اپنے بلا اے
اے دل کہیں ہیں گنبد چرخ کہن کے پانو

شیریں کو پھر نہ ہو ہوس سرخی کفک
رنگین کرے لہو سے اگر کوہکن کے پانو

یہاں تک ہے شوق دشت نوردی کی دوں نکال
میں اپنے بعد مرگ بھی باہر کفن کے پانو

شیطان کو سونپے اپنی خدمت اگر وضو
دھو دھو پئے وہ زاہد پر مکر ن کے پانو

کیونکر نکل سکے دل وحشی کہ پھنس گئے
پھندے میں اس کی زلف شکن در شکن کے پانو

دشت جنوں میں تنی بھی فرصت کہیں ظفر
پھیلیں جو اک ذرہ مرے دیوانہ پن کے پانو

دیگر

الفت کو تم ہمارے کیا دم سے پوچھتے ہو
دل ہی سے اپنے پوچھو کیوں ہم سے پوچھتے ہو

اے ہمدمو ہے کوئی دم ار پوچھ لو تم
جو کچھ کہ میری جان پہ ہے غم سے پوچھتے یو

ہم کون ہیں جو پوچھو کوئی صلاح ہم سے
پوچھتے ہو اپنے محرم سے پوچھتے ہو

پہ ہم جو اس طرح وہ ہوتی ہے حضرت دل
کیا بات اس کی زلف پہ خم س پوچھت ہو

تدبیر قتل میری پوچھوگہ سے اپنی
تم اس کو کیا قضائے مبرم سے پوچھتے ہو

سر دیجئے عشق میں ہیں کیونکر یہ ہم سے پوچھو
کیا اس دلاوری کو رستم سے پوچھتے ہو

خانہ بخانہ سوار ہوتے ہو اے ظفر تم
اس کا مکان جو سارے عالم سے پوچھتے ہو

دیگر

چاہئے تیر ناز پہ کاری تیر نظر اور اچھا
جیئے میں زخم دل کے قریب اک زخم گر اور اچھا ہو

قطرہ اشک کو میرے لے کر جو ہر یوں سے تم یہ کہو
لاؤ دکھاؤ اس سے بھی جو کوئی گہر اور اچھا ہو

پرورش اپنی خون جگر سے کرے ہیں اس واسطے ہم
حاصل نخل محبت کا تا ہم کو ثمر اور اچھا ہو

دل کو جلا کر میرے اگر وہ مجھ کر جلاوے سرتاپا
پیدا نالہ سوزاں میں اک میرے اثر ار اچھا ہو

اے غم جاناں دل میں مرے آ کے رہی پھر تری بلا
واسطے تیرے رہنے کے جو اس سے گھر اور اچھا ہو

سارے اطباء بلکہ مسیحا آئے لیکن ممکن کیا
جو ہو تیرا بیمار چشم فسوں گر اور اچھا ہو

اچھا ہو گر چھڑکے نمک وہ میرے دل کی جراحت پہ
بلکہ تھوڑا مشک بھی اس میں ہو جو ظفر اور اچھا ہو

وہ دیکھے سوز محبت سے دل کے داغ کی لو
ن دیکھی جس نے بھڑکی ہوئی چراغ کی لو

دکھاوے رشک چمن اپنے تو ل رخسار
گئی ہوئی ہے مرے دل کو سیر باغ کی لو

خیال ہے ہمیں ساقی کی چشم میگوں کا
نہ ہے شراب کی خواہش نہ ہے ایاغ کی لو

عجب نہیں کہ مرے سر پہ داغ سودا سے
عیاں ہو شمع صفت سوزش دماغ کی لو

جہاں سے ہو گئے عنقا کی طرح وہ معدوم
گئی جنہیں کمر یار کے سراغ کی لو

تمہارے عاشق وحشی مزاج ک تم بن
کبھی ہے باغ کی لو اور کبھی ہے داغ کی لو

جہان میں کنج قناعت کو ہا وہی خواہان
ظفر گئی ہو جسے گوشہ فراغ کی لو

زلف میں قطرے عرق کے ہیں تارے ایک دو
یا نکل آئے ہیں بدلی میں ستارے ایک دو

مطلع ثانی

روز تم وشام دو منہ پ ہمارے ایک دو
پیار سے بوسہ نہ صد افسوس پیارے ایک دو

لکھو کے ساری عمر یہ پاپڑا کی جانے ہم نے بھی
آپ کے دو چار ایسا اور اشارے ایک دو

اس تپ سوز محبت کا کرون مین کیا علاج
روز لائے ہے نئے مجھ سے حرارے ایک دو

کیا رکھے کوئی فلک سے کار سازی کی امید
سیکڑون اس نے بگاڑے گر سنوارے ایک دو

کہتے ہیں آتشکدہ جس کو ہوئے ہین جمع وہ
آتش دل کے مرے شاید شرارے ایک دو

چرخ پہ انجم، کو پھر کیا کیا زمین پہ رشک ہو
جھڑ پڑین اس نقش پا سے گر ستارے ایک دو

کوئی دن ایسا نہیں جاتا کوچہ مین ترے
جا کے مر جاتے نہیں شامت کے مارے ایک دو

ماہتابی پہ ظفر کیا لطف سیر ماہتاب
ہووین پہلو مین نہ جب تک ماہ پارے ایک دو

دیگر

بس مین دل کر لو کسی دم سے نہ پوچھو نہ پچھو
ہمیں کیا پوچھتے ہو ہم سے نہ پوچھو نہ پچھو

میرے نالے ہی سے ہو جائے گا سب کچھ معلوم
حال میرا میرے ہمدم سے نہ پوچھو نہ پچھو

دل کی دل ہے خبر پوچھ لو دل سے اپنے
کچھ ہمارے دل پر غم سے نہ پوچھو نہ پچھو

وہ کرو آہ غضب جو کہے نا محرم راز
اور اپنے کبھی محرم سے نہ پوچھو نہ پچھو

کیا کہے حال وہ جو لے نہ سکے ضعف سے دم
اب تو کچھ عاشق بیدم سے نہ پوچھو نہ پچھو

دل بیمار کو پوچھو لب جانان سے علاج
ہمدمو عیسے مریم سے نہ پوچھو نہ پچھو

جاؤ اے حضرت دل مانگ کی سیدھی راہ
رستہ اس طرہ پر خم سے نہ پوچھو نہ پچھو

دل پہ جو میرے گزرتی ہے اسے دیکھ لو تم
ہے عیان دیدہ پر نم سے نہ پوچھو نہ پچھو

پوچھ لو دل سے ظفر پوچھتے ہو جو تدبیر
اور کچھ مردم عالم سے نہ پوچھو نہ پچھو

دیگر

گالیان دے چکے اب نالہ و زاری تو سنو
اپنی سب کر چکے تھوڑی سی ہماری تو سنو

بات آدھی بھی نہیں منہ سے نکالی ہم نے
کیون رکے ہم سے حقیقت ابھی ساری تو سنو

یارو احوال مرا سن کے کرو گے تم کیا
اس مین کچھ اور اگر ہو سکے یاری تو سنو

نہ سنو تم میری توقیر کی باتین نہ سنو
پر بلا سے مری تم ذلت و خواری تو سنو

کہیں کچھ ہم تو سنو تم نہ اسے یکتائی
اور مخالف کہے آ کر کئی باری تو سنو

ناصحو حال غم عشق سنو تم کیونکر   ہووے حالت جو ہماری سی تمہاری تو سنو
اے ظفر سن ہو کیوں باتیں کسی کی بیکار
کچھ اگر سننے سے ہو کار براری و سنو

اگر م قتل کو میرے کوئی شمشیر لے آؤ   تو ابرو ہی کی اپنے کھینچ کر تصویر لے آؤ
قسم کھائی ہے یارو اس نے میر گھر میں آنے کی   جو تم سے آ سکے تو کر کے کچھ تدبیر لے آؤ
دیا تھا ہم نے کیا اقرار نامہ آپ کو لکھ کر   کہاں ہے وہ ہمارے ہاتھ کی تحریر لے آؤ
کسی نے جو کہا عاشق کا لائیں سامنے تیرے   کہا گر ہے تھا ہی اس کی دامنگیرے لے آؤ
مقابل کر کے دیکھو خوبی اس کی روبے تو خط کی   عزیزہ و سورہ یوسف کی م تفسیر لے آؤ
وفا کا کب کیا اقرار ہم نے بیوفاؤں سے   بتا کر دل سے تم چاہو کوئی تقریر لے آؤ
کہو اعد اسے یہ گر ہو ظفر کی ہمسری کرتے
تو اس کی سی کہیں سے پہلے تم تقدیر لے آؤ

کون کہتا ہے ادا سے نہ چلو یو نہیں چلو   لیکن تم پانوں سے دل کو نہ ملو یونہیں چلو
تربت عاشق شیدا پہ اگر چلتے ہو   تو کسی غیر کو ہمراہ نہ لو یونہیں چلو
چھوڑتے چال بھلونگی وہ کہیں جو ہیں بھلے   تم جو دنیا میں بھلے ہو تو بھلو یونہیں چلو
جب کہا میں نے میرے گھر کی طرف چلیے   تو کہا آگے بڑھو یاں سے ٹلو یونہیں چلو
نہ چلو ساتھ مرے یوں کر چلیں اور بھی ساتھ   اور جو چھاتی پہ مرے مونگ دلو یاکہیں چلو
کر لو کچھ نیک عمل چلنا یاں سے تم کو   کہیں ایسا نہ ہو اے بڈھلو یو نہیں چلو
کھینچ لا عشق ظفر آگ میں پروانوںکو   کہتا ہے خواہ بھنو خواہ یو نہیں چلو

دیگر

کہیں عیش مجھ کو نہ عیاش سمجھو   تم اس غمزدو کو نہ بشاش سمجھو
نہ کھینچوں اگر دل پہ نقشہ تمہارا   تو کاہے کو تم مجھ کو نقاش سمجھو
مدام اس کو رندوں سے صحبت رہی ہے   تم اس دختر رز کو اوباش سمجھو
کیا جھاڑ کر صاف صحرا کو اس نے   نہ سمجھو ہوا اس کو فراش سمجھو
یہ ہے عکس خورشید دریا میں مستو   اسے بادلہ سمجھو یا تاش سمجھو
پڑا در پہ میں آپ کے خاک ہو کر   مجھے خاکسار اپنا تم کاش سمجھو

تم اس حوروش کے لب شکریں کو   ظفر سیب جنت کی اک قاش سمجھو

دیگر

کچھ اس کے دیکھنے کا اے دل نہیں لگاؤ   کہ پاس تم لگاؤ یا دور ہیں لگاؤ
آتا ہے پاس میرے تم کو تو آج کی شب   پاؤں میں تم نہ مہدی اے مہ جبیں لگاؤ
دنیا میں بے لگاؤ کوئی مکان نہیں ہے   لیکن نہ پایا ہے گھر کا کہیں لگاؤ
اوس ماہ وش سے اپنا کیونکر لگے گا لگا   تو نے ہیں سب منائے چرخ بریں لگاؤ
وہ خال لب کا نکتہ کھلتا ہے کب کسی پہ   ڈھونڈیں ہزار اس کا اب نکتہ چیں لگاؤ
سنگ فسان سے بہتر ہے میری سخت جانی   تم کو اگر لگانی ہے تیغ کین لگاؤ
تو اضطراب دل کو پوچھے ہے کیا ظفر کے
ہونا برا ہے دل کا اے نازنیں لگاؤ

جس سے آرام ہو دل دیجیے کسی ایسے کو   نہ کہ دل لیکے دکھاتا رہے جی ایسے کو
بشر اس حور شمائل کو ہو کیا دیکھے غش   ہوش اڑ جائیں اگر دیکھے پری ایسے کو
دل کی اچھا کیا اس زلف نے باندھیں مشکیں   دینی لیکی ہی سزا چاہیے تھی ایسے کو
روتے دیکھا جو مجھے اس نے تو ہنس کر یہ کہا   کہ ہمیں دیکھ کے آتی ہے ہنسی ایسے کو
شکوہ بیجا ہے اگر دل دل کو چھوڑے غم عشق   دل میں بھی ہم نے جگہ آپ ہی دی ایسے کو
خط مرا پھرتا ہے غیروں کو دکھاتا قاصد   دی نوشتہ نے مرے نامہ بری ایسے کو
دیجیے اس دلبر نازک کا الٰہی کیوں سخت   زیب دیتی نہیں یہ سنگدلی ایسے کو
جوہر آئینہ ہیں ورنہ ہے ایسا غماز   کہ لگاوے نہ کبھی منہ بھی کبھی ایسے کو
اس زمانے میں نہ آئے ہو جسے مکر و فریب
سچ تو یہ ہے کہ ظفر کہیے ولی ایسے کو

نہ اس رخ پہ زلف پریشان سمجھو   شب و روز دست و گریبان سمجھو

مطلع ثانی

مسی پہ نہ وہ سرخی پان سمجھو   کسی کے یہ شبخون کا سامان سمجھو
نہ سمجھو اسے جان اے حضر دل   اگر ہے سمجھ دشمن جان سمجھو
تمہیں کیونکہ دیدیں کے بے بوسہ دل ہم   ہمیں تم نہ ایسا بھی نادان سمجھو

کبھی جو طغیانی اشکوں کی اپنے — تو پھر آج آیا ہے طوفان سمجھو
سمجھے ہو یوں بات کب م ہماری — اگر کچھ سو کھول کر کان سمجھو
نہیں حق پرستی سے کم ب پرستی — اگر عشق کو دین و ایمان سمجھو
کسے لاؤ خاطر میں م تو پری ہو — جو انسان ہو قدر انسان سمجھو
کرو عشقبازی ظفر تم سمجھ کر — یہ کام مشکل نہ آسان سمجھو

دیگر

ہنسی سے ہم نے ذرا چھو لیے جو یار کے پانو — تو اس نے کھینچ عجب ایک چیخ مار کے پانو
بھلا دی ایسی ان آنکھوں نے چوکڑی اکبار — کہ گر کے ٹوٹ گئے آہوے تتار کے پانو
زیادہ ہوئی رنگین چمن میں گل مہندی — گئے جو دھوئے نگارین وہاں نگار کے پانو
پھروں نہ دشت جنوں میں برہنہ پا کیونکر — کہ آشنا ہیں مزے سے خراش خار کے پانو
نکالے پانو ہیں آنسو نے اب تو مژگان پر — کوئی ٹھہرتے ہیں اس طفلنے سوار کے پانو
ملے ہیں دیدہ خونبار کس کے لہوں سے — بھرے ہیں خون میں جو اس شوخ گلعذار کے پانو
جو کوچے تیغ ستم سے ہو چنے کٹواتے — تو رکھیں کوچہ میں ہم اس ستم شعار کے پانو
نصیب اس سے اگر ہو ہماری پابوسی — تو خاکپا یہ تمہارا پڑے ہزار کے پانو
یہ ٹھکانے جہاں اے ظفر نہیں وہ جائے — کہ سوئے چمن سے کوئی یہاں پسار کے پانو

دیگر

تیغ غم سے کس کا دل سینہ سپر میرا سا ہو — وہ چڑھے منہ عشق کے جس کا جگر میرا سا ہو
کٹے اس نو خط کے کوچے میں ہیں کوچے بیٹھا — لے کے خط جاوے وہاں جو نامہ بر میرا سا ہو
ابر سو سو بار گوہر بار ہو لیکن کہاں — چشم دیدہ اس کا خونفشاں دو دوپہر میرا سا ہو
چھیڑے وہ شامت زدہ کا لیکو اس کی زلف کے — جان پر جو کھیلے دل جس کا نڈر میرا سا ہو
جو ہو ہرجائی پہ شیدا اس کا رسوائی سے حال — کو بکو خانہ بخانہ در بدر میرا سا ہو
ہووے حسن عشق کا جب آشکارا رنگ ڈھنگ — رنگ ادھر تیرا سا ہو اور ڈھنگ ادھر میرا سا ہو
ناصح بیدرد سے اپنا کہوں میں درد دل
جبکہ دل پر درد اس کا اے ظفر میرا سا ہو

گڑ کے سو بار اکھڑ جاتے ہیں تدبیر کے پانو
لیک لغزش نہیں کرتے کبھی تقدیر کے پانو

گنبد چرخ خدا جانے کھڑا ہے کیونکر
ورنہ گر ہی پڑے گر ہوویں نہ تعمیر کے پانو

دل کا اس زلف میں یہ حال ہے جیسے پھنس جائیں
آ کے پھندے میں کسی مرغ ہوا گیر کے پانو

آئے گا پائے تصور سے ترے کوچہ میں
کٹ جائیں گے اگر عشق کے پانو

کیا عجب دشت سے گر آ کے چومے مجنون
تیرے وحشت زدہ پائے بہ زنجیر کے پانو

اے کماندار ترے تیر کی زد پہ آ کر
اٹھ نہیں سکتے زمیں سے ترے نخچیر کے پانو

جی بھی چاہتا ہے
آنکھیں لگا دوں اپنی

اے ظفر دیکھ کے اس
عالم تصویر کے پانو

دوست اچھے ہو تو پوری دوستی کے ہو رہو
یا کسی کو کر رکھو تم یا کسے کے ہو رہو

اس چمن میں کیا کرو گے میکشو ہنس بول کر
غنچہ ساں خاموش خون دل کر پی کے ہو رہو

خضر دل ہونا حیران گر تمھیں منظور ہے
محو حیرت اس کی چشم نرگسی کے ہو رہو

ناصحو دکھلا دے وہ جلوہ تو میری طرح سے
تم بھی دیوانے سے اس رشک پری کے ہو رہو

جانتے ہو یارو مرے ہو کر طرف دار اس کے پاس
پر نہیں ایسا نہ ہو تم بھی اسی کے ہو رہو

ہوشیار پوچھتے ہو تم اگر مجھ سے صلاح
مست لا یعقل نشے میں بیخودی کے ہو رہو

کرے ہو بباد اپنی خاکساری کیوں ظفر
اس کی خاک درغبار اس کی گلی کے ہو رہو

دیگر

آپ کی مرضی ہے جو منہ سے ذرا کہہ تو دو
بات کیا گر گو منہ سے ذرا کہہ تو دو

تم نے جو مجھے دیکھ کر پھیر لیا اپنا منہ
کس لئے رنجیدہ ہو منہ سے ذرا کہہ تو دو

بوسہ مجھے دو گے تم ایک کے دو لے کے دل
مشفق من ہوند و منہ سے ذرا کہہ تو دو

سامنے اس کے جلوہ دیکھیں تو کیا کہتے ہو
ہم بھی سنیں ناصحو منہ سے ذرا کہہ تو دو

دل کہو حاضر ہے دل جان کہو حاضر ہے جان
جو تمھیں لینا ہو تو منہ سے ذرا کہہ تو دو

اس دل بیتا کی کوئی تسلی کی بات
گرچہ نہ دل سے کہو منہ سے ذرا کہہ تو دو

کچھ رکوں تو رکو اور نہ کہوں تو رکو
منہ سے ذرا کہہ تو دو منہ سے ذرا کہہ تو دو

درد دل اپنا ظفر اس بت بیدرد سے
آج جو کچھ ہو سو ہو منہ سے ذرا کہہ تو دو

دیگر

صحبت تمھیں جو غیر سے لیل و نہار ہو
پھر مجھ سے کیونکہ آپ کی صحبت بر اا رہو

وہ ایک دوست چاہیے تو پروا نہیں اگر
دشمن ہمارا ایک سے لے تا ہزار ہو

عیاریون سے لیتے ہو دل کیسے یاریان
مطلب کے اپنے یار ہو تم کس کے یار ہو

حاضر ہین صید گاہ محبت مین پہلے ہم
ناوک فگن اگر تجھے شوق شکار ہو

سینہ مین داغ عشق کو رہنے دو چارہ گر
شاید یہ بعد مرگ چراغ مزار ہو

دل ہے وہی پسند جو تجھ پہ فدا رہے
جان ہے وہی عزیز جو تجھ پ نثار ہو

کیا حال اس کا ہو کہ ترسے جس مریض کا
آنکھون مین دم ہو اور ترا انتظار ہو

اختر شمار یون ہی مین تجھ بن کرون بسر
ہر چند رات ہجر کی روز شمار ہو

ہوں خاک راہ اس کا پہ ایسا نہ ظفر
میرا غبار خاطر نازل پہ بار ہو

سو دو زبان جو کہ نہ کچھ دم بھر لیے ہو
اے ہمدمو سو خدا کے کرے سے ہو

کوئی بھلون کے ساتھ برائی بھلی کہین
نقصان اسی کا ہو جو کھوٹا کھرے سے ہو

تجھ سا حسین نپایا کوئی ہم نے اے پری
پریون کے ملک کے بھی تم آئے پری سے ہو

دل میرا صاف ان سے ہے مانند آئینہ
کیونکر غبار لوگون کے تہمت دھریے ہو

صحرا مین آب گریہ سے دیوانہ کو ترے
تھے جو درخت خشک گئے سب ہرے سے ہو

یکسان ہے تیرے عاشق شیدا کو مرگ و زیست
حاصل نہ کچھ جیے سے نہ اس کو مرے ہی ہو

کیون سوتے سوتے چونک پڑے خواب مین ظفر
وہ ناز لف دیکھ کے شاید ڈرے سے ہو

دیگر

یون مرے گریہ سے خط روے جانان سبز ہو
جس طرح افراط باران سے گلستان سبز ہو

و کر ہین آزاد ان کو ہے ہمیشہ تازگی
کیا عجب ہ فصل مین گر سرو یکسان سبز ہو

چشم آلودی سے دیکھے جو ان کو محتسب
میکدہ مین کیون رنگ بادہ خواران سبز ہو

ہر نہال باغ ہووے زرد خجلت سے اگر
بہ مین جوڑا تیرے اے سرو خرامان سبز ہو

خار سے تا زاغ آہو سب مین نکلین برگ سبز
گر ترے مجنون کے رونے سے بیابان سبز ہو

اس قدر مین سوز دل لے کر چلا ہون زیر خاک
نخل تربت پہ نہ میرے وقت باران سبز ہو

ہو یقین سب کو کہ آیا چشمہ حیوان پہ خضر
جب ظفر اس پشت لب پہ خط نمایان سبز ہو

دیگر

زمین پہ خاک جبین ترے خاکسار کے پانو — ہوا کے دوش پہ ہوئے ہین ہان غبار کے پانو
وہ پائین باغ مین کب ہے بہار گل مہندی — جو ہین بہار پہ مہندی سے اس نگار کے پانو
راہ اجل پہ قدم تیری سخت جانون کے — اکھڑ کے گڑتے نہین جیسی کوہسار کے پانو
شراب خانہ سے جائے مست اٹھ کے کہان — کہ ساقیا کہیں ہوتے شراب خوار کے پانو
بلا سے بیٹھے ہین جاسوس ڈر نہین ہم کو — گلی مین یار کے رکھتے ہین ہم پکار کے پانو
مجھے ہے ڈر کہ نہ قاصد تری کہیں کوچین — رکھے ہے کوچہ مین تو اس ستم شعار کے پانو
ظفر جو حرص سے دنیا کے کھینچ لے ہین ہاتھ — وہ سوتے گنج قناعت مین ہین پسار کے پانو

دیگر

یہ چتین کی صورت ہے جو منظور خدا ہو — پہلو مین جگہ دل کے بت ہوش ربا ہو

مطلع ثانی

تم پر یہ ہوا خواہ دل و جان سے فدا ہو — اور تم یہ کہو حیف کہ چل یان سے ہوا ہو
سر اپنا جھکے اور کہان غیر در یار — سجدہ وہین کرتے ہین جہان سجدہ کی جا ہو
بوسہ لب میگون کا جو وہ مست مے ناز — د عالم ہستی مین تو کیا خوب مزا ہو
آزار محبت سے ہین ناچار اطباء — کیا اس کا مداوا ہو کہ جس کی نہ دوا ہو
برہم ہون دو عالم ترے اک جلوے سے کافر — جب دونون طرف منہ پہ ترے زلف دوتا ہو
چشم یرقانی پہ ہے یون سایہ مژگان — تنکے کو اٹھائے ہوئے جون کاہ ربا ہو
جب جانے گرفتاری دل کو مرے ناصح — دل اس کا بھی گردام محبت مین پھنسا ہو
مسجد سے نہیں کم وہ زمین سجدہ کو اپنے — جس جا ظفر ا یار کا نقش کف پا ہو

عاشق کو اپنے دیکھ کبھی اک نظر تو لو — وہ تم پہ جان دے ہے تم اس کی خبر تو لو
زخمی کیا فلک کو مرے تیر آہ نے — خون ہے شفق نہیں ہے ذرا دھیان کر تو لو
لے دون گا اپنی جان تلک تیغ کر تمہین — اے نالو ہاتھ آئے بقسمت اثر تو لو
عاشق تو مر ہی جائیگا یہ کوئی دم مین آپ — خون لیتے اپنے سر پہ ہو ناحق اگر تو لو
بوسہ نہ دو گلے نہ لگو تم پلنگ پر — پر منہ کو اپنے پھیر کے کروٹ ادھر تو لو

میں نے کہا کہو تو مسیحا کیوں تمہیں
کہنے لگا کہ کہنا ابھی پہلے مر تو لو

منہ کیا کہ دو گے نامہ و پیغام قاصد و
تم جا کے اس کے سامنے نام ظفر تو لو

جتنے گلے ہیں سارے منہ سے نکال ڈالو
رکھو نہ دل میں پیارے منہ سے نکال ڈالو

ہم پیار سے ڈلی دیں منہ میں تمہارے اور تم
جا کر اسے کنارے منہ سے نکال ڈالو

غصہ کو تھوک دو تم بیٹھو نہ منہ بنا کر
جو جی میں ہے تمہارے منہ سے نکال ڈالو

کہنے سے ہم نہ چوکیں کہدیں ارشاد تو نے
تم گر زبان ہماری منہ سے نکال ڈالو

زلف اکی وہ کہیں ہے ناگن کہ حضرت دل
دانت اس کے ڈر کے مارے منہ سے نکال ڈالو

کچھ پان میں دیا ہے اس نے کہ یار ہم کو
کرتے ہیں یہ اشارے منہ سے نکال ڈالو

تم گوہر سخن کو چمکا کے جب نکالو
گویا ظفر ستارے منہ سے نکال ڈالو

دیگر

دلا اس روے آتشناک پر تو دیکھ گیسو کو
پرستش آگ کی کرتے نہ دیکھا ہو جو ہندو کو

فلک پر دیکھ کر ماہ صیام اے شوخ مہ طلعت
کوئی تلوار کو دیکھے ہے اور ہم تیرے ابرو کو

دکھاوے کان کے بالے میں اس کو زلف الجھا کر
نہ دیکھا جس نے ہو ماریہ سے لڑتے بچھو کو

معطر مثل عطاران نکہت عنبر سے ہو سارا
اڑا کر گر صبا لیجاے ان زلفوں کی خوشبو کو

کہاں ہے دل کہ وہ تو بہہ گیا خوں ہو کے اشکوں میں
ستمگر دیکھتا ہے چیر کر کیا میرے پہلو کو

تصور چشم تر میں جس کے ہے اس قد دلجو کا
اٹھا کر آنکھ کب دیکھے ہے وہ سرو لب جو کو

لب سوفار میں کیوں سرخ اے ناوک فگن ان کے
پیا تیروں نے پیے گ نہیں عاشق کے لوہو کو

کہیں یہ چشم وحشی میں ترے تحریر کاجل کی
سیہ ڈوری سے باندھا ہے مگر اے شوخ آہو کو

ظفر جس سے در خوش آب غرق بحر خجلت ہے
محبت نے ہے دی وہ آبداری میرے آنسو کو

دیگر

جو اس کی زلف میں ہے مشک ناب کیسی بو
تو ہے پسینے میں رخ کے گلاب کیسی بو

الہی خیر ہو آتی ہے کوئے قاتل سے
جو خون عاشق پر اضطراب کیسی بو

جلایا سینہ میں کیا دل کو آتش غم نے
کہ ساتھ آہ کے آتی کباب کیسی بو

تصور رخ مہوش میں ہم اگر روئیں
ہر اشک میں ہو گل ماہتاب کیسی بو

نجاؤ لطف و عنایت پہ اس کے حضرت دل
تلطف اس میں بھی ہے اک عتاب کیسی بو

کہاں ہے سنبل پیچاں میں اے نسیم چمن   کسی کی طرہ پیچ و تاب کیسی بو
نہ پوچھ منہ سے ظفر نام پارسائی کا
تمہارے منہ سے ہے آتی شراب کیسی بو

حضرت دل بیٹھے ہو گر کام سے بیٹھے رہو   میرے گھٹنے سے لے آرام سی ٹھے رہو
شاعر و مضمون زلف و رخ نہ آ سکا ہاتھ اے   کر میں گر صبح کی م شام سے بیٹھے رہو
جا کے دیر و کعبہ میں کیا لو گے تم اے غافلو   ہاتھ اٹھاؤ اور اسلام سے بیٹھے رہو
بیٹھے سے پاس بدنای کا ڈر ہے کیوں نہ تم   دور اپنے عاشق بدنام سے بیٹھے رہو
چرخ تک چکر میں سب ہیں کیونکہ یارو زیر چرخ   بچ کے م اس گردش ایام میں بیٹھے رہو
اے سیرو اب نہ پر میں طاقت پرواز ہے   کیا کرو گے م نکل کر دام سے بیٹھے رہو
وہ دکھائے گا کبھی تو جلوہ اپنا اے ظفر
م لگائے آنکھیں اپی بام سے بیٹھے رہو

عرق میں رخ کے اگر ہے گلاب کیسی بو   تو اس کے زلف میں مشکناب کیسی بو
پھر آیا سوز محبت سے میرے دل میں جوش   کر آنسوؤں میں ہے جو پوشیدہ آب کیسی بو
کہا یہ دل نے کر ہے مست لے بھی لے بوسہ   دہن سے اس کے جو آتی شراب کیسی بو
وہ خاکسار ہوں میں جس کے جسم خاکی پر   پسینہ آئے تو آئے تراب کیسی بو
رہب شیخ کا ڈاڑھی کے رنگ کرے سے   عیاں ہے منہ پر اس کے خضاب کیسی بو
کیا جو آتش غم نے برشتہ یہ میں دل   تو ساتھ سان کے آتی کباب کیسی بو
نہ کیونکہ چین سے آنکھوں میں خواب آئے ظفر   صبا جلاتی کسی مست خواب کیسی بو
دیگر

مسافرو کہیں یاں ٹھہرنے کی جائے چلو   راہ نا میں تم اپنے قدم اٹھائے چلو
بتا ہمیں دل بیتاب ہم چلیں نہ چلیں   کر یار کہتے ہیں تم واں نہ بن بلائے چلو
جو ساتھ غیر ہو تو ہنستے بولتے جاؤ   جو تمہارے ہوں ہمراہ تو منہ بنائے چلو
تمہارے چال سے پہچان لیں گے ہم تم کو   ہزار راہ میں برقع سے منہ چھپائے چلو
قدم قدم پہ رہ عشق میں ہے لغزش پا   چلو حضر دل پاؤں تم جمائے چلو
جو لیتے جاؤں انہیں میں تو وہ کہیں لی دور   جو غیر جائے بولا نے کہیں کر آئے چلو

ظفر گلی میں ہیں اس کے لگے ہوئے جاسوس   نہ ٹھہرو ایسا کوئی دیکھ پائے چلو دیکھ

یا جو مشہ سیکھو دل کو ذرا لگی کہو   مت کہو روئے رعایت سے خدا لگی کہو
آنسوؤں سے کوئی بجھتا ہے مرا سوز دروں   بلکہ دل میں اور ہے آتش سوا لگتی کہو
درد دل بلبل کا کر سکتے نہیں گر گوش زد   کان کیوں گل کے چمن میں ہے صبا لگتی کہو
جیسے ہاتھوں میں تمہارے ہے مری سرخی کا خون اے ستمگروں   ہے کہاں خوش رنگ ہاتھ ایسی حنا لگتی کہو
ہوتا گر تم کو مجھ سے انس   تو گلے سے کیوں مرے تیغ جفا لگتی کہو
حضرت دل اس پری کی ہیں ادائیں سینکڑوں   پر تمہیں ہے کون سی پیاری وہ لگتی کہو
تم جو کہتے ہو لگا دختر رز پہ نہ تاک   شیخ جی صاحب تمہاری ہے یہ کیا لگتی کہو
زلف کو عارض پہ اس کے کیوں ہلاتی ہے صبا   دل پہ اک برچھی سے میرے ہے بلا لگتی کہو
جس جگہ لگی سخن میں ہے طبیعت آپ کی
اے ظفر واں کس کی ہے فکر رسا لگتی کہو

جو کہو ان صاف سے بات اک ذرا لگتی کہو   اے بتو بہر خدا کچھ تو کہا لگتی کہو
حضرت دل تم جو لگ چلتے نہ زلف یار سے   کیوں تمہاری جان کے پیچھے بلا لگتی کہو
قتل ہی ہونا تھا قسمت میں گر نہ ہمدمو   کارگر کیوں دل پہ وہ تیغ ادا لگتی کہو
گر نہ ہوتا تم کو ساتھ ابرق وش کے کچھ لگاؤ   کیوں جھڑی اشکوں کی آنکھوں بار ہا لگتی کہو
گر بری ہوتی نہ قسمت اور بگڑے ہوتے نصیب   بات میری کیوں بری تم کو بھلا لگتی کہو
گر نہ ہوتا دل مرا خون حسرت پابوس میں   پاؤں میں اس شوخ کے کیونکر حنا لگتی کہو
سو سن آزاد ہو یا سرو آزاد اے ظفر
اس گلستاں میں کہیں کس کو ہوا لگتی کہو

تم اپنی یاد کبھو غافل اجل تو کرو   بلا سے کچھ نہ کرو اور یہ عمل تو کرو
بتاؤ دل بر ہے کہ میری آنکھوں میں   پسند اپنے لئے تم کوئی محل تو کرو
ہمیشہ کرتے ہیں اے بادلو مری مژگاں   نہ جیسے اشک فشانی نہ ایک پل تو کرو
کسی کے بل پہ کرو عشق میں نہ کوئی کام   جو رکھتے حضرت دل تم ہو اپنا بل تو کرو
رہیں نہ ہوش بجا واعظوں کے محفل میں   جو کہئے مسئلہ عشق ایک حل تو کرو

بلا سے گر کہیں تم کرے صلح کی باتیں — کلام مجھ سے کوئی برسر جدل تو کرو
جنھیں سخن کا ہے دعوئی ظفر کہو ا سے — کہ لیکی جلد رقم تم کوئی غزل تو کرو

دیگر

واے باتیں مدعا کی یون چھپا کر چاب جاؤ — جس طرح پانون کا بیڑا تم بنا کر چاب جاؤ
داہون انگلی میں جو دانتون میں تو وہ فس کر کہیں — دیکھو تم یون کیا دباتے ہو دبا کر چاب جاؤ
کہتا ہے فرہاد سے مجنون کہ کوہ و دشت میں — میں نے پھانکی خاک م پھر اٹھا کر چاب جاؤ
دیکھو تم کاغذ کلے پرچہ پ مرا تم حرف راز — چاہیے اس کو مٹاؤ اور مٹا کر چاب جاؤ
دوستو تم کو چباے ہون جو لوہے کے چنے — آؤ ان سمن دلون سے دل لگا کر چاب جاؤ
یا عجب کھایا کلیجہ حضر غم پ نے — تم تو وہ ہو ہڈیان غصہ میں آ کر چاب جاؤ
ان کی آنکھون سے کرے بادام ہم چشمی اگر — اس کو کچا ہی ظفر سب کو دکھا کر چاب جاؤ

دیگر

ہماری آہ کا جس راگ میں شرارا ہو — وہ جل کے خاک ہو روشن نہ پھر دوبارہ ہو
مزار کوہکن و قیس میں تمیز ہو یون — کہ اس پہ خار ہون اور اس پہ سنگ خارا ہو
لڑی رہی نظر فتنہ کی تری جانب — کہ دیکھیں چشم منعش سے کیا اشارا ہو
کہون میں کیونکہ اسے نعل کہکشان پا تیرا — کہ جب فلک مہ نو میں کوئی ستارا ہو
وہ ماہ پارہ دکھاے جو اپنا جلوہ حسن — کتاب کی طرح دل ماہ پارا پارا ہو
وہ دشمنون کو حرارت جواب بھاتی ہیں — کہیں نہ رات کے آنے کا یہ حرارا ہو
ظفر وہ کون سا دانا جہان میں ہے کہ جسے — اس آسیاے فلک نے نہ پیس مارا ہو

مرا غم نامہ یہ واںتک پہونچ جاوے و کیسا ہو — خوشی کی نامہ بر وانسے خبر لادے تو کیسا ہو
ستاتے کیا ہو تم ہ دم کرلو اب ہم تو جاتے ہیں — یہ سن کر جان سے کوئی گزر جاوے تو کیسا ہو
دل شامت زدہ کیون چھیڑتا ہے زلف کو اس کی — ابھی برہم وہ کو کے تجھ پہ جھنجھلاوے تو کیسا ہو
بجھاتے ہین ہم اپنی سوزش دل آب گریہ سے — یہ دل میں آگ دونی اور بھڑکاوے تو کیسا ہو
ہوا حال ایسا اپنا سن کے اس کے حسن کا شہرہ — خدا جانے کہ وہ صورت جو دکھلا دے تو کیسا ہو
نہ چل اے فتنہ رفتار اس طرح اٹھکیلون سے تو — کہ نا حق خاک میں کوئی جو مل جاوے تو کیسا ہو

ذرا دم لینا جب ہو ناگوار اس صید افگن کو　　اگر یہ صید ناوک خوردہ چلا دے تو کیا ہو
چلے تو ہے تم نے دل ہمارا آتش غم سے　　وہاں بھی گر دل دیوانہ گھبراوے تو کیا ہو
جو یہ بیزار ہو مجھ سے خفا ہو نام سے میرے　　یہ آہ آتشیں سے آگ برسا دے تو کیا ہو
ظفر اس واسطے کہتا ہون دل کو دے سمجھ کر تو　　وہ میرا ذکر محفل مین جو سن پاوے تو کیا ہو
کر دے کر دل اسے پھر جی مین پچھتاوے تو کیا ہو

دیگر

اس کا مجرا خشک تھا جس کا تہ خنجر گلو　　ک ہا تھا اب خنجر سے وہ اپنا تر گلو
حلق پر اس کے چھری ہو اور سنان پر اس کا سر　　ہائے چومے فاطمہ سر جس کا پیغمبر گلو
چور تھے زخمون سے سرور اور تھے مجروح سب　　سینہ پہلودست بازو شانہ عارض سر گلو
پیاس سے بولا نہ جاتا تھا تو بابا جان کو　　کر دکھا تا تھا زبا ن کا ہے علیؑ اکبر گلو
تھا یہ احوا ل سکینہ تفتہ دل تفتہ جگر　　تشنہ لب دہان ور خشک سر تا سر گلو
کہتی تھی رو رو کے یہ بانو کہ ہے کرنی جائے اب　　ریسمان روحت و نازک طوق و نازکتر گلو
ہو سو ابن علی کے کسی کا ایسا حوصلہ　　جو رضائے حق مین دے نیچے چھری کے دھر گلو
اے ظفر اشک مسلسل سے غم شبیر مین　　حشر کو ہو وین گے تسبیح گوہر در گلو

دیگر

سوت منظور مری اپنی نظر پر رکھو　　دیکھو احسان نہ قضا کا مرے سر پر رکھو
وصل کی رات نہ تا تو کہیں گزارو ساری　　بس گلے ہو چکے گر ہین تو سحر پر رکھو
اے ستمدیدہ چہ تم رحم کرو یا نہ کرو　　پر ذرا کان تو فریاد جگر پر رکھو
دشمن خانہ خراب ایک نہ آنے پائے　　تم جو دربا نو کہیں اپنے مجھے دو پر رکھو
نہ رہو بے خبر اس غمزدہ سے اے حضرات دل　　تم کسی حال مین ہو اسکی خبر پر رکھو
کچھ تو آنسو مرے پونچھ جائین اگر لطف سے تم　　آستین اپنی مرے دیدہ تر پر رکھو
وشک خورشید قیامت ہو وہ پھاہا جسکو　　اپنے تم سوختہ کے داغ جگر پر رکھو
گر قدم رنجہ کرو راہ عنایات سے یہان　　تم قدم آنکھو پہ رکھو مرے سر پر رکھو
دم بھی لینے کی نہیں ضعف سے طاقت اس کو　　تہمت نالہ نہ تم اپنے ظفر پر رکھو

چمن میں دیکھی نگارین جو اس نگار کے پانو
کہے بہار کہ ہیں واہ کیا بہار کے پانو

نصیب ہو اگر اس رشک گل کی پابوسی
کروں ہزار کی منت پڑوں ہزار کے پانو

شکارگاہ میں جو آئے وہ چکار افگن
تو کیا مجال کہ اٹھ سکیں شکار کے پانو

خط ایک پہونچے کسی کا تو بٹھاوں روز
قلم ہوں چار کے ہاتھ اور قطع چار کے پانو

نگاہ مست تری گر چڑھے نہ دل پہ کہیں
نشے میں کرتے ہیں لغزش شراب خوار کے پانو

ظفر اگے ہے وہاں سے ہمیشہ گل مہندی
نہاں تھے دھوئے حنابستہ میرے یار کے پانو

ستم اور بھی مجھ پہ وہ چند کر لو
مگر میرے دل کو رضا مند کر لو

مطلع ثانی

جو برگ گل ہیں شکر قند کر لو
ملا کر گل وقند گلقند کرلو

کرو بند دیکھو نہ غرفہ کو اپنے
ہمیں سے کہو آنکھیں تم بند کو لو

وہ جھوٹا ہی ڈر ہے مجھے حضرت دل
کہ باور تم اسکی نہ سوگند کو لو

یہ دیوانہ چلتا ہے دشت جنوں کو
کہو پند گویوں سے کچھ پند کر لو

کہا عشق سے قیس نے بعد میرے
کہ قبلہ مجھے اپنا فرزند کر لو

جو باندھیں کمر فقر پہ اسے کہدو
توکل کو اپنا کمر بند کر لو

جو پھٹ جاوے دل پھر سیا جائے کیونکر
کہیں پیرہن وہ کہ پیوند کر لو

وہ آئیں نہ آئیں مگر اے ظفر تم
اس امید میں دل کو خرسند کر لو

دیگر

آو گھر میرے اے صنم آؤ   تمھیں اللہ کی قسم آؤ
قاصد دلاؤ جلد خط کا جواب   ایک دم جاؤ ایک دم آؤ
اے بتو میرے خانہ دل کو   دیر تم سمجھو یا حرم آؤ
ہوگیا غیر سے زیادہ ربط   کیون نہ اب میرے پاس کم آؤ
بیٹھے ہین منتظر تمھارے ہم   تم اٹھا کر ذرا قدم آؤ
کس نے تم کو کہا کہ حضرت عشق   لے کے تم اپنے رنج و غم آؤ
دیکھوں میں کب تلک تمھاری راہ   آیا آنکھون مین میرا دم آؤ
ابر کی طرح خاک پر میری   تم کبھی تو بچشم نم آؤ
تم جنازے کے ساتھ عاشق کے   کہیں امید دو قدم آؤ
حکم اوس بزم مین یہ ہے جون شمع   شام کو جاؤ صبحدم آؤ
کشش دل مین ہو اگر تاثیر   کیون کہیں تم کو منہ سے تم آؤ
لکھو اک اور قافیون مین غزل
لو ظفر کا غزو قلم آؤ

آؤ اے مہربان ادھر آؤ   تم چلے ہو کہان ادھر آؤ
میرے گریہ سے ہے اگر منظور   سیر آب روان ادھر آؤ
تودۂ دل یہ خوب ہے بے مشق   لیکے تیرو کمان ادھر آؤ
تجکو دیر و مغنی مین دیکھتے ہی   کہے پیر و مغان ادھر آؤ
بد گمانی ہے تو نہ آؤ تم   گر نہیں کچھ گمان ادھر آؤ
اتنی تاثیر ہے کہان کہ جو تم   سنکے میری فغان ادھر آؤ
دیکھو کیا میرے دیدۂ خونبار   آج ہے گل فشان ادھر آؤ
بوسے دیجے تو جاؤ غیر کے پاس   دیجے کو گالیان ادھر آؤ
خانہ دل کو سمجھو اپنا گھر   ہے یہ حاضر مکان ادھر آؤ
اتنی فرصت کہان رقیبو نے   کہ جو اک زمان ادھر آؤ
آگئی جان میرے ہونٹون پر   اب تو اے میری جان ادھر آؤ

اے ظفر میرے درد دل کی تم
گر سنو داستان ادھر آؤ

صفا میری طرح سے کسکا اے دل ہے منہ دیکھو　　مثال آئینہ یہ ابتو اس قابل ہے منہ دیکھو
تماشا قدرت حق کا ہے اسکے حسن کا جلوہ　　مقابل اسکے ہو سکتا مہ کامل ہے منہ دیکھو
مرا ایل طبیعت کچھ جتاتے ہیں جو یار اسکو　　تو وہ ہنسکر کہے ہے میرا یہ مائل ہے منہ دیکھو
تہ تیغ جس طرح میں بیتاب ہوں ظالم　　تڑپتا اسطرح کب طائر بسمل ہے منہ دیکھو
شہید ناز کو ہے سرخرو منظور دکھلانا　　کفن کو کھول کر کہتا ہے وہ قاتل ہے منہ دیکھو
کہیں تم جل نجانا حضرت دل مثل پروانہ　　سکھاتا شمع سان وہ رونق محفل ہے منہ دیکھو
ظفر دکھا تو ہے تم نے قدم راہ محبت میں　　کوئی طے تم سے ہوتی عشق کی منزل ہے منہ دیکھو

دیگر

مجھے تم کیا دل فگرون کی خبر پوچھتے ہو　　مہربان دل ہی سے کچھ پوچھو اگر پوچھتے ہو
ہو گیا اور زیادہ وہ کشیدہ مجھسے　　دوستو کیا کشش دل کا اثر پوچھتے ہو
نفع سودائے مجھے میں ہے جی کا نقصان　　اسمین کیا حضرت دل سود و ضرر پوچھتے ہو
بات بھی میری کہیں پوچھتے اور غیر سے تم　　کنج تنہائی میں تم دو دو پہر پوچھتے ہو
اسکا گھر دل میں تمہارے ہے ارے بیخبرو　　ہم سے پوچھو اگر اس یار کا گھر پوچھتے ہو
جان کر ہوتے ہو نادان کہ تم جو ہم سے
باعث دود دل اور درد جگر پوچھتے ہو

قطعہ

غلغلو ہو کہ نہو تمکو سفر کچھ سود　　ساعت نیک منجم سے مگر پوچھتے ہو
لیک جب جانے ہو دنیا سے سوئے ملک عدم　　نہ کوئی دن نہ کوئی وقت سفر پوچھتے ہو
اور ہوتا ہے مزاج اسکا زیادہ برہم　　کیون مزاج اس بت بدخو کا ظفر پوچھتے ہو

دیگر

خط لکھ کے بھیج دوں کہ اسے کچھ خبر تو ہو
پر کوئی میرے خط کے لئے نامہ بر تو ہو

کیا آہ کو بتاؤں قلم سہر مشق غم
کچھ پہلی روشنائی دودجگر تو ہو

میں اس گلی میں بیٹھ رہوں مثل نقش پا
پر جائے بیٹھ رہنے کو بالشت بھر تو ہو

ایمان بھی اسکو دیدوں مگر مجھ سے وہ صنم
گمراہ ہو رہا ہے ذرا راہ پر تو ہو

سوفتنہ وہ اٹھائے مگر جیسا فتنہ گر
دل چاہتا ہے ویسا کوئی فتنہ گر تو ہو

کیوں کھینچتے اسکی سے ہو سینہ سے اپنا تیر
رہنے دو اسکا دل میں ذرا میرے گھر تو ہو

میں اک نظر پہ نذر کروں اسکے جان و دل
لیکن یہ چشم یار کے مد نظر تو ہو

ہو جائے کیونکہ موم دل اے سنگدل ترا
اس آہ بے اثر میں ابھی کچھ اثر تو ہو

تھوڑی سی گر ظفر کی سنے داستان غم
اسکی نشست ایک جگہ دوپہر تو ہو

مصحف رخسار پر کافر ترے گیسو ہیں دو
ہے تماشا حافظ قرآن ہو ہندو ہیں دو

انکو تیغ اصفہانی اور خراسانی کہاں
پھوٹتی ہے یہ جو اے قاتل ترے ابرو ہیں دو

کیاں نہو کشت امید دل ان آنکھوں سے تمام
کھیت میں جنکا نچوڑیں یہ تو وہ آہو ہیں دو

اسکی قامت کی پہتان میں طلسم طرفہ تر
ایک نخل سرو میں پیدا ہوئے ہندو ہیں دو

دلکو اک تسکین سے ہو جائے ہے وقت اضطراب
جبکہ آنکھوں سے ڈپک پڑتے کبھی آنسو ہیں دو

درد دل ہے اک طرف دردجگر ہے اک طرف
درد فرقت میں بھی ہم درد مرہم پہلو ہیں دو

اس خراب آباد میں بستے ہیں دو نیک و بد
صلح جو بھی ہیں ظفر دو گرمعیرہ جو ہیں دو

دیگر

اٹھاؤ ہاتھ بس اب شیوۂ جفا سے ڈرو
کرو ظلم خوب نہیں اے بتو خدا سے ڈرو

نکھرو زلف کو اس کج ادا کی محرمت دل
بری بلا ہے یہ کافر تم اس بلا سے ڈرو

مبادا پھونک دے کچھ کان میں گلو کے یہ
چمن میں دیکھو تم اے بلبلو صبا سے ڈرو

جو دل میں آئے سو کہدو تمہیں ہے ڈر کسکا
کرو آشنا سے نہ تم غیر آشنا سے ڈرو

نگاہ یار سے تم ہو نڈر نہ ہاتیو سو
جو ڈر ہے جان کا تو اس ناوک قضا سے ڈرو

جو باغبان کا ہے کھٹکا تمہیں طیور چمن
تو کھڑکے ایک بھی پتا اگر ہوا سے ڈرو

وہ لے ہی جائیں گے اک پل میں چھینکر دلکو
ظفر ڈنگہ شوخ دلربا سے ڈرو

دیگر

تم نہ شب کو آکے میرے متصل بیٹھا کرو
رات کو لگتی ہے تہمت و تمکو مل بیٹھا کرو

داغ پر دل ماہ تابان رشک سے ہوتا ہے رات
منہ پہ کاجل کا بنا کر تم نہ تل بیٹھا کرو

تم سے کچھ کرنا نہیں مین شکوۂ ظلم و ستم
بیٹھے ہو خود بخود گر منفعل بیٹھا کرو

خاک میں مل جائینگے ہم دیکھو دست غیر سے
تم نہ محفل مین لگا کر عطر گل بیٹھا کرو

بیٹھے ہو تم عدو سے سنگدل کو لیکے ساتھ
رکھ کے چھاتی پر ہمارے ایک سل بیٹھا کرو

کچھ ہنستا بولا کرو آیا کرو گر میرے پاس
میرے پہلو مین نہ تم آزردہ دل بیٹھا کرو

کون اٹھا سکتا ہے تمکو کوئے جانان سے ظفر
شوق سے اس در پہ ہو کر مستقل بیٹھا کرو

دیگر

جاتے ہو تو اک بوسہ تم دیکے چلے جاؤ
آسان نہیں یوہین دل لیکے چلے جاؤ

گھر اپنا ہی سمجھو کو بے طلب آئے تم
ہم منہ سے نہیں تمکو کہنے کے چلے جاؤ

گر اپنی نشانی تم چھلا نہیں دیجاتے
تو گل ہی نہیں دیکر چھلے کے چلے جاؤ

بازار مین ہستی کے اے ناقلو آکر تم
جھگڑے نہ نکالو تم دیکے چلے جاؤ

اے زاہد و اس بت کا گر دیکھو تم اک جلوہ
بتخانہ کو دھوکے مین کعبے کے چلے جاؤ

عقل اچھی کہاںسے ہو طالع جو اچھے ہون
پل قرعہ نہ رہا لو تم پھیکے چلے جاؤ

کعبہ ہو کر بتخانہ سجدہ مین ظفر اسکے
ماتھے کو زمین پہ تم ہان ٹیکے چلے جاؤ

یارو کچھ اگر خط مین ہو تحریر تو پڑھ لو
یہ کیونکہ کہون مین خط تقدیر تو پڑھ لو

تم ذبح کرو صید محبت کو جو اپنے
یہ تمکو مناسب ہے کہ تکبیر تو پڑھ لو

اکسیر تو موقوف ہے قسمت پہ عزیز و
پڑھتے ہو اگر نسخہ اکسیر تو پڑھ لو

تصویر کو کہتے ہو مرے کسکی ہے تصویر
گر نام مرا ہے سر تصویر تو پڑھ لو

اے بسملو اتنی نہ کرو مرنے مین جلدی
منہ سے کلمہ تم تہ شمشیر تو پڑھ لو

پیدا ہو خط مصحف رخسار پہ اس کے
اے حضرت دل پڑھتے ہو تفسیر تو پڑھ لو

تم اے ظفر اسکے لئے کوئی عمل جب
کچھ رکھتے زبان مین جو ہوتا ثیر تو پڑھ لو

کہے جو عدو بیچ نہ جانا کرو — برا مانتے ہو تو ملا کرو
سرائے دل و خانہ چشم مین — تم اپنا کہیں تو ٹھکانا کرو
رکھو طاق پر اپنی یہ دوستی — نہ دشمن مرا اک زمانہ کرو
خبر ہے مجھے تم چلے ہو جہان — عبث اب نہ مجھ سے بہانا کرو
کہے ہے مجھے دشت مین یہ جنون — کہ اب تم یہان خاک چھانا کرو
لگاتے ہو گر اپنا تیر نگہ — تو دل کو ہمارے نشانا کرو
ظفر گر کہین ہے کوئی نامہ بر — تو آنسو ہی اپنا روانہ کرو

دیگر

وہ تیرے عارض تابان ہین پریوش دونو — دیکھ کر جن کو مہ مہر بھی ہون غش دونو

مطلع

ثانی

تیری زلفون کی دل و جان ہین بلاکش دونو — رہین کیونکر نہ پریشان ومشوش دوون رہتے اک حال مین ہین
صوفی میکش دونو
دور مین چشم سیہ مست کے پیے ساقی
دیکھیے لڑتی ہین کس سے تری آنکھیں صف جنگ — ہے جو پلکون سے لگائے ہوئے ترکش دونو
یہ عجب خانہ مستی ہے ساغر خانہ — ہوتے محتاج و غنی یہان ہین فروکش دونو

قطعہ

اے ظفر ایک ہے تو فن سخن مین استاد — کیون نہ قائل ہاون ترے ناسخ و آتش دونو
بلکہ ہوتے ظہوری بھی آج — کرے ہر شعر کو سن کر ترے غش غش دونو

دیگر

دے گریہ آپ چرخ کو کو سبز کشت کو — لیکن نہ دھو سکے وہ مری سر نوشت کو
کرے نہیں کنارہ کسی سے بھی سینہ صاف — آئینہ دے ہے دل مین جگہ خوب زشت کو
ہم قصد کرتے جانان ہین ہر سحر — مسجد کو کوئی جائے کوئی کنشت کو
مرد خدا پرست پرستش سے رکھتے کام — دوزخ سے نے ڈرے نہ وہ جائے بہشت کو
دیرو حرم مین جاتے ہین جو دل کو چھوڑ کر — مارین گے اپنے سر سے وہ کیا سنگ وخشت کو
دے کیون نکلے تیر کو آغوش سے کمان — الفت ہو راست رو سے اگر کج سرشت لو
دے ہے نصیب مجھ کو جو ہر کام مین شکست — لکھا خط شکستہ سے کیا سر نوشت کو

گر ہے کمال عشق میں منظور اے ظفر
کر اختیار سلسلہ اہل چشت کو

تیغ ہو غیر از نگاہ یار ایسی کاہے کو
تیز ہوتی ہے میان تلوار ایسی کاہے کو

ہے سوا اسلماس سے بھی تیرے دونتو کی چمک
تاب رکھتا ہے ہے درشہوار ایسی کا ہے کو

چشم فتان پر ترے اے شوخ گر مفتون نہو
ہووے نرگس باغ میں بیمار ایسی کاہے کو

گر نہ پیجائے لہو عاشق کا ظالم تیرا تیر
تو رکھے سرخی لب سوفار ایسی کاہے کو

جو مہارے غمزہ پہ ان کو آتے ہین فریب
کرتے ہین عیار گی عیار ایسی کاہے کو

وہ جو الیا خوابمیں شاید مرے جاگے نصیب
ورنہ ااے دولت بیدار ایسی کاہے کو

کیا مری ہمسائگی سے بڑھ گیا پردہ سوا
کر بلند اس شوخ نے دیوار ایسی کاہے کو

ٹھہر جا دم بھر کہ جاوے دم بھی میرا تیے ساتھ
کر رہا جلدی ہے تو اے یار ایسی کاہے کو

سائے ظفر گر جا پڑین کوچے مین اس کے ہو کے خاک
خاکسارون کی ہے مٹی خوار ایسی کاہے کو

دیگر

تم چلے ہو کہان کھڑے تو ہو
جانا اے مہربان کھڑ تو ہو

جاؤ تنہا ہ م تمہارے ساتھ
جائینگی میریجان کھڑے تو رہو

ہے پڑی دل جلون کی آج جہان
تا بکیا تم وہان کھڑے تو رہو

ٹھہرے ہر گز نہ رہروان عدم
کہا کتنا میان کھڑے و رہو

گر نہیں بیٹھتے نہ بیٹھو پہ
سن لو میرا بیان کھڑے تو رہو

بھاگے دیر مغان جو دیکھ کے شیخ
تو پکارے مغان کھڑے و رہو

قد پہ نازان ہے اپنے سرو چمن
اک ذرا تم بھیہان کھڑے تو رہو

ہمر ہو تھک کے ہین رہے جاتے
ہم چلیں کاروان کھڑے تو رہو

وہ بلا لین گے م کو گھر مین ظفر
م سر آسان کھڑے و رہو

ردی الہائے مخمتی

باعث سوز جگر کوئی جو دا الیا ہے ہاتھ
وہ ادھری گور کا ہنچراغ آیا ہے ہاتھ

چشم نرگس زلف سنبل سرو و قد رخسار گل
یار کیا الیا ہے ہاتھ اپنے کر باغ الیا ہے ہاتھ

جستجو مدت سے تھے ہم کو دل گم گشتہ کی
زلف کے کوچہ میں بارے اب سراغ آیا ہاتھ

دیدہ حسرت سے جس کو دیکھتا ہے جام جم
ہاتھ سے ساقی کے اپنے وہ ایاغ آیا ہے ہاتھ

کر کے چاک گریبان روویں جی کھولکر
اب تو وحشت میں مرے دامان داغ آیا ہے ہاتھ

کیا کہوں بیدولتی اور بدنصیبی اپنی میں
جب ہما پر ہاتھ ڈالا تو زاغ آیا ہے ہاھ

عشق کی دولت سے کیونکر ہو نہ دل اپنا غنی
ملک وحشت ہاتھ آیا نقد داغ آیا ہے ہاتھ

میرے حال بد کے سنے کا نہیں اس کو دماغ
دلربا قسمت سے کیا نازل دماغ آیا ہے ہاتھ

ہاتھ دنیا سے اٹھایا ہے جنھوں نے اے ظفر
رہتے ہیں وہ بافراغ ان کو فراغ آیا ہے ہاتھ

بغیر بادہ بھی اس شوخ پرست کی آنکھ
نشے میں حسن کے لیکی ہے جیسے مست کی آنکھ

جہان ہے گھر وہ روشن کر کے پیش نظر
کرے ہے سیر ہمیشہ بلند و پست کی اانکھ

ننگ حسرت دیدار کو ترے منظور
نشست ہو تو جگہ خوب ہے نشست کی آنکھ

جہانمیں جن کو حکومت ہے ان کو نیند کہان
کر تکنے دیتی نہیں فکر بندوبست کی آنکھ

لگائے دیکھیے کب یہ وہ کمان ابرو
لگائی صید محبت نے سم شست کی سکھ

دکھائے محتسب شہر طمطراق ہزار
کوئی جھکی ہے بعد قدح بدست کی آنکھ

گیا ہے ٹوٹ ظفر دل کر دے ہے اشکوںمیں
ہجوم پارہ دل سے خبر شکست کی آنکھ

اگر وہ لے ڈر اضطراب ہاجبہ ہاتھ
تو ساتھ جان بھی دوںمیں شتاب ہاتھ پہ ہاتھ

نصیب ہم کو نہو بوسہ اور ترے لب تک
ہمیشہ پہونچے یہ جام شراب ہاتھ پہ ہاتھ

صد آفرین تجھے قاصد کہ لایا لکھوا کر
ہمارےخط کا تو اسے جواب ہاتھ پہ ہاتھ

مزا تو جب ہے کہ یہ گرم گرم اے میخوش
دل برشتہ کے پہونچیں کباب ہاتھ پہ ہاتھ

خطا ہے کیا مرے دل کی باندھے ہے مشکیں
تمہارا طرہ پر پیچ و تاب ہاتھ پہ ہاتھ

جہان میں ہیں وہ کہان جوہری کہ لے جائیں
ہمارے اشک کا در خوش آب ہاتھ پہ ہاتھ

ظفر ہوا ترے دیوانکا اک جہان مشتاق
ہزار کوس گئی یہ کتاب ہاتھ پہ ہاتھ

دیگر

جو ابرو ہے شمشیر و خنجر کا نقشہ   تو ہے چین ابرو بھی جوہر کا نقشہ
مرا اور مجنون کا ایک عالم   برابر کی صورت برابر کا نقشہ
نہیں ماہ کنعان سے کم اے عزیزو   مرے دلبر ماہ پیکر کا نقشہ
مری چشم تر کی تھی چشمہ کی صورت   پر اب ہے باجینہ سمندر کا نقشہ
یہ پہلو و سینہ مشبک نہ سمجھو   دل مردہ کے ہے مجمر کا نقشہ
جو ہے ا کی گردن صراحی کی صورت   تو ہے چشم میگون بھی ساغر کا نقشہ
جسے قصر جنت بتاتا ہے واعظ   کسی حوروش کے ہے وہ گھر کا نقشہ
نہیں بات کوئی بھی خالی ستم سے   یہ ہے اندنون اس ستمگر کا نقشہ
اتارے ہے کلک خیال اپنا دل پر   ہمیشہ ظفر اپنے دلبر کا نقشہ

دیگر

مژگان ترے سنان اور تیر کا نمونہ   ابرو ترے کمان و شمشیر کا نمونہ
آشفتروں سے کہدے دکھلا کے زلف اپنی   سو دازدوں کی ہے یہ زنجیر کا نمونہ
وہ خاکپا بظاہر ہے سرمہ جواہر   پر دیکھکر غور سے ہے اکسیر کا نمونہ
تو اور ماہ کنعان کیا حسن مین ہین یکسان   دونون کا ایک سا ہے تصویر کا نمونہ
آنکھوں کا تیری سرمہ وہ بلا کہ ظالم   تیغ اجل ہے جس کی تحریر کا نمونہ
لو ہو گیا ظفر وہ آزردہ تمھے دیکھا
اس نالہ و فغان کی تاثیر کا نمونہ

کچے مین اپنے دے وہ صنم مجکو گر جگہ   باقی رہے نہ سجدہ سے بالشت بھر جگہ
دل سے نہیں نکلتا کسی طرح تیر غم   پکڑی ہے ا نے چارہ گرو اسقدر جگہ
وہ کون ہے کہ جس کے لئے یہ شعاع مہر   جاروب لے کے جھاڑے ہے وقت سحر جگہ
کھٹکے سے باغبان کے چمن مین نہیں رہی   بلبل کے بیٹھنے کے لے شاخ پر جگہ
آ بیٹھا میرے دل مین خدنگ نگاہ یار   بہتر یو زاس سے کوئی نہ ائی نظر جگہ
دیر حرم مین جا کے اے شیخ و برہمن   کیا ڈھونڈھتے ہین وہ تو ہے موجود ہ جگہ
تکیہ بنائے بیٹھے رہین ہم فقیر وار
ہاتھ ائے کوئی ہار مین گر اے ظفر جگہ

دل کو الفت ہے جو اس تیر کے پیکاں کے ساتھ
نہیں جائیگی اگر جائیگی تو جان کے ساتھ

یوں ہے اس زلف سے مانوس دل آشفتہ
جیسے ہو انس پریشان کو پریشان کے ساتھ

ناخن دست جنوں کی ہے یہی گر تیزی
چاک ہو جائے گا سینہ بھی گریبان کے ساتھ

کفر و دیں دونوں سے ہے مذہب عشاق جدا
نہ وہ کافر کے ہیں ہمراہ نہ مسلمان کے ساتھ

لے گئے درد و غم و داغ کو وہ ساتھ اپنے
گئے دنیا سے ترے شیفتے سامان کے ساتھ

زلف کو مصحف رخسار سے اپنے مس کر
کہ وہ ہندو اسے کیا کام ہے قرآن کے ساتھ

رنج و راحت سی نہیں کوئی الگ دنیا میں
یہ تو دونوں ہیں ہمیشہ ظفر انسان کے ساتھ

دیگر

ہر شب تری گذری ہے عیش و طرب کے ساتھ
ہوتے ہیں دن بسر مرے رنج و تعب کیساتھ

جاتے ہیں کوئی چھوڑ کے ہم کوئے مہوش
ناک اپنی اب تو لگ گئی ہت العب کیساتھ

مرقد پہ ترے عاشق وحشی مزاج کے
مجنوں جو آئے ہے تو کمال ادب کے ساتھ

گر جانتے کہ ہوینگے ہم تنگ اس قدر
دل کو کبھی لگاتے نہ اس غنچہ لب کے ساتھ

دشمن کی بھی ہو گر خبر مرگ گوش زد
اے دوست تو نہ خوش ہو کہ ہے یہ تو سب کے ساتھ

ہم دیکھتے جس سے چشم عنایت ہیں ہے ستم
وہ ہم کو دیکھتے ہیں نگاہ غضب کے ساتھ

نے کچھ غرض کسے سے نہ مطلب کسی سے ہے
ہم کو جو کام ہے تو ظفر اپنے رب کے ساتھ

دیگر

کوئی یہ شور ہے یا برق یا شرار ہے یہ
دل اپنا کیا ہے الہی کہ بیقرار ہے یہ

غضب ہے ابرو پہ خم تری عرق آلود
ہمارے قتل کو شمشیر آب دار ہے یہ

چمن میں نیم شگفتہ ہے غنچہ و لالہ
کہ لال لال کوئی چشم پر خمار ہے یہ

ہمیشہ دیکھتے ہیں سرخرو فلک کو ہم
ملایا خاک میں کیا ہم کو شرمسار ہے یہ

ہمارے سینہ پہ داغ کو وہ رشک چمن
جو دیکھے آ کے کیا خوب لالہ زار ہے یہ

ہزار جان نثار پائی ہم نے کی لیکن
نجانا اس نے کہ شید اے جان نثار ہے یہ

ہمارے دل کو ترے رخ پہ دیکھ کر خط سبز
جنوں نہ کیوں ہو فزوں فصل نو بہار ہے یہ

خیال دل کو ہے ہر وقت تیرے مژگاں کا
وہ میرے واسطے ہوتا ہمیشہ خار ہے یہ

برگ نقش کف پا ہمارے کوچہ میں
ظفر پڑا نہ رہے کیونکہ خاکسار ہے یہ

ہر جگہ ایک نیا رنگ ہے اللہ اللہ   واہ کیا جلوہ نیرنگ ہے اللہ اللہ
کوئی صورت نہیں لیکن کر پہنچے کافر   دل صنم کا مرے کیا سنگ ہے اللہ اللہ
تیرے دندان مسی زیب کی کافر ہر رنج   کیا ہی زیب دہن تنگ ہے اللہ اللہ
تیرا اک میکدہ میں اے بت سرمست غرور   کچھ عجب رنگ عجب ڈھنگ ہے اللہ اللہ
ننگ اور نام سے میں عشق میں جس کے گزرا   نام سے میرے اسے ننگ ہے اللہ اللہ
کیا ترا چہرہ پہ نور ہے سبحان اللہ   کیا ترا شب رنگ ہے اللہ اللہ
لب گلبرگ سلے تا بزبان ہر خار   سب پہ گلشن میں اک آہنگ ہے اللہ اللہ
برگ گل بھی تھا گران جن کے تن نازک پر   ان کی چھاتی پہ لک سنگ ہے اللہ اللہ
چھوڑ کر اس بت کافر کے ظفر در کا طواف
آپ کو کعبہ کا آہنگ ہے اللہ اللہ

یوں ترے رخ کا لیا میں نے مری جان بوسہ   جیسے قرآن کا لیں صاحب ایمان بوسہ
میں وہ مجنوں ہوں کہ رکھتے ہی بیابان میں قدم   پانو تلالے ہے مرے خار بیابان بوسہ
منہ لگا کر جو اسے تو نے کیا گستاخ   لیے ہے عارض کا ترے زلف پریشان کا بوسہ
جائے خوشبو نہ مرے منہ سے جو دے خوابیں بھی   گل رخسار کا وہ رشک گلستان بوسہ
کافر عشق دیا کو یوں چومتے ہیں   جیسے لیں سنگ کا کعبہ میں مسلمان بوسہ
کیوں نہ ہو مجھکو سے سیہ بخت کا دل رشک سے خون   لے ترے لب کا جو رنگ مسی و پان کا بوسہ
اے جنوں ہاتھ سے آخر ترے بڑھتے بڑھتے   لے گا دامن کا مرے چاک گریبان بوسہ
ہے لب زخم جگر کو یہ تمنا میری   دیوے اک اور بھی وہ خنجر بران بوسہ
اس کا خط دیکھ کے آتا ہے دل میں میرے   دست کاتب کا قلم لوں کسی عنوان بوسہ

دیگر

ہم دیکھ چکے خوب تماشائے زمانہ   اچھا ہے جو کچھ اور نہ دکھلائے زمانہ
کس وجہ نہ ہو دیکھ کے آئینہ کو حیران   وہ شوخ کہ ہے حسن میں یکتائے زمانہ
کیا ہووے کوئی ساغر عشرت کا لبگار   خالی ہے مے عیش سے مینائے زمانہ

نکلا دل بیمار کے حق میں ملک الموت
ہم جانتے تھے جس کو مسیحائے زمانہ

ہووے نہ شمار انجم افلاک پہ ان کا
ہیں اتنے سہے ہم نے ستمہائے زمانہ

ہر روز خراش فلک دون سے زمین پر
دانوں کی طرح پستے ہیں دانائے زمانہ

پنہاں جسکو نظر سے ہو وہ مہوش تو نہ کیونکر
تاریک نظر میں مرے ہو جائے زمانہ

اتنا ہی ترا حسن میں وہ شہرہ آفاق
جتنے ہوئے ہم عشق میں رسوائے زمانہ

ڈھونڈو تو زمانہ میں نہیں مہر و محبت
کس طرح کا آیا ہے ظفر ہائے زمانہ

دیگر

کیوں کیا جوش اشکوں کا معاذ اللہ معاذ اللہ
امنڈ آیا اک دریا معاذ اللہ معاذ اللہ

شکایت کس سے کی جیئے بلا لو سامنے اس کو
کروں گا شکوہ میں تیرا معاذ اللہ معاذ اللہ

خدا محفوظ رکھے اس بت کاف کے گیسو سے
بلا وہ ناگ ہے کالامعاذ اللہ معاذ اللہ

جگر تو دیکھ تو میرا نہ کی اک آہ بھی میں نے
کئے تو نے ستم کیا کیامعاذ اللہ معاذ اللہ

لگایا ہاتھ شب میں نے جو اس کی زلف مشکیں کو
تو وہ برہم ہوا کیسامعاذ اللہ معاذ اللہ

جو سوئے مقتل عشاق وہ محشر خرام آوے
تو کیا اک حشر ہو برپا معاذ اللہ معاذ اللہ

جو سرگرم طپش میرے دل بیتاب کو دیکھا
تو بجلی بھی گئی تھرامعاذ اللہ معاذ اللہ

قد جانان کو دون تشبیہ کیونکر نخل طوبیٰ سے
کہاں وہ قد کہاں طوبیٰ معاذ اللہ معاذ اللہ

کیا غارت ہزاروں کو ظفر دنیا کی الفت نے
بڑی آفت ہے یہ دنیامعاذ اللہ معاذ اللہ

گراں ہے تم کو نزاکت سے پیرہن
نہ رکھو بازو ہے نازک پہ نورتن کا بوجھ

ہزار کوہ اگر کوئی اٹھا لیں ہم
پہ اٹھے ہم سے کسی کے نہ اک سخن کا بوجھ

فلک زمین پہ ابھی گر پڑے جو تھام نہ لوں
ستون آہ سے اس گنبد کہن کا بوجھ

نہ ڈال بار غم اے چرخ ان کندھوں سے
کہ جن سے اٹھ نہ سکے اپنے بھی بدن کا بوجھ

گراں ہے اس مرے نکلے دماغ نازک پر
چمن میں سی نکہت نسرین و یاسمین کا بوجھ

نہ تن سے دور ہو سر جب تلک نہ ہو ہلکا
ستمگر اس ترے شیدائے خستہ تن کا بوجھ

نہ ہوتی سر پہ یہ گٹھری ظفر گراں ہوگی
بلا سے ہوتا اگر اور لاکھ من کا بوجھ

دیگر

گر میسر ہو مجھے تیرے جبیں کا بوسہ   میں یہ جانوں کر لیا ماہ مبیں کا بوسہ

مطلع   ثانی

لب کا دو بوسہ کی رخسار و جبیں کا بوسہ   آج دے ڈالو مجھے ایک کہیں کا بوسہ

تر جہاں رکھے قدم روئے زمیں پہ اپنا   اپنی ہم آنکھوں سے لیں و ان کی زمیں کا بوسہ

جان کیا بلکہ ہم ایمان تلک بھی دیدیں   گر ملے اس بت نگار مگر دیں کا بوسہ

پیچ و تاب اپنے ہوا رشک کیا کیا دل کو   جب لیا زلف نے اس روئے جبیں کا بوسہ

شرم اس کی ہے مانع تو نہیں لے سکتے   ہم تصور سے بھی اس پردہ نشیں کا بوسہ

لیتے دن بھر ہیں مزے ہم جو کہیں لیتے ہیں   خواب میں شب ترے لعل نمکیں کا بوسہ

دیکھ کس شوق سے لیتا ہے لب زخم اپنا   تیری تیغ ستم و خنجر کیں کا بوسہ

جب ظفر دیکھتا ہوں نام نگیں پہ اس کا   جی یہ چاہے ہے کہ لے لیجے نگیں کا بوسہ

دیگر

دیکھا نہو جس نے کہ جہنم کا نمونہ   دیکھے مرے آتشکدہ غم کا نمونہ

ہے ماہ مبیں صاف جبیں کا ترے نقشہ   رہے مہ نو ابروئے پر خم کا نمونہ

آمیزش مشک و نمک سو وہ ہے جراح   بنتا ہے مرے زخم کے مرہم کا نمونہ

ساغر میں حباب مے گلرنگ ہے ساقی   یا دختر زر کی ہے یہ محرم کا نمونہ

نیسان مرے مژگان گہر بار کا سایہ   دریا ہے مرے دیدہ پر نم کا نمونہ

محراب وہ ابرو ہے در کعبہ کا نقشہ   ہے چشم تری چشمہ زم زم کا نمونہ

ہوتا جو نہیں غنچہ تصویر شگفتہ   شاہد ہے یہ میری دل پر غم کا نمونہ

ہے ساغر مے جام جہاں میں ہے مشابہ   میخانہ ہے اک سلطنت جم کا نمونہ

جو عرش سے تا فرش ہے   سب اس میں ہے موجود

ہے اے ظفر اسان   یہ عالم کا نمونہ

مرد دیتے ہیں اسی مرد خوش آئیں کا ساتھ   ترک کرتا نہیں دنیا میں ہے جو دیں کا ساتھ

ہیں رفیق اپنے غم و رنج و الم یاس و تعب   ہم کو بھاتا ہے ہمیشہ انہیں دو تیں کا ساتھ

ہے تماشا نگہ یار کر دل ہے بھرا   ورنہ کر سکتا کبوتر کہیں شاہیں کا ساتھ

خوشنما اس لب لعلیں پہ ہے یوں سرخی پان   جیسے رنگیں کو خوش آئے ہے رنگیں کا ساتھ

سینہ کوبی نہ سمجھو اس کو دم آہ و فغان   مطب خوش نے پکھاوج لی کیا بین کا ساتھ
نہ رہا یار جو غم خوار نہ مونس نہ رفیق   مگر اک غم نے دیا عاشق غمگین کا ساتھ
زلف پر پیچ نہیں   عارض جانان یہ ظفر
چمن میں ہے سنبل   و نسرین کا ساتھ

دل کو وہ رنج دے الٰہی اللہ   اور یہ سب سمجھے آمین اللہ
کوسا اس دشمن جان نے جو مجھے   دوست کہنے لگے آمین اللہ
تجھ سے آنکھیں ہے ملاتا آہو   بھٹکے چھپتا پھر آمین اللہ
آمین آمین ابھی ہو جاوے وہان   مہربانی کرے آمین اللہ
تیرے آنے کی خبر سن بلبل   باغ میں بول اٹھے آمین اللہ
جو کہ عاشق کو جلائے جون شمع   وہ بھبھلتا رہے آمین اللہ
محتسب تو نے خم مے توڑا   ہاتھ ٹوٹیں ترے آمین اللہ
اپنے مرنے کی دعا گر مانگون   وہ ستمگر کہے آمین اللہ
جو ستائیں تجھے ان کو بھی ظفر   عوض اس کا بھی ملے آمین اللہ

دیگر

ہم اٹھائیں کیون ستم ان کے ہمیں کیا واسطہ   یہ تو ہے اے حضرت دل سب تمہارا واسطہ
نے کوئی ہو دوست نے دشمن تمہارے واسطے   جو ہے دنیا میں سو ہے اے دوست اپنا واسطہ
ہاتھ اٹھائے وہ بت کار نہ میرے قتل سے   دے اسے ساری خدائی گر خدا کا واسطہ
کر دیا دشمن انہیں میرا محبت نے مری   دشمنی کا میری ان کے اور تھا کیا واسطہ
جان دیتا ہے جو تم پر اس طرح یہ نیم جان   نیم غمزہ کا تمہارے ہے یہ سارا واسطہ
آ چکی لب پہ جان تیرے مریض عشق کی   آ کوئی دم کا ہے اے رشک مسیحا واسطہ
اے ظفر وہ یک بیک کیون مجھ سے آزردہ ہوئے   مجھ پہ کچھ کھلتا نہیں کیا سبب کیا واسطہ

دیگر

نہ رقیبون سے تو لپٹ کر بیٹھ   اور جو بیٹھے تو ہم سے اٹھ کر ہٹ
تہ گرداب عشق دل اور ہم   گئے دونون ہم چمٹ کر بیٹھ
کر تجلی مہ کو ماہتابی پہ نہو امیرے گریہ سے یہ بھی   منہ سے گھونگھٹ ذرا الٹ کر بیٹھ

گوشہ عاقبت بہت تنگ بیٹھنا ہے اگر سم کر بیٹھ
سوچتا کیا ہے عشق میں اے دل جو ہو کرنا تجھے سو جھٹ کر بیٹھ
قصد اٹھ بھاگنے کا کر نہ ظفر
تو جو وہاں بیٹھا ہے ڈٹ کر بیٹھ

کہیں کہیں بھی تری چشم فتنہ زا کی پناہ یہ وہ بلا ہے کہ بس اے صنم خدا کی پناہ
سوائے رنج و غم و یاس چاہ میں اس کی دلا نہ ڈھونڈ کسی یار و آشنا کی پناہ
پناہ مانگتا ہے جس کو دیکھ کر ہر شخص غضب ہے تیغ ادا شوخ کج ادا کی پناہ
جفا سے بے کہیں ڈرتے با وفا ظالم کہ ان کے واسطے ہے عشق میں وا کی پناہ
بھی ہے سوج ہوا ساقیا لیے شمشیر کہیں بجز سپر جام اس ہوا کی پناہ
بچے نگاہ س ل تیری کس طرح ظالم کہ ہے جہان میں کہاں ناوک قضا کی پناہ
گر بول ہو درگاہ ایزدی میں ظفر
تو دو جہان میں ہے کافی یہ اک دعا کی پناہ

شکل اس نے ہمیں آ کر ج دکھائی اللہ دل میں کیا اس بت کافر کے یہ آئی اللہ
ہو گیا مجھ سے مکدر وہ میرا آئینہ رو دیکھئے ہوتی ہے کس طرح صفائی اللہ
گل میں کیا خار میں کیا نر میں کیا مائیں کیا اللہ اللہ تری جلوہ نمائی اللہ
لائی بوکس گل خوبی کی ہے یہ یاد بہار کہتی ہے صل علی ساری خدائی اللہ
روز اڑاتا ہے وہ سر تیغ ستم سے دو چار کس سے یہ طرز ستم اس نے اڑائی اللہ
آ گیا آنکھوں میں دم دیکھتے ہی دیکھتے راہ دیر قاصد نے مرے کیسی لگائی اللہ
کہتے ہیں دیکھ کے صورت کو تری صورت گر واہ کیا تو نے صورت ہے بنائی اللہ
گر نہ تھا سوز محبت کے مزے سے آگاہ جان پر وائی نے کیوں اپنی جلائی اللہ
جو مصیبت ہمیں قسمت نے دکھائی دیکھی پر دکھائے نہ ظفر اس کی جدائی اللہ
دیگر

ردی یائے تحتانی

نہ تنہا ہم نے کی س بت کے در پر جبہہ سائی ہے یہ وہ جا ہے جھکائی سر جہان ساری خدائی ہے
کہیں ہے کوئی بھی غمخوار اپنا کنج حرمان میں اگر ہے تو غم تنہائی و درد جدائی ہے

پھنسے ہیں بطرح ہم آن کر دام محبت میں — قفیر از رگ ہوتی ہم کو کب اس سے رہائی ہے
ہمیشہ تجھ کو کہتا ہوں الجھ اس کی نہ زلفوں سے — کہیں تو مانتا اے دل تری شامت ہیائی ہے
لڑاتا ہے جو آنکھیں بزم میں تو آج غیروں سے — تجھے منظور کیا اے جنگجو ہم سے لڑائی ہے
تماشا ہے کہ ہم سے وہ تو ہیں نا آشنا بالکل — و اپنے دل میں ہم خوش ہیں کہ ان سے آشنائی ہے
نہیں کرنے کے ہم ترک وفا ہے دم میں دم جب تک — بلا سے گرچہ ابول اس کا شیوہ بیوفائی ہے
قد رعنا سے اپنے راستی بھی سیکھ اے ظالم — اگر زلفوں سے اپنے تو نے سیکھی کج ادائی
نہ چکو سچ گر ہے کچھ ارادہ ہاتھا پائی کا — کہ اس نے دس و پا میں اے ظفر مہندی لگائی

دیگر

جو سمجھے اس دل کو وہ ہے کو دن ہمیں میں سے — کہ ہے تو ہمارے جان کا دشمن ہمیں میں سے
گریبان چاک جو کرتے ہیں گل گلشن میں کیا یہ بھی — ترے دیوانے ہیں اے غیرت گلشن ہمیں میں سے
ہمارے ناصح مشفق نے جب دیکھی تری صورت — یہ ان کی ہو گئی صوت کے وہ بن ہمیں میں سے
اشارہ فہم تیرا کون ہے یہ فہم ہے کس کو — کوئی پہچانتا ہو گا تری چتون ہمیں میں سے
ٹھایا دیر و کعبہ میں پتا ہر گز ترے گھر کا — اگر نکلا تو پھر نکلا ترا مسکن ہمیں میں سے
ہمیں سر باز ہیں دم دیتے والے تیرے ابرو پر — تہ شمشیر رکھ دے گا کوئی گردن ہمیں میں سے
ظفر جو زاہدان پاکدامن — میں الگ ہم سے
کبھی تھے اس سے پہلے یہ — بھی تر دامن ہمیں میں سےں

ترا دیوانہ یہ کیا آٹھ پہر تکتا ہے — گاہ تکتا ہے ادھر گاہ ادھر تکتا ہے
ترے رخسار مصفا کی طرف آئینہ سان — ہو کے حیرت زدہ ہر ایک بشر کو تکتا ہے
کب گزرتا ہے وہ اس راہگذر سے اپنی — در سے راہ کوئی آہ بشر تکتا ہے
غم فرقت سے ہے یہ حال کہ میرا غم خوار — منہ کا چپکا مرے بادیدہ ر تکتا ہے
کیا کہیں جھانکتے دیکھا تجھے اے پردہ نشین — ایک عالم طرف روزن ودتکتا ہے
جبکہ تکتا ہے نشانہ کو کماندا مرا — پہلے میرا عی وہ دل اور جگر تکتا ہے
کوئی ٹھہراتا کہیں وصل — کی صورت ان سے
صورت اک ایک کی — ناچار ظفر تکتا ہے
بات ان کی جو مری بات پہ اونچی نہوئی — منہ گریبان میں ڈالا نظر اونچی نہ ہوئی

نگہ اونچوں سے جدھر لڑتی تھی اے پردہ نشین
کبھی یہ پردہ کی دیوار ادھر اونچی نہوئی

تیری تلوار سے ہم نے بچایا سر کو
پستگر کبھی اپنی سپر اونچی نہ ہوئی

ہو کے ہم چشم ہوئے چشم سے کس کے یہ خجل
آنکھ نرگس کی جو باد سحر اونچی نہوئی

تیرے بیمار دوائی کا ہے یہ ضعف سے حال
چاہا بستر سے ہو اونچے نہوئی

چرخ تک پہونچنے پہ ضعف نے پست کیا
کر ذرا سینہ سے آہ جگر اونچی نہوئی

تیغ قاتل کے تلے سر نہ جھکایا جس نے
اس کی پھر شرم سے گردن ظفر اونچی نہوئی

دیگر

ہوئے خسروان جہان اچھے اچھے
نہ اب وہ نہ انکے مکان اچھے اچھے

کیوں کس سے بے مہربان اس فلک کی
کر سب اٹھ گئے مہربان اچھے اچھے

ہماری محبت کی تھی قدر جنکو
وہ کیا لوگ تھے قدردان اچھے اچھے

یہ پیر فلک وہ ہے جس کے ستم سے
گئے خاک میں مل جوان اچھے اچھے

ترین کیا زمانہ سے کشتی کر اس نے
پچھاڑے بہت پہلوان اچھے اچھے

اگر تیرے مژگان وابرو کو دیکھیں
یہ دیں پھینک تیروکمان اچھے اچھے

ترے چشم بیمار کے اے ستمگر
ہزاروں ہیں بیماریاں اچھے اچھے

جو دل تم کو لینا ہے لے لو نہ چھوکو
کر ہیں اور بھی دلستان اچھے اچھے

ظفر ہے وہ گرمی تمہارے سخن میں
کر جلتے ہیں آتش زبان اچھے اچھے

دیگر

کہے گا ساقیا کیا مجھ سے دیوانے کے پیمانے
کر پی جاؤنگا میں مستی میں پیمانے کے پیمانے

الہی محتسب کے ہاتھ ٹوٹیں اسکے ہاتھونسے
ہزاروں ہی سے ٹوٹ آج میخانے کے پیمانے

نہ سمجھو آبلے انکو کر ہے تقدیر کو الٹی
تو ہین اوندھے پڑے یہ دل کے کاشانے کے پیمانے

جدائی میں ترے ہیں دیدہ تر میرے اے ساقی
شراب خون دل بھر بھر کے پیمانے کے پیمانے

اوڑاؤ مرغ دل کو اور پرندوں کے لئے رکھو
سدا پانی کے پیمانے سدا دانے کے پیمانے

تری آنکھوں کے بیماروں نے شربت کے عوض ظالم
پیے ذہر آپ سے بھر کر دوا خانے کے پیمانے

دل پر آبلہ وہ خوشہ انگور سے میرا
کر بھرے آپ سے ہین جس کے ہر دانے کے پیمانے

نہیں آیگی جب تک ہاتھ خاک اس بادہ پیما کی
کبھی ساقی کہیں مئخوار ہوانے کے پیمانے

مئے عیش و طرب کا ایک قطرہ بھی نہیں ساقی
ظفر یہ آسمان ہین یون دکھلانے کے پیمانے

آج بوسہ پہ لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی
میرے ان کے ہاتھا پائی ہوتے ہوتے رہ گئی
شکر ہے وہ من ئے ورنہ چلے تھے روٹھ کر
وصل میں ہارے جدائی ہوتے ہوئے رہ گئی
آہ وہ آئینہ رو ہم سے مکدر ہی رہا
ہم نے جب چاہی صفائی ہوتے ہوتے رہ گئی
وہ ڈبوتے چاہ میں ہوتے اگر آشنا
لیکن ان سے آشنائی ہوتے ہوتے رہ گئی
توڑنا تھا تو زنجیر در زندان جنون
کیا ہوا زور آزمائی ہوتے ہوتے رہ گئی
مہربان صیاد ہو کر ہو گیا نا مہربان
دام سے ہم کو رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی
اے ظفر دیکھا بھلائی کا اثر دشمن میں بھی
کی اگر تجھ سے برائی ہوتے ہوتے ہ گئی

بہائے جا تو آنسو کو کر در پے جان کے تو رہوے
بلا سے عشق میں ر جان جاوے آبرو رہوے
کھلی رہوین نہ آنکھیں کیونکہ اس کے بعد مرنے کے
جسے تا مرگ تیرے دیکھنے کی آرزو رہوے
کرے گر میکشی وہ گل تو پھر کیونکر نہ گلشن میں
کف گل پہ پیالہ دوش مجھ پہ سبو رہوے
مجھے کیا چشمہ آب بقا سے کام اے قاتل
ترے آب دم خنجر سے ت میرا گلو رہوے
تصور اس لب پان خوردہ کا مجکو رولاتا ہے
روان کیونکر نہ جائے اشک آنکھون سے لہو رہوے
صبا جان اگر ہو تیرا کوے زلف جانان میں
ذرا میرے دل گم گشتہ کی بھی جستجو رہوے
ظفر پاکیزہ تر اس سے سہووے کوئی عالم میں
جو آب دیدہ سے اپنے نہ یکدم بے وضو رہوے

دیگر

تیرہ رخ روشن پہ کب کس کا بالا ہے
وہ چاند ہے اے مہوش یہ چاند کا ہالا
گل داغ میں چیچک کے اس نے جو بنایا ہے
معلوم کیا ہم نے کچھ دال میں کالا ہے
کن اانکھون سے وہ دیکھے نرگس کو گلستان میں
اس چشم منقش کا جو دیکھنے والا ہے
شمشیر تری ابرو خنجر ہین ترے مژگان
اور سرمہ کا دنبالہ کافر کوئی بھالا ہے
اے رشک چمن آ کر تو دیکھ بہار اس کی
سینہ مرادا خون سے اک تختہ لالہ ہے
اس بنا پہ ہم تیری سو گالیان کھاتے ہین
لے لیا مرا بوسہ لیا منہ کا نوالہ ہے
ہے طفل سر شک اجر لیکن ہے لحاظ اتنا
آنکھون میں ظفر اپنے میں نے اسے پالا ہے

دیگر

کہاں تک رہیں رنج و غم و تعب میں پھنسے　　الٰہی ہم اسے دل دیکے کس غضب میں پھنسے
اسیر دانہ کے لالچ ہو دام میں طائر　　کہاں جو زلف میں دل شوق خال لب میں پھنسے
خبر نہ لی کہ کسی غمزدہ پہ کیا گزری　　وہ آج ایسے کہیں محفل طرب میں پھنسے
انہیں فراغ کہاں جو ہیں طالب دنیا　　ہمیشہ رہتے ہیں دنیا کے لب میں پھنسے
پھنسا جو رنج میں کوئی کسی سبب سے پھنسا　　تمہارے ہاتھ سے ہم رنج بے سبب میں پھنسے
اگر ہے صحن چمن بھی تو ہم کو زندا ہے　　کہ ہم ہیں الفت خوبان غنچہ لب میں پھنسے
نہیں ہے دام فریب اس کا کوئی بھی خالی
بلا کشان محبت ظفر ہیں سب میں پھنسے

ہم نے م سے بھلائی ایسی کی　　تم نے ہم سے برائی ایسی کی
ہم نہ ہولے کبھی وفا کی راہ　　عشق نے رہنمائی ایسی کی
ظاہر اصاف ار دل میں غبار　　کی تو اس نے صفائی ایسی کی
کیا نا آشنا ہمیں سب سے　　آپ نے آشنائی ایسی کی
پہونچا زلفوں تک تری شانہ　　کیونکہ پیدا رسائی ایسی کی
کٹ گئے سر ہزاروں ایک دم میں　　اس نے تیغ آزمائی ایسی کی
کیونکہ اس بت نے تابع فرمان　　ہے خدا کی خدائی ایسی کی
کی بگڑ کر کبھی جو بات اس نے　　ہم سے کچھ بن نہ آیہ ایسی کی
اک ہمیں سے ظفر نہیں اس نے
جس سے کی بیوفائی ایسی کی

طاقت نہیں پھنسنے کی عادت لئے پھنستی ہے　　یا صرف مجھے میری ہمت لے پھرتی ہے
اس زلف کے سودے میں آوارہ سر گشتہ　　سایہ کی طرح مجکو شامت لیے پھرتی ہے
خورشید صفت مجھ کو ہے شوق جہانگردی　　طالع لئے پھرتے ہیں قسمت لیے پھرتی ہے
سرباز اٹھاتے ہیں سر دیتے میں لط ایسا　　سر اپنا ہتھیلی پہ قسمت لئے پھرتی ہے
میں کوچہ بکوچہ دیوانہ سا جو پھرتا ہوں　　اس شوخ پری رو کی الفت لیے پھرتی ہے
اس چشم کے پھرنیکا کیا پوچھتے ہو عالم　　ساتھ اپنے وہ کافر اک آفت لیے پھرتی ہے

کیا جانے ظفر کس کو یہ ہوس میں آہو کے   صحرا میں ان آنکھوں کی وحشت لئے پھرتی ہے

دیگر

جسے دیوان حافظ یا دیوانہ پڑھا ہے   اسے جتنی کتابیں حفظ ہیں سب بھول جاتا ہے
جگائے بخت خوابیدہ کو گر میرے تو میں جانوں   بلا سے نالہ شبگیر سو توکو جگاتا ہے
اثر کیا خاک ہے گریہ میں تیرے ڈوب مر شبنم   کہ گل ہنستا ہے تجھ پہ غنچہ مسکراتا ہے
وہ آئے یا نہ آئے پر دل بیتاب کو اپنے   تسلی میں یہ دیتا ہوں اب آتا ہے اب آتا ہے
کہاں تک روئیگا اے دیدہ تر روک اشکوں کو   ہماری آبرو خاک میں تو کیوں ملاتا ہے
صبا کیا آج وہ گل پیرہن آتا گلشن میں   کہ اپنے پیرہن میں گل نہیں پھولا سماتا ہے
بھلا انصاف کر تو ہی کہ ظاہر تیرے کوچہ سے   اٹھے یہ ناتوان کیونکر کہ بیٹھا ہی جاتا ہے
اگرچہ روسیہ ہوں پر ہوں منظور نظر سب کا   مجھے آنکھوں سے کاجل کی طرح ہر اک لگاتا ہے
نہ شمع بزم ہوں میں نے چراغ خانہ ہوں اس کا   ظفر وہ شعلہ خو کس واسطے مجکو جلاتا ہے

دیگر

راہ ہشیاری کی بالکل اس کے در پہ گم ہوئی   جی میں جو آیا کیا یہ عقل سششدر گم ہوئی
تو نے کیوں آنے سے روکا قاصد ان اشک کو   جو خبر دل کو مرے اے دیدہ تر گم ہوئی
پوچھتے کو کیا ٹھکانا دل کا بحر عشق میں   کشتی اس دریا میں یہ تو غرق ہو کر گم ہوئی
داغ سوزاں جب دکھایا اس تر دل تفتہ نے   دیکھتے ہی تابش خورشید محشر گم ہوئی
کر نہ راحت کی تمنا تو کہ تیرے واسطے   وہ تو دنیا ہی سے اب اے جان مضطر گم ہوئی
قتل بے ناکامہ کر اس تشنہ گلو کے حلق تک   پہونچا جس دم اس کا خنجر آب خنجر گم ہوئی
لے گیا دل سے متاع صبر کو کون اے ظفر   سچ بتا یہ جنس اب گھر میں سے کیونکر گم ہوئی

تھی ترے دیدہ کی ہر دم مجھے حسرت دونی   تجھے دیکھا تو ہوئی اور محبت دونی

مطلع ثانی

ہوتی جاتی ادھر کی جو محبت دونی   اور بھی ہوتی ادھر سے ہے عداوت دونی

مطلع ثانی

چاہیے گر کوئی لک سے کہ ہو راحت دونی   تو یہ موذی اسے دے اذیت دونی

میرے داغ دل سوزاں کا پڑا جو پر تو   ہو گئی تابش خورشید قیامت دونی
تری زلفوں کو ہوا دیکھ کے سودا دونا   تری آنکھوں کو ہوئی دیکھ کے وحشت دونی
میرے گریہ نے نہ دھویا دل جاناں سے غبار   بلکہ اس سے تو ہوئی اور کدورت دونی
عوض بوسہ میں دل مانگتے تھے جان بھی لو   اب تو خوش ہو کہ کہیں ملتی ہے قیمت دونی
زخم کھانے کا محبت میں مزا ہے لیکن   وہ نمک چھڑکے تو ہو اور بھی لذت دونی
فائدہ میرے تپ عشق کو تبرید سے کیا   بلکہ ہو جائے ہے اور اس سے حرارت دونی
میں جو رسوائے جہاں ہوں تو بلا سے تیری   تجکو کیا یوں تو ہو جائے گی شہرت دونی
رو برو یار کے رخسار مصفا کے ظفر   اور آئینہ حیراں کو ہے حیرت دونی
دیگر

ہمیں جب یاد اس کا منہ سے لگانا منہ کو آتا ہے   تو یہ ہوتا ہے حال اپنا کلیجہ منہ کو آتا ہے
غم دوری میں تیری بن گئے ہم شکل مردوگی   ستم گر تو ہمارے دیکھتے کیا منہ کو آتا ہے
ہم اپنا خون دل پیتے ہیں جس دم ساتھ غیروں کے   لگا یاراپنے جام صہبا منہ کو آتا ہے
ذرا سی بات پر ہے تو بگڑ کر منہ بنا لیتا   ہمیں تو دیکھ کر تیرے اچنبھا منہ کو آتا ہے
خدا جانے کہ تجھ بن ہو گئی ہے میری کیا صورت   کہ جو آتا ہے یاں وہ میرے کتا منہ کو آتا ہے
خیال آتا ہے جس دم راستی کا قد جاناں کے   تو پھر دل سے ہمارے نالہ سیدھا منہ کو آتا ہے
ظفر منہ کس کا میدان سخن میں منہ چڑھے یرے   کہ جو آتا ہے وہ اپنے چھپاتا منہ کو آتا ہے
دیگر

گئے یارب وہ لوگ اگلے کہاں پائے کہیں جائے   جو ڈھونڈھیں تو کہیں ان کے نشاں پائے کہیں جاتے
عجب صنعت دکھائی اپنی یہ نقاش قدرت نے   کہ نقشے ایک سے سب کے یہاں پائے کہیں جاے
غرور حسن سے یہ مہوشوں کو بے دماغی ہے   دماغ اب ان کے زیر آسمان پائے کہیں جاتے
کسی کو ہم نہیں اس واسطے دیتے ہیں دل اپنا   کہ جو آگے تھے وہ ب دلستاں پے کہیں جاتے
مرے جانب سے ہیں جیسے گماں ان بدگمانوںکو   زمانے میں کہیں ایسے گماں پائے کہیں جاتے
عدم کی راہ میں کیونکر کسی کا کھوج ہاتھ آے   کہ واں تو نقش و پائے رفتگاں پائے کہیں جاتے
سبب کیا نے کہ ہے نے وہاں ا خوبرو یوکی
ظفر یہ ہم سے اسرار نہاں پائے کہیں جاتے

بزم میں آ کر تمہیں چپکے نہ رہنا چاہئے
کچھ نہ کچھ آئی گئی منہ سے کہنا چاہئے

اس ستمگر کو دل اپنا اب تو ہم نے دے دیا
جوکرے ہم پر ستم وہ ہم کو سہنا چاہیےاپنی قسمت چاہئے اوراپنا

ہاتھ سے ساقی کے لینا جام ہے مشکل نہیں
لینا چاہئے

اے پری و پاؤں میں زنجیر ہو ردن میں طوق
تیرے دیوانوں کو زیب افزا یہ گہنا چاہئے

چاہئے ہیں پاؤں کے تلوے خلش کو خار کی
دشت میں مجنوں کو پھرنا یا برہنا چاہئے

چہ کر تم پھر گئے یا ہم کہو انصاف سے
چاہ میں صاحب نکلے دنیا اور کہنا چاہئے

حسن اس مہوش کا چمکے شب جو زیور سے دو چند
چاند کو پھر کیونکہ غیرت سے نہ گہنا چاہئے

اے ظفر ل منعھا اچھا نہیں اس وقت میں
کنج خلوت میں الگ ہی سب سے رہنا چاہئے

لب یہ ہے سے زیادہ یاقوت لال کیا ہے
دانتوں کے آگے تیرے الماس مال کیا ہے

پر نور ہے جبین بھی مانند ماہ تابان
ابرو ہے وہ خمیدہ مثل ہلال کیا ہے

دیکھے جو تجھکو ہوتا ہے محو حیرت
ان کو دیا خدا نے دیکھو جمال کیا ہے

جو دل پھنسے ہے ان میں پھر چھوٹتا نہیں وہ
ظالم یہ زلف تیری کیا جانے جال کیا ہے

قاصد مرا بتائے یہاں مجھ سے لاکھ باتیں
پر جاکے کچھ کہے وہاں ان سے مجال کیا ہے

میں بوسہ مانگتا ہوں و دے ہے مجکو گالی
تیرا جواب کیا ہے میرا سوال کیا ہے

جن کے سبب رہے ہے رنج و ملال مجکو
وہ مجھ سے پوچھتے ہیں تجکو ملال کیا ہے

رخ سے ترے مقابل ہووے جو ماہ کامل
اے مہر طلعت اس میں ایسا کمال کیا ہے

جو دل پہ گزرتی وہ ل ہی جانتا ہے
بتلاؤں اے ظفر کیا میں دل کا حال کیا ہے

دیگر

جنون کی جب صورت میری آنکھوں میں سمائی ہے
نظر آتا ہے مجھے کیا کیا تماشائے خدائی ہے

مکدر کو کے اس نے کیا ہوا اگر با کی ہم سے
ظاہر ہے کدورت لیک باطن میں صفائی ہے

دلا اس زلف کے پھندے میں بیڈھب جا پھنسا ہے تو
تجھے کب اس بلا سے دیکھیے ہوتی رہائی ہے

شفا بے وصل جانان ہو نہ اس بیمار ہجرانکو
علاج اس کا یہی ہے اور یہی اس کی دوائی ہے

لڑانا بے سبب آنکھیں کہیں تو آج غیروں سے
ہوئی منظور تجکو جنگجو ہم سے لڑائی ہے

پیالہ ہاتھ میں لے کر جو گل نکلا ہے گلشن میں
بہار حسن سے کس کی تمنائے گدائی ہے

تعجب کیا اگر ہووے وہاں روئیدہ گل مہندی
ظفر اس شوخ نے دھویا جہان دست حنائی ہے

دیگر

آ گیا آنکھوں میں دم حال ہمارا یہ ہے
دیکھ لیں ہم تجھے اک بار تمنا یہ ہے

مول اک غمزدہ پہ لیتا ہے وہ کافر دل ودیں
کچھ چکاتا نہیں ایمان کا سودا یہ ہے

رقص بسمل پہ تڑپنا ہے جگر میرا
تو اگر دیکھے تو کیا خوب تماشا یہ ہے

زندہ کر دیتا ہے اک بات پہ سو کشتہ ناز
لب جان بخش ہے تیرا کہ مسیحا یہ ہے

لخت دل دے کے روان کرتے ہیں ہم آنسو کو
وہ اگر نامہ ہے نامہ بر اپنا یہ ہے

کیو دل سے نہ رکھے اس کا خیال مژگان
کانٹے کس واسطے اپنے لئے بوتا یہ ہے

شعلہ دل کو بجھاتا نہیں آب گریہ
بلکہ بھڑکاتا اسے اور بھی ہوا یہ ہے

دل کو اپنی مجھے ہے اس لیے خاطر منظور
کہ ترا شیفتہ یہ ہے تیرا شیدہ یہ ہے

گر کہے کوئی برا ان کے کہیں وہ نہ برا
جو ہیں اچھے ظفر ا کے لئے اچھا یہ ہے

آج تیری شمشیر کچھ کہتی تو ہے
مجھ سے اے قاتل مری تقدیر کچھ کہتی تو ہے

سن لو جو ہے خانہ زندان میں دیوانوکا حال
کر کے برپا غل سدا زنجیر کچھ کہتے تو ہے

تو خدا جانے پری پیکر ہے یا ہم شکل حور
تجکو اے عالم تصویر کچھ کہتے تو ہے

ہونہو دل میں اثر تیرے اگر سنگدل
حال میرا آہ بے تاثیر کچھ کہتے تو ہے

اے ظفر وہ بے خبر سن لے گا سب تیری خبر
مجروں کی آج یہ تقریر کچھ کہتی تو ہے

نہ ہم راہ وفا بھولے نہ تم طرز ستم چوکے
جو اپنی بات تھی اس سے نہ تم چوکے نہ ہم چوکے

جو مضمون چاہئے تھا خط مین لکھنا ہم کو اے قاصد
کیا ہی ہے قلم انداز و وہی یک قلم چوکے

گئے دیر و حرم کو چھوڑ کر جو آستان تیرا
مرے نزدیک یہ شیخ و برہم اے صنم چوکے

یہ اپنی دم شماری تھی اسی کے دم سے کوئی دم
بلا جس دم و عیسیٰ دم اسی دم ہم بھی دم چوکے

نگین دل کو میرے لے کے واپس کر دیا تم نے
یہ پچھتاؤ گے کیون چھوڑ دی ایسی رقم چوکے

بہا کر اشک ہم چشمون مین کھوئی آبرو ہم نے
کرین کیا اب تو چوکے اپنی آنکھون کی قسم چوکے

ظفر راہ محبت سنبھلے جاؤ ایسی قدمون
کہیں آنے کا رستہ ہاتھ پھر گر دو قدم چوکے

دیگر

ہماری دل سوزیوں کی تجکو کہان رہے ہیں جتانیوالے
جو رہ گئے ہیں تو اے ستمگر لگانے والے بجھانے والے

نہ کس طرح اپنی جان کیے کھوون بروگی کیون جان کو رووں
کہ ایک ہے گر ہنسانیوالا تو ہیں ہزارون رولانیوالے

ہمارا خط لے کے نامہ بر بس جو ہن پڑھے پھاڑتے ہو جھڑ سے
جنھون نے تم کو ہے یہ پڑھایا وہ کون سے ہیں پڑھانے والے

جہان ترا نالہ کش ہو جائے وہان کسی شب کو نیند آئے
مجال کیا کوئی سونے پائے ہیں اپنے نالے جگانے والے

کبھی ترحم نہ تجکو آیا ستم سے و نے نہ ہاتھ اٹھایا
جہان سے آخر کو اٹھ گئے سب تری ستم کے اٹھانیوالے

اٹھے ہے جب شعلہ برقفان سے تو جل کے نکلے ہے بیابان سے
الٰہی وہ رہین نہ ٹھنڈے جو ہین ہمار جلانیوالے

نظر وہ ہم سے ہین جب چراتے تو ہین نظر باز تاڑ جاتے
ظفر نگاہون سے پکڑے جاتے ہین چور دل کے چرانے والے

دیگر

چشم میگون کے تصور مین خرابی یہ ہے
جو مجھے دیکھے وہ جانے کہ شرابی یہ ہے

گل کہیں جام ہے ساقی یہ کسی میکش کا
غنچہ گلشن مین نہ اس کا گلابی یہ ہے

رات دن رہتا ہے جو آنسوون کے دریا مین
مردم دیدہ ہین یا مردم آبی یہ ہے

کس کے سامان ضیافت مین ہے مردم فلک
مہر کی سے لایا جو سونے کی رکابی یہ ہے

کوئی زنگی بچہ قرآن پڑھے ہے دیکھو
خالی کب اس کے سر روئے کتابی یہ ہے

روز ہین آتش غم سے جگر و دل پھنتے
میرا سینہ کہیں دکان کبابی یہ ہے

وعدہ وصل کسی سے فر آج ان کا
وہ جو جاتے ہین شتاب اتنی شتابی یہ ہے

دل ہے سرگرم فغاں چشم ہے گریاں رہتی
عین گرمی میں ہے یاں شدت باراں رہتی

ایک دھجی بھی جنوں ہاتھ سے تیرے باقی
جب سے میرے کہیں تا سرداماں رہتی

وہ اٹھا دیتا جو اپنی رخ روشن سے نقاب
روشنی کیا تری اے مہر درخشاں رہتی

ہاتھ دامن تلک اس کے کہیں پہونچا میرا
مجھ سے نا حق ہے اجل دست و گریباں رہتی

ہم کو درکار زمستاں میں ہے کیا آتشداں
گھر میں ہے گرمی آہ دل سوزاں رہتی

حال میرا غم ہجراں میں اگر دیکھے یار
سب کی انگشت تحیر تہ دنداں رہتی

جب کہتے ہیں کہ جے کہیں ہم جاتے ہیں
سنتے ہی یہ مرے قالب میں کہیں جان رہتی

تیر ا س کا مرے سینہ میں رہا خوب ہوا
ورنہ اس دل کو ظفر حسرت پیکاں رہتی

چین کرتے ہیں وہاں عیش میں دن رین پڑے
ہم یہاں لوٹتے ہیں خاک پہ بے چین پڑے

خاک ہو جائیں رہ مہر وفا میں لیکن
ہم رہیں اس کے ہمیشہ تہ نعلین پڑے

کیونکہ اس چشم کا آ جائے تصور نہ ہمیں
جب کہ حرفوں میں نظر اپنی سرمگیں پڑے

دیندار اس کی محبت میں ہیں جان کیونکہ ندیں
کیا کریں جبکہ ادا کرنا ہمیں دین پڑے

تپ غم کم نہو تیرد سے اپنی اس میں
خواہ اب حرفہ پڑے خواہ خیار ین پڑے

روز لیجاتے ہیں دل سیکڑوں یہ غارتگر
دیکھو کیا لوٹ میں ان آنکھوں کے ہیں نین پڑے

کب وہ اٹھے ہیں اٹھانے سے جو اس کے در کے
اے ظفر چھوڑ کے ہیں خواہش دارین پڑے

دیگر

تمہارے غم سے جو گزرے سو گزرے
نہ پوچھو ہم سے جو گزر سو گزرے

جو گزرے دم پہ اپنے کیا کہیں ہم
ہر اک ہمدم پہ جو گزرے سو گزرے

ہوا جب تو نہ زخموں پہ نمک پاش
تو پھر مرہم سے جو گزرے سو گزرے

رہے موجود دم دینے کو تم پہ
ہم اپنے دم سے جو گزرے سو گزرے

رکے روکے سے موج اشک کیونکر
یہ چشم نم سے گزرے سو گزرے

ظفر کہتے ہو کیا دل کی حقیقت
کسی محرم سے جو گزرے سو گزرے

دیگر

کوئی عاشق جو دربار حسین پہ جم جائے
اپنے سجدے وہ کرے خاک جبین پہ جم جائے

پھر کوئی اٹھا ہوئیں گر روش نقش قدم
پانون میرا تر کوچہ کی زمین پہ جم جائے

بات پردے کی اگر پردے مین کہے تو یون
کہ وہ سب ذہن بت پردہ نشین پہ جم جائے

نہ چھٹے لاک چھوڑا سے اسے تو اے قاتل
خون عاشق جو ترے خنجر کمین پہ جم جائے

نہ کرے پھر نہ کرے ہان کبھی منہ سے ہر گز
وہ سخن پرور اگر اپنی کہین پہ جم جائے

خاک صحرا مین اڑائین جو ترے دیوانے
ہمہ بتہ گرد رخ چرخ برین پہ جم جائے

پھر تخر پہ نہ چڑھے قسمت دنیا ان کے
دھیان جن کا کہ ظفر دولت دین پہ جم اجے

دیگر

جب خوروشوں کے ہے کوچہ سے نسیم آتی
ہر جھونکے مین سے بوئے گلہائے نعیم اتی

کس طرح چمن مین ہو ستمل نہ پسند اپنے
اس مین سے کسی کی ہے کا کل کی شمیم آئی

یہ عشق کی دولت سے جو چشم مین آسو کی
ہر بوند تخر تجکو ہے در یتیم آئی

گزرا رو نزار اس کی الفت مین نہوتا مین
کیون جان مری لب پہ با حال سقیم آئی

نافہم کوئی سمجھے کیا رمز محبت کو
یہ فہم مین ہے کس کے جز مرد فہیم آئی

یاد اس کی مرے دم مین گر آئے تو مین اس کو
کس طرح نہ آنے دون ہے یہ تو قدیم آئی

یہ چہرہ زرد اور یہ آنسو مجھے کائی ہین
کچھ دل مین نہیں میرے حرص زر وسیم آئی

نا حق ہے علاج اے دل آزار محبت کا
کچھ کام نہیں اس مین تدبیر حکیم آئی

مژگان کا خیال اس کے دل مین مرے آتا ہے
اس طرح ظفر جیسے جو فوج غنیم آئی

چپ وحدت کی ہم کو مستی ہے
بت پرستی خدا پرستی ہے

یون ٹپکتے ہین اشک مژگان سے
جیسے کوئی گھٹا برستی ہے

دل کو ہم بیچتے ہین بوسہ پہ
اس کو لے لیجے جنس سستی ہے

شکل فوارہ سر بلند نہ کر
کہ بلندی کے ساتھ پستی ہے

نہیں ہنسا ہے کھل کھلا کر گل
اس کی ہستی یہ اوس پہ ہنستی ہے

رنج و غم کو خدا رکھے آباد
خانہ دل مین ایکی بستی ہے

وہ مین ہم سے تو ملین ہم بھی
نالی بجتی ظفر دوستی ہے

دیگر

پھر درستی خاطر پیمان شکن میں کچھ تو ہے
پایا جاتا لطف اب اس کے سخن میں کچھ و ہے

جاے دیوار چمن تک ڈرتے ہیں مرغ چمن
اندنوں اے باغبان کھٹکا چمن میں کچھ تو ہے

اس پری کو دیکھ کر ہوتے ہیں دیوانے جو ہم
ناصحا آتا ما یوانہ پن میں کچھ تو ہے

منہ پھولائے رہتے ہیں غنچے کہیں کچھ بولتے
اے نسیم صبح دم ان کے دہن میں کچھ تو ہے

تانہ روکیں یار رونے سے مجھے کہتا ہوں میں
فرق گریہ سے مرے دل کی جلن میں کہ تو ہے

کھینچ کر شمشیر قاتل کر کے اپنے ہاتھ صاف
دم ابھی باقی ترے اس خستہ تن میں کچھ و ہے

شانہ ہے یا ہے دل صد چاک میرا اے ظفر
الجھا اس کافر کی زلف پر شکن میں کچھ تو ہے

دیگر

شعدے برے ہیں چرخ برین نے پکڑ لیے
ہم بھاگیں کیونکہ پانوں زمین نے پکڑلیے

لیتا بلائیں زلف کی میں خوب رات کو
پر ہاتھ میرے ماہ جبین نے پکڑ لیے

صورت کو تیری عالم تصویر دیکھکر رستے میں چلتے چلتے مسلمان ہزار
ہا کان اپنے بس مصورچین نے پکڑ لیے

وہ قسمت اب کہاں مری آنسو کے رو برو
ناحق بتان رہزن دین نے پکڑ لیے

جینا کہاں مگر تری امید وصل میں
سول اس سے پہلے دد حزین نے پکڑ لیے

ہو دل میں جاے مہ وفا اس کے کیا ظفر
دو روز اور ترے حزین نے پکڑ لیے
وان تو ٹھکانے بغض نے کین نے پکڑ لیے

دیگر

اس کو سزا کچھ جس نے م سے آنکھ لڑائی واجب ہے
چشم عنایت چھپے پہلے چشم نمائی واجب ہے

حل میں کدورت میری طرف سے دیکھ نہ دکھا اے آئینہ رو
میں ہون جیسا صاف تجھے بھی مجھ سے صفائی واجب ہے

ایک جگہ پر رہنا سہنا بات نہ کرنی الفت سے
لط ہے اس ل بیٹھے میں کیا بلکہ جدائی واب ہے

میٹھی چھری ہیں باتیں تمہاری جھوٹ کہیں واللہ جو
جاتی کہا اس سے عذر اب ساری خدائی واجب ہے

گالی جھڑکی سب ہے گوارا منہ سے تمہارے م نہ رکو
کہتا اس کا جو حق نا حق جیسیں الائی واجب ہے

پھرے راہ عقل میں ہیں ہم بھٹکے بھٹکے مدت سے
حضرت عشق اب م کو ہماری راہنمائی واب ہے

ہے یہ نسخہ خوب ظفر کام آئے گا اس کو یاد رکھو
کوئی برائی لاکھ کرے پر تم کو بھلائی واجب ہے

کسی تدبیر سے تقدیر پہچانی نہیں جاتی
مگر تقدیر بن تدبیر پہچانی نہیں جاتی

خطا اس نے کس سے لکھوا کر ہمیں بھیجا ہے اے قاصد
بتا دے ہم سے یہ تحریر پہچانی نہیں جاتی

ہوا دل اس میں پابند بلا پر یہ خدا جانے
کہ ہے وہ زلف یا زنجیر پہچانی نہیں جاتی

بتا دینگے ہمیں جو ہر ہیں جو اس تیغ ابرو میں
مبصریں کبھی شمشیر پہچانی نہیں جاتی

مگر بے نشان کر عمارت و کر دو دن میں
یہاں تو ٹوٹ کر تعمیر پہچانی نہیں جاتی

رخ تو خط کو میں ہوں دیکھ کر حیران کہ یہ کس نے
لکھی قرآن کی تفسیر پہچانی نہیں جاتی

جدائی سے تری دو دن میں ایسی ہو گئی صورت
کہ شکل عاشق دلگیر پہچانی نہیں جاتی

شرف یہ خاک کو میرے دیا ہے خاکساری نے
کہ ہے وہ خاک یا اکسیر پہچانی نہیں جاتی

ظفر ہے ایک صورت میری اور مجنون کی وحشت میں
کوئی پہچانے کیا تصویر پہچانی نہیں جاتی

دیگر

لگائے ہر چند ایک عالم ہماری تم سے تمہاری ہم سے
کبھی محبت نہو نگی کم ہماری تم سے تمہاری ہم سے

دم آئی آنکھوں میں ہے ہمارا نجاؤ بالین سے تم خدارا
کہ ہے ملاقات اور اک دم ہماری تم سے تمہاری ہم سے

عدو ہیں مدت جو ہمارے ہوئی ہیں وہ ہم نشین تمہارے
کہیں یہ صحبت نہووے برہم ہمارے تم سے تمہاری ہم سے

چھپے کہو کیونکہ دل کی حالت ہمیشہ غماز ہے محبت
بیان حقیقت کرے ہے ہر دم ہماری تم سے تمہاری ہم سے

ہزار باتیں کر اک بناوے یقین نہ الا کبھی نہ آئے
کہ نہ جب تک کہ کوئی محرم ہماری تم سے تمہاری ہم سے

غم و الم میں ہیں رہتے شامل ہم اور تم دونو حضرت دل
سنے کوئی اب حکایت دل ہماری تم سے تمہاری ہم سے

ظفر یہ کہہ دیجے آج ان سے کہ ہم اسی روز مر چکے تھے
لڑی تھی جس روز آنکھ باہم ہماری تم سے تمہاری ہم سے

دیگر

نصیب اچھے اگر ہوتے مصیبت کس لے پڑتی
ہمیں دل کے لگانے کی یہ عادت کس لئے پڑتی

اگر سودا نہ ہوتا اس تری زلف مسلسل کا
گلے عاشق کے زنجیر محبت کس لئے پڑتی

اگر دھو کر مرا گر یہ ترا دل صاف کر دیتا
تو کیوں آتا غبار اس میں کدورت کس لئے پڑتی

کتان کی طرح ہوتا چاک تھا دل کو مرنے دو ورنہ
نظر تیری اور اے ماہ طلعت کس لئے پڑتی

جو میرے دشمنوں سے دوستی ان کی نہو جاتی
تو لیکی مجھ میں اور ان میں عداوت کس لئے پڑتی

نہ کرتی گر کی وہ تیغ ابرو قتل ہیں یہے
تو شمشیر اجل کی پھر ضرورت کس لئے پڑتی

مری قسمت نہوتی گر بری تو میری جانب سے
برائی دل میں تیرے بی مروت کس لئے پڑتی

پڑا ہے دم کہیں مجنوں میں یہے پہ خدا جانے
کر ہو اس ناتوان کے پیچھے دہشت کس لئے پڑتی

ظفر روتے جو ہم دل کھول کر ایک بار جنگل میں
زراعت کے لئے باراکی حاجت کس لئے پڑتی

تصویر دیکھ ہی کر نقاش چین نے کھینچی
بن دیکھے اس کی صورت دل پر ہمیں نے کھینچی

یا رب ارادہ کس کے شبخون کا ہے جو شب کو
شمشیر کہکشان کی چرخ برین نے کھینچی

بھر آئے اشک دو ہین آنکھوں میں ہمدموکے
جب آہ دل سے تیرے اداکس نے کھینچی

ہو کر مقابل اس کے رخسار سے فلک پر
شب کو بہت خجالت ماہ مبین نے کھینچی

تھا جس طرف لگاؤ کچھ اپنے دیکھنے کا
دیوار اس طرف کو پردہ نشین نے کھینچی

تھی میر تشنہ خون دیوار اس طرف
جس وقت بھوں کچی دو ہین زمین نے کھینچی

صدمے ظفر اٹھائے کیا دل نے عاشقی میں
تکلیف ساتھ دل کے جان حزین نے کھینچی

ان دونوں ابروؤں کے جو خوب خم کو سمجھے
وہ کیا یہاں کسی کے تیغ دودم کو سمجھے

مطلع ثانی

حق ہے وہی کہ ہم ہیں جو اس صنم کو سمجھے
گو اس پہ ہر مسلمان کا فری ہم کو سمجھے

جو تن مرا گلونسے باغ و بہار دیکھے
باغ خزان رسیدہ باغ ارم کو سمجھے

شکوہ کرے نہ عاشق کچھ چشم پہ غضب کا
عین عنایت اس کی ظلم و ستم کو سمجھے

طے منزل محبت کرتے ہیں پی کے آنسو
اس راہ میں ہیں چشمہ ہم چشم نم کو سمجھے

کوئی رفیق و مونس ہم کو نظر نہ آیا
ہمدم جہان میں اپنا ہم اپنے دم کو سمجھے

عاشق کو ہیں مساوی دنیا میں رنج و راحت
نے وہ خوشی کو جانے مطلق نہ غم کو سمجھے

جو لکھ اس کا وصف دل دو تا عجب کیا
گر ما دون زبان وہ اپنے قلم کو سمجھے

دین جان کے ظفر ہم گر ا کی دوستی میں
تو بھی وہ دوست اپنا ہرگز نہ ہم کو سمجھے

دیگر

دل پہ گریہ کی ھی اچھی
ہے جہان میں فروتی اچھی

روغن قاز ل کے چرب زبان
بات کرتے ہیں روغنی اچھی

نہیں نادان کی دوستی بہتر
بلکہ دانا کی دشمنی اچھی

کیے لاکھوں ہی صید تیز نگاہ
سیکھے تم صید افگنی اچھی

جان عشق بتان میں دی جس نے
ا کی اللہ سے بنی اچھی

دیکھی بس کوبکس کی کوکنی
اس سے ہے اپنی جان کنی اچھی

چارہ گر بن کر نہ روزن دل
ہے اندھیرے سے روشنی اچھی

اے ظفر ہم سے اور زاہد سے
کل خرابات میں چھنی اچھی

دیگر

لگے پینے زاہد شراب اچھے اچھے
ہوئے اس نگہ سے خراب اچھے اچھے

مجھے گر وہ سیکش تو یہ دل برشتے
لگا رکھیں دل کے کباب اچھے اچھے

دکھا دے جو مصحف وہ روے کتابی
تو قائل ہون اہل کتاب اچھے اچھے

مزاج آیا اصلاح پہ ان کا قاصد
جو لکھے خطون کے جواب اچھے اچھے

خیال ان کے روے نکو کا ہے جن کو
وہ ہیں دیکھتے شب کو خواب اچھے اچھے

بلا ہیں تری زلف کے پیچ کافر
کہ لاتے نہیں جن کی تاب اچھے اچھے

ظفر تا مژگان میں کیا آنسوؤن نے
پروئے ہیں درخوش آب اچھے اچھے

آئے جب اس خاکدان میں گردش افلاک سے
خاک ہم سے بن گئی اور بن گئے ہم خاک سے

ہو گئے دیوانے کس گلگون قبا کو دیکھ کر
گل نظر آئے ہیں گلشن میں گریبان چاک سے

کھائی اس صید الفت کے نصیبوں کی قسم
ذبح کو کر جو بندھے ظالم تری فتراک سے

ایک دن دھویا نہیں جاتا ترے دل کا غبار
روز بہ جاے ہیں دریا دیدہ نمناک سے

خواب میں اک گلبدن کو جو لگایا تھا گلے
اب تلک آتی ہے بوے گل مری پوشاک سے

آنسوئیں پارہ دل ہیں کہ ہیں لخت جگر
چشم دریا میں چھوٹے گی تیراک سے

تاب کیا ہم تاب ہو
برق اے ظفر وقت عتاب

تاب شمشیر نگاہ
قاتل سفاک سے

خط اپنے آدمی کہیں گر لیکے اڑ ے
تو کیا فرشتے یہاں کی خبر لے کے اڑ گئے

اکھوں سے میرے کوچہ جانان میں جانور
دانے کی جائے مشہ میں گر لے کے اڑ گئے

ہم اس چمن میں ٹھہرے تو کیا مثل رنگ گل بو
دم کوئی دم نسیم سحر لے کے اڑ ے

پروانے خاک ہو کے اڑے سوز عشق سے
پردہ سلامت اپنے نہ پر لے کے اڑ گئے

اللہ ے ترا حسن کہ پریوں کے بھی حواس
تیری بلائیں رشک قمر لے کے اڑ گئے

ڈھونڈھوں کہاں میں آپ کو مجکو مرے خیال
کیا جانئیں ہیں کدھر سے کدھر لے کے اڑ گئے

اللہ ری لاغری کہ مجھے بہر آشیان
خس کی طرح سو مجکو ظفر لے کے اڑ گئے

دیگر

کرتا اک غمزہ سے غارت دین و ایمان کون ہے
یا الٰہی ہے وہ کافر یا مسلمان کون ہے

تو ہی جلوہ نما اس آئینہ خانے میں ہے
اور کوئی دوسرا تیرے سوا یان کون ہے

رہتی ہے میری طرح سے جو پریشان تیری زلف
اس سے کہ دیتا مرا حال پریشان کون ہے

یوں تو جیب گل بھی ہے صد چاک و جیب صبح بھی
کرتا پہ میری طرح ٹکڑے گریبان کون ہے

دوستی میں یہ ے یہ جاتی رہی بالکل تمیز
دوست اپنا کون ہے اور دشمن جان کون ہے

چشم میں انجم سے آنسو شب جو بھر لاتا ہے چرخ
نالہ کش ایسا ترا بیمار ہجران کون ہے

ہم ہیں اور پر داغ سینہ اپنی ٹھہرے مجمر میں
کرتا اے رشک چمن سیر گلستان کون ہے

رات بھر ہم نے کئے نالے نہ اس نے یہ کہا
دیکھتا میرے پس دیوار نالان کان ہے

ہم نہ کہتے تھے ظفر تجھ سے کہ دے اس کو نہ دل
دیکھ اب ہم ہیں کہ یا تو ہے پشیمان کون ہے

دیگر

بت پرستوں کے سوا یہ بھید پاتا کون ہے ان بتوں میں جلوہ کیا جانے دکھاتا کون ہے
یہ انہیں جو لگا کر دل لگا دیتے ہیں سر اس طرح دل اس ستمگر سے لگاتا کون ہے
عشق کے رستہ میں جاتے ہیں قدم سب کے اکھڑ پاؤں میری طرح سے پاتا جماتا کون ہے
جس کی شامت لائے ہے آئے ہے وہ شامت زدہ آپ سے یوں پیچ میں زلفوں کو آتا کون ہے
جو کتاب عشق میں ہے پڑھے یک قلم دل تو ہے ای مرا اس کو پڑھاتا کون ہے
جس سے صورت یار کی اپنے میں آ جائے نظر عشق میں یہ شغل آئینہ بناتا کن ہے
اے ظفر جس طرح تو سر باز جاتا ہے نڈر
اس طرح کوچہ میں اس قاتل کے جاتا کون ہے

جو اس نے چاہا نہ میرا برا بری تو نہ کی بھلی نہ کی تو نہ کی پر بھلا بری تو نہ کی
نہ ہو نصیب میں صحت تو کیونکہ صحت مگر طبیب نے میری دوا بری تو نہ کی
الٰہی کیوں ہے برا اس نے مجکو ٹھہرایا برا جو اس کو نہ میں نے کہا بری تو نہ کی
بروں کی جان کو و رو کے عشق میں ہم نے بلا سے تجھ پہ جو کی جان فدا بری تو نہ کی
مجھے بھی ہے غنیمت کر مجھ سے کوئی بات جو تو نے کی کبھی اے خوش ادا بری تو نہ کی
کرے ہے ظلم و ستم کیوں وہ بیوفا ہم پر کر اس سے ہم نے ار کی وفا بری تو نہ کی
بتوں نے کی جو بھلی ہم سے وہ بھلی ہی سہی پر ان سے ہم نے بھی شکر خدا بری تو نہ کی
کرے وہ مجھ سے برائی تو کیوں برا مانوں اگر برے کو بری دی سزا بری تو نہ کی
ظفر بھلائی میں دی ا کی تو نے جان اپنی
صد آفریں تجھے صد مرحبا بری تو نہ کی

یا آئے اجل یا صنم عربدہ جو آئے ایسا نہو یا رب کہ نہ یہ آئے نہ وہ آئے
وہ پاک نظر یار تجھے دیکھنے کو آئے جو چشم کو اب گہر اشک سے دھو الے
دل صاف ہو جس کا وہ چھپائے نہ کبھی راز منہ پہ کہے دل میں صف الئینہ ج الے
پھر نام نہ لے مدرسہ میں جانے کا ملا یکبار مرے ساتھ جو میخانہ میں ہو آئے
اے غنچہ تجھے کیا دہن یار سے نسبت اس جھوٹ پہ کس طرح منہ سے دے بو آئے
کہتے تھے وہ آئیں تو کچھ ان سے کہیں ہم اے حضرت دل اب کہو کیا کہتے تھے لو آئے
ب ادلی منہ سے نہ ہرگز کہے موسٰے تیرا جو نظر جلوہ رخسار نکو آئے

خالی نہ رہا دل یہ کبھی رنج سے اپنا
گر ایک گیا جائے ہی اس ایک کے دو آئے

آئے بھی تو آتے ہی لگے پھیرنے چتون
کیا آئے وہ گردن پہ چھری پھیرنے کو آئے

میں اس لب میگوں سے جگر خون ہوں عجب کیا
گر میرے لہو سے مے گلرنگ کی بو آئے

یک حرف محبت نے یہ طوفان اٹھایا
ہم سارے کتب خانے کو دریا میں ڈبو آئے

اے قاتل سفاک ترے کوچہ میں کیا ہم
دل اپنا گئے ڈھونڈھنے کو جان بھی کھو آئے

خوش ہونا کہاں جبکہ نصیبوں میں ہو رونا
ہم شمع صفت محفل شادی میں بھی رو آئے

پایا نہ کہیں دل کے سوا اس کا ٹھکانا
بت خانہ بھی دیکھ آئے ظفر کعبہ بھی دیکھ آئے

دیگر

پہلے فکر مضامیں کمر میں ڈوبے
دیکھا جب نا کو تو اور بھنور میں ڈوبے

موج زن قہر کا دریا نہیں چین جبیں
یہ خطرے ہے نہ دل اس موج خطر میں ڈوبے

اے ستمگار تری آنکھوں سے ہوتی دو چار
سو خدنگ نگہ و ناز جگر میں ڈوبے

آشناؤں کا رہا چاہ میں یوسے یہ حال
اک نظر میں وہ ترے ایک نظر میں ڈوبے

لخت دل آ کے ہوئے آنسوؤں میں مفت خاب
یہ مسافر یو ہیں دریا کے سفر میں ڈوبے

تیری مژگاں ہے وہ نشتر کہ نہ نکلے ہرگز
آہ جس دم یہ رگ جان بشر میں ڈوبے

اے ظفر میری آنکھوں کی گہر باری سے
کیا عجب کوہ تلک آب گہر میں ڈوبے

دیگر

وہ اور میں جو عشق کا دم بھر کے رہ گئے
ہم نے تو جس دم آہ بھری مر کے رہ گئے

تھا قصید یہ کہیں گے کچھ ان سے ہم اپنا حال
دیکھا ان کو چین جبیں ڈر کے رہ گئے

یہ حال ضعف سے ہے کہ مانند نقش پا
جس جا پہ ہم نے پاؤں دھرے دھر کے رہ گئے

دیکھا جو اس کا جلوہ تو حیرت سے رات کو
دیدے کھلے ہوئے مہ و اختر کے رہ گئے

یک شب رہا بغل میں نہ تو دل کے دل ہی میں
ارمان تیرے عاشق مضطر کے رہ گئے

آئے وہ جب کہ کہہ نہ سکے کچھ بھی ان سے ہم
حسرت سے اک نگاہ فقط کر کے رہ گئے

کتنے ہی طائر دل و جان پھنس کے اے ظفر
پھندے میں اس کی زلف معنبر کے رہ گئے

جو ہم سے نہو تم صنم اکڑے اکڑے تو بولو نہ یون و ہمدم اکڑے اکڑے
ہوا ہم کو معلوم ہے وہ نشے مین جو پڑتے ہین اس کے قدم اکڑے اکڑے
نظر آئے اس سرو قامت کے آگے نہالان باغ ارم اکڑے اکڑے
ترے رنج و دوری مین ظالم ہمیشہ رہا ہم سے دل، دل سے ہم اکڑے اکڑے
رفیقان راہ محبت کے اپنے ابھی سے ہین سینہ ہین دم اکڑے اکڑے
پڑے ہین ان انکھون کی گردش سے دیکھو مکانات دیر و حرم اکڑے اکڑے
طبیعت ہے اکڑی ہوئی کیون نہ خط مین لکھین حرف وہ یکقلم اکڑے اکڑے
مرے آگے اب بو الہوس جم سکے کیا جہان پانون اے پر ستم اکڑے اکڑے
ظفر ہم سے اس شوخ پیمان شکن نے کئے بھی قول و قسم اکڑے اکڑے

دیگر

ہو تو مرگ سے غافل کہ ہستی بھی یہی و ہے نہ کر خود پرستی ب پرستی بھی یہی تو ہے
بدون مژگان تر کو کیا کہ نسبت ابر تر سے مین گھٹا برسات کی بن کر برستی بھی یہی تو ہے
شررسان اپنی ہستی پر ہے تو ہنستا شرارت سے تری ہستی پہ جو ہنستی ہے ہنستی بھی یہی تو ہے
خریداری عزیز و دل کی بازار محبت مین نہ کیون سب ہون کہ ہمین جنس سستی بھی یہی تو ہے
نہون کیونکر قوی دست آہ کی ہم دستگیری سے کہ چوب دستی و تیغ دو دستی بھی یہی تو ہے
بہی چشم ان کی صورت کی کیا کرتی تھی نظارہ ور ان کے دیکھنے کو اب ترستی بھی یہی تو ہے
کرے ہے سرکشی سے آخرش فوارہ سر کے تل بلندی کے یہان ہے ساتھ پستی کے بھی یہی تو ہے
دل پہ رنج و حسرت بن کہان ہے عشق مین رونق کہ اس ویرانے مین ہے گرچہ بستی بھی یہی تو ہے
جنون مین ہے ہور قدرت حق اے ظفر کیونکر نہ کیجے بت پرستی حق پرستی بھی یہی تو ہے

دیگر

ترے محراب دوا ابرو کو کوئی کیا سمجھے سمجھے کعبہ اسے یا مسجد اوصطے سمجھے
نہ کرین ترک ہم اس بت کی محبت ہم کو گرچہ کافر ہی کوئی بندہ خدا کا سمجھے
ہم نہین وہ کہ جو دو چار قدح سے بہکین کیون کم ظرف نہ ساقی ہمین ایسا سمجھے
سمجھے اپنا مجھے صد شکر کہ گھر مین میرے بے تکلف وہ چلے آئے گھر اپنا سمجھے
تیری زلفون کی تصور مین ترا سودائی کیا عجب گر شب مہ کو شب یلدا سمجھے

ناصحا جو ہمیں سمجھاے ہے تو وہ ہم بھی　　سب سمجھتے ہیں مگر دل بھی ہمارا سمجھے
وہ اچھا ہے کہ جو سمجھے کسی کو نہ برا　　بلکہ گر کوئی برائی بھی ہو تو اچھا سمجھے
مرگ کو جانا ہے زندگی اپنی عاشق　　ملک الموت جو آئے مسیحا سمجھے
اے ظفر اٹھ گئی دنیا سے محبت بالکل
آدمی دوست کو اس وقت میں عنقا سمجھے

کبھی غیروں کہیں تم نے میرے سے کہی　　کوئی ان کی سی کہی اور کو میری سی کہی
اس کے کہنے پہ نجا دیکھ کہ جس نے تجھ سے　　ابھی تیری سی کہی تھی ابھی میری سی کہی
کیسا ہی دوست تھا وہ تم ہوئے دشمن اس کے　　آپ کے سامنے جس نے ذری میری سی کہی
شکر صد شکر کہ جو بات کہی تھی میں نے　　آگے اوروں نے بھی ان سے وہی میری سی کہی
روز ہم کہتے تھے اپنی سی خدا جانے کہ آج　　جیمیں کیا آیا کہ تم نے اتی میری سی کہی
کہتے حسرت دل اور تو سب ان کی سی　　لیکن افسوس نہ کچھ تم نے بھی میری سی کہی
اس کے کہنے کا ہوں قائل ظفر ان سے جس نے
کچھ کہی یا کسی ڈھب سے کہی میری سی کہی

تجھ سے دل کو اپنے لگایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے　　تجکو ہم نے اپنا پایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
ایک تجھی کو جانتے ہیں ہم اور کسی سے ہم ہیں محروم　　کون اپنا کون پرایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
چرخ بریں سے لے کے زمیں تک ورزمیں سے چرخ بریں تک　　دیکھا جہاں وہاں تو نظر آیا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
ماہ کو بھی اور اختر کو بھی لعل کو بھی اور گوہر کو　　سب کو تو نے ہی چمکایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
دیر میں کیا اور کعبہ میں کیا تیری پرستش ہوتی ہے سب جا　　آگے تیرے سب نے جھکایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
کیسا ملک اور کیسا انسان کیسا کافر کیسا مسلمان　　جیسا چاہا تو نے بنایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
گل میں کیا اور گلشن میں کیا شعلہ میں کیا اور شمعیں کیا　　سب میں جلوہ تو نے دکھایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
سوچا سمجھا دیکھا بھالا تجھ سا نہ کوئی ڈھونڈھ نکالا　　اب یہ ہی سمجھ میں ظفر کے آیا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

دیگر

اک خلق جو ہے در پہ مرے یار کے بیٹھی　　یوہیں نہیں ہے شوق میں دیدار کے بیٹھی
نکلے نہ کسی طرح وہ جو میری طرف سے　　دل میں کوئی با اس مرے دلدار کے بیٹھی
اٹھ اٹھ کے نظر اگر اپنے نگس دار　　تو پاس ہے اس لعل شکر بار کے بیٹھی

اے شوخ ستمگر یہ نگہ کی ترے برچھی — کس روز کہیں سینہ میں دوچار کے بیٹھی
پھرتی اجل اب تک ہے، اسی گھات میں ہیہات — لاکھوں کو یہ کم بخت کہیں مار کے بیٹھی
سن لیجو کسی دن کہ فلک کی یہ عمارت — طوفان سے مرے دیدہ خونبار کے بیٹھی
نے یار نہ غم خوار مگر بیکسی اے یار — روتے ہی سرہانے ترے بیمار کے بیٹھی
کچھ کہ نہ سکا میں ظفر اس سے مری آواز — یہ خوف سے اس شوخ ستمگار کے بیٹھی

دیگر

دل چاہتا ہے یہ کہ وہ آغوش میں آئے — بے ہوش سے کہدو کہ ذرا ہوش میں آئے
پھر آئے ار نوح کا طوفان تو عجب کیا — دریائے سرشک اپنا اگر جوش میں آئے
ہر ایک سے وہ کیوں نہ بدے یاد فراموش — دل ہاتھ کے یاد فراموش میں آئے
منظور ہے صوفی کو اگر دل کی صفائی — تو محفل رندان قدح نوشم ین آئے
ممکن ہی کہیں بسر آرام پہ مجھکو — آرام تری یاد بہرو دوش میں آئے
دکھلائے نہ صورت مجھے وہ کان ملاحت — آواز تو اب اسکی سر گوش میں آئے
گنجائش اشک اپنی ظفر کیا ہو فلک میں — یہ دانے کب اس چھوٹے سے سر پوش میں آئے

وہ ہر طرف دکھا رہی اپنیہ نمود ہے — جاتی مری نگہ کہیں کامل وجود ہے
سودا اسی کا خوب ہے بازار عشق میں — جس نے سمجھ لیا ضرر اس میں سود ہے
غنچہ جو ہے مثال و بان گلبرگ گوش — آپس میں کچھ تو ہو رہی گفت و شنود ہے
دشمن ہم اپنی جان کے ہیں آپ عشق میں — نے ہے کوئی عدو نہ ہمارا حسود ہے
کیونکر چھپاؤں سوز محبت کہ چرخ تک — ساتھ آہ کے گیا جگر و دل کا دود ہے
اللہ ری نازکی کہ وہ رخسار لالہ گون — صدمے سے اک نگاہ کی ہوتا کبود ہے
ہے کس صنم کی تجکو ظفر خواہش و داد — ہر دم جو تیرا ورد نبا یا وددود ہے

جس نے بنایا ہے ہمیں ہم کو قسم اسی کی ہے — اپنے خمیر خاک میں خاک قدم اسی کی ہے
ہاں جو یہ زخم کارگر سینہ میں دل سے تا جگر — کر گئی کاٹ اس قدر تیغ ستم اسی کی ہے
جس کو ہے شعلہ خو تری شمع کی طرح لو لگی — سوزش اس کی دل میں ہے چشم میں نم اسی کی ہے

کہتے ہیں جس کو دل وہی اصل ہے خانہ خدا
نقل یہ سب عمارت دیر و حرم اسی کی ہے

بزم جہان مین اہلقیں کون ہے وہ جو خوش کہیں
جس کا لگا ہے دل کہیں جان کو غم اسی کی ہے

یارو اجل کا منہ ہے کیا مجھ پہ جو ہاتھ اٹھا سکے
ہوتی ہمارے قتل کو تیغ الم اسی کی ہے

چشم عنایت اے ظفر سب کی زیادہ ہے ادھر
لیک نگاہ لطف اگر مجھ پہ ہے کم اسی کی ہے

دیگر

الہی کس کی یہ آواز میرے کان پڑی
کہ جس سے پھر تن بیجان مین میری جان پڑی

وہ بات کل کی جو یاد آ گئی مجھے تیری
تو آج جی کو نہ کل میرے ایک آن پڑی

لگایا جس نے دل اس مہروش سے اس پہ روز
مصیبت ایک نئی زیر آسمان پڑی

سمجھ کے پیر گئی درحت زر نہ شیخ کے پاس
ہمارے گھر مین ہمیں دیکھ کر جو آن پڑی

کہان ہے دم کہ نکل اے تن سے اے قاتل
سسک رہی ہے مری جان ناتوان پڑی

اوڑے ابرو مژگان سے ہوش رستم کے
پڑے ہیں یہ کہیں اور کہیں کمان پڑی

ہر ایک بات یہ تو دے ہے گالیان ہم کو
یہ کیسی خو تری اے شوخ بد زبان پڑی

لگا سکے گا کوئی کیا تمہارے حسن کو عیب
کہیں بھی چاند پہ ہے خاک مہربان پڑی

کھڑے تھے اور بھی سربازیون کو پر اون کی
ظفر مجھی پہ نظر وقت امتحان پڑی

دیگر

صبا گلشن سے کیا بیتاب و بے قابو سی آتی ہے
کسی گل مین جو کچھ اس رشک گل کی بو سی آتی ہے

اگر سودا نہیں تجھکو کسی زلف مسلسل کا
صدا زنجیر کیون میرے لئے پاہوں آتی ہے

کبھی تو سیر کر تو بھی کی جوش اشک سے میرے
چمن مین سینہ پہ داغ کے اک جو سی آتی ہے

مقابل تیرے رخ کے شمع کب ستی ہے محفل مین
اگر آتی ہے زیر برقع فانوس آتی ہے

تیرے مژگان بھی ظالم ہو گئے ہیں مجھ سے برگشتہ
فقط ابرو ہی تیری کیا نظر خم رو سی آتی ہے

ہم ان کے گھر مین جائین اور ان کے پاس کیا بیٹھیں
نہ غمازی ہمیں آتی نے جاسوسی آتی ہے

گذارا اے ظفر وان تو انہیں لوگون کا ہوتا
کہ جن کی چاپلوسی اور کانا پھوسی آتی ہے

موجب فرحت مری تیری شرارت بن گئی   آتش دوزخ بہار باغ جنت بن گئی
دیکھو صحبت کا اثر مجنون جو بیٹھا میرے پاس   میری اس کی دو ہی دن مین ایک صورت بن گئی
جب نظر آتی جو کہین ہم کو صورت یار کی   بت پرستی واسطے اپنے عبادت بن گئی
ترک کی ا بیوفا مین نے نہ تیری دوستی   گرچہ اس مین میری دشمن ایک خلقت بن گئی
یون تو تصویرین مصور نے بنائین سیکڑون   پ تری تصویر خوش قامت قیامت بن گئی
باتون باتون مین بگڑ بیٹھا جو ہم سے تو کبھی   جان ہی پر اپنی پھر اے بیمروت بن گئی
ہم نہ تھے آگاہ رستے سے محبت کے ظفر
رہنما اس راہ مین پر اپنی قسمت بن گئی

اشک آنکھون مین دم گریہ جو بھر کر پی گئے   پی گئے دریا کیا بلکہ سمندر پی گئے
ہو گئی بالکل مریضان محبت کو شفا   وہ جو تیرے آستان کے دھوکے چتھر پی گئے
خشک ہوتے ہی کہین ہر گز مرے زخم گر   اے ستمگر اس قدر یہ آب خنجر پی گئے
ہم تو پی جاتے لہو دشمن کا پر کچھ سوچ کر   دل مین اپنے غصہ اپنا اے ستمگر پی گئے
بات پی تلخ ظالم تلخ دارو کی طرح   پی گئے ہم ہو کے خوش یا منہ بنا کر پی گئے
قطرہ بھی اپنے نہ ہاتھ آیا حریف اس بزم مین   کر گئے خالی سبو بھر بھر کے ساغر پی گئے
جانتے تھے ہم برا زاہد جنہیں وہ اے ظفر   میکدہ کی کیچ تک عمامہ دھر کی پی گئے
دیگر

دل دے کے تم کو جان پر اپنی بری بنی   شیرین کلامی آپ کی میٹھی چھری بنی
مطلوب تو ہے نقش آفاق مین فقط   خلقت ہے اور سب یے خانہ پری بنی٭
آہنگ نالہ کو مرے سن کہوار بار   آواز عندلیب چمن بے سری بنی
تو دیکھ تو بغور کر کیا صنعتون سے ہے   انسان کی ہیئت بدن عنصری بنی
طرار یون کو خوب سے جانتے ہین ہم   طفلی ہی سے زبان ہے تری تردے بنی
حیوانیت بھر گزارا کہین یہان   پاپوش مین بشر کے بھی آخر کہری بنی
کاٹے ہے گرم کو لوہا ہمیشہ سرد   دنیا مین خوب چیز ظفر غم خوری بنی
دیگر

وہ چین ابرو پہ خم دکھائی اس ستمگر نے
کہ بانی جس سے چین تیغ صفا ہانی کے جوہر نے

پکاری العطش کیا کیا جراحت دل کے سینہ مین
لب زخم جگر کو تر کیا جب آب خنجر نے

وہ سکیش کون سا مہوش ہے جس کی بادہ نوشی کو
فلک پہ جام زر چمکایا اپنا مہر انور نے

وہ مشل نالہ زنجیر کب زندان مین ٹھہرے ہے
کیا ہے جس کو سودائی تری زلف معنبر نے

ہزارون مر گئے بیمار ہو کر اس ادا مین
سمجھائی نہ کر پ اس کے لعل روح پرور نے

دکھائی اپنی چشم مست کی جب اس نے کیفیت
نہ کی حیرت سے ہرگز بند اپنی آنکھ ساغر نے

اگر باور نہیں تو جھاڑ کر چقماق سے دیکھو
چھپا رکھی ہے آتش عشق کی سینہ مین پتھر نے

ترے رشک قد رعنا نے جب شمشاد کو کاٹا
چمن مین کام آرہ کا کیا قمری کے شہپر نے

ظفر سیراب کو کیونکر نہ سارا گلشن عالم
کیا چشمہ جاری فیض کا اس دیدہ تر نے

پسند اس کو اگرچہ بے نیازہ حسن سے بے حد ہے
ولیکن اس پہ بھی بندہ نوازی حد سے بے حد ہے

بہا جاتا ہون سر سے پانون تک گھل گھل کے اشکون مین
برنگ شمع میری جانگدازی حد سے بے حد ہے

بچھائی ہے فلک نے کچھ عجب شطرنج عالم مین
کہ اس کجباز کی جو دیکھو بازی حد سے بے حد ہے

سر منصور سولی پہ یہ کہتا تھا جو حق پوچھو
تو عاشق کے لئے یہ سرفرازی حد سے بے حد ہے

الہٰی خیر ہو ستون ہوا دل چشم پہ اس کی
کہ جس کے غمزہ مین جادو طرازی حد سے بیحد ہے

رہے فرہاد و مجنون اپنے اپنے عشق کی حد پہ
مگر عاشق کی تیرے عشقبازی حد سے ب حد ہے

دم مردن مرے کیا جانے آئے یا نہ آئے تو
کہ دم بازی تری اور حیلہ سازی حد سے بے حد ہے

سحر سے شام تک اک اک گھڑی ہے دن قیامت کا
کہون کیا مین شب غم کی درازی دس بے حد ہے

جو رکھو امتیاز اپنی نجاوز اس کی محفل مین
کہ وان تو اے ظفر بے امتیازی حد سے بے حد ہے

ہوئے کس سے خفا رنجش کا باعث میری جان کیا ہے	طبیعت کیوں ہے رنجیدہ نصیب دشمناں کیا
کیا جو غافلو یاں تم نے واں وہ پیش آئے گا	بتائے کوئی کیا تم کو کہ یاں کیا وہاں کیا ہے
ترے کوچہ میں ہیں ترے شہید عشق آسودہ	کہیں وہ جانتے او حوروش باغ جناں کیا ہے
کہیں ٹوٹے ہوئے شیشے پڑے ہیں ار کہیں ساغر	خرابی میکدہ میں آج اے پیر مغاں کیا ہے
عجب عالم ہے اپنا خانہ بدوشی کے عالم میں	کہیں واقف مکیں یاں کون ہے اور یہ مکاں کیا ہے
مرے دود فغاں کو دیکھ کر یہ خلق کہتی ہے	کہ زیر آسماں اک دوسرا یہ آسماں کیا ہے
وفور اشک زیبا ہے عریاں پہ مجنوں کے	قبائے شبنم و پیراہن آب رواں کیا ہے
گل تصویر ہوں واقف کہیں میں اس گلستاں میں	صبا فصل بہاری کیا ہے اور فصل خزاں کیا ہے
جو دل کا حال ہے تیرے وہ صورت عیاں سے سب تیرے	بیاں ہے اے ظفر کرنا عیاں کو تو بیاں کیا ہے

دیگر

نہ تم سے صنم پہ ستم سار کے	نہ مہر ووفادار ہمسار کے
مرے آہ و نالہ سے ہو جائے آب	دھر کوہسار الم سار کے
کرے گا تراوشی اک دم میں طے	کئی در سفت دشت عدم سار کے
اگر چشم خونبار ہو گلفشاں	بنے لاکھ باغ ارم سار کے
جگر لو ہے کا پسلیاں سار کی	بنے تو سکی جائیں غم سار کے
گر آوے نگاہوں سے چشم مست	کیے جام سے جام جم سار کے
پڑے خانہ دل کے گوشہ میں ہیں	مکاں چند دیر و حرم سار کے
کروں اسکی باتوں کا کیا اعتبار	غلط ہوں جو قول و قسم سار کے
سار کیفر راہ صنم عشق کی میں کہیں
کہیں ملتے نقش قدم سار کے

وفا کا نام ہیں جو تیرے روبرو لیتے
وہ جھک کے پہلے ہمارے قدم ہیں چھو لیتے

بتاتے تیری ہی مژگان کو نشتر فصاد
جو تیری زلف کے سودا زدہ لہو لیتے

قریب مصحف رخ تر عرق سے ہیں گیسو
کہ ہاتھ میں نہیں قرآن بے وضو لیتے

جو لیتے سرمہ ہم اپنے پہ بصارت چشم
تو خاک پا تری یا تیری خاک کو لیتے

ہمارا جام سے کیا کام چلتا اے ساقی
کہ جب تلک نہ کوئی ہم خم و سبو لیتے

نہ کرتا ہم سے جو اغماض تیرا غمزۂ چشم
اجل کا سر پہ نہ احسان ہم کبھو لیتے

کروں میں آہ و فغان کیونکہ سامنے اسکے
کہ ہیں وہ پہلے ہی میرا دبا گلو لیتے

جلا جلا کے رلاتے ہیں شمع سان مجھکو
وہ اپنی بزم میں میں میری آبرو لیتے

جہان میں کوئی نہیں لیتا اپنے واسطے غم
ظفر یہ ایک ہمیں ہیں یہ آرزو لیتے

وفور اشک سے جو دیدۂ تر میں تلاطم ہے
کہاں ہنگام طوفان وہ سمندر میں تلاطم ہے

تیرے بسمل کر بیتابی میں وہ تاثیر ہے قاتل
کہ پڑ جاتا ابھی اک آب خنجر میں تلاطم ہے

محبت ہے تو دریا جوش میں آجائے ہے جسدم
ڈبو دیتا جہانکو اسکا دم بھر میں تلاطم ہے

دردندان پہ اس مہ پاوہ کی موج تبسم ہے
یہ والم ہے کہ گویا آب گوہر میں تلاطم ہے

جب آئینہ میں دیکھے ہے وہ اپنی چین پیشانی
تو پٹ جاتا وہین اک موج جوہر میں تلاطم ہے

چھلکتا بادۂ گلرنگ کا خالی نہیں ساقی
پڑا مستی سے ان آنکھوں کے ساغر میں تلاطم ہے

ظفر زخم جگر کی کھل گئی ہے کیا کہیں پٹی
کہ اک دریائے خوں کا سا ترے گھر میں تلاطم ہے

دیگر

ہائے یوں الفت بتوں کی دل مرا غارت کرے
ایسے غارت گر کو دنیا سے خدا غارت کرے

چشم غارت گر ہے تیری پر نہ یاں دل ہے نہ جان
وہ اگر غارت کرے ظالم تو کیا غارت کرے

پڑ گیا بیڈھب محبت کا مزا ایسا نہو
اے دل دیوانہ تجکو یہ مزا غارت کرے

اس لئے غمزہ ترا اے شوخ غارت گر بنا
طاقت و ہوش و خرد کو میرے تا غارت کرے

دل مرا کرتا ہے غارت مجکو تیرے عشق میں
کیا ستم ہے آشنا کو آشنا غارت کرے

چشم تیری رہزنی کرتی ہے کرتی ہے ظالم دیکھئے
کس کو یہ رہزن سر راہ و نا غارت کرے

جو کئیں غارت کسی کو یاں دغا سے اے ظفر
ان دغا بازوں کو خود انکی دغا غارت کرے

دیگر

تو سر بزم جہان چھرا برا فروختہ ہے
شعلہ دہان شمع کا پروانہ جا نسوختہ ہے

نہیں معلوم کہ اس جنس مین دیکھا کیا نقص
کرتا واپس جو مرا وہ دل بفروختہ ہے

مکتب عشق مین مجنون سے ہے مجکو سبقت
کہ سبق اسکا ہے وہ مرا آموختہ ہے

حسرت و رنج و تعب یاس و غم دردوالم
دولت عشق سے ہے پاس اپنے یہ اندوختہ ہے

کچھ کم و بیش پہ دنیا کی نہیں اسکو نگاہ
جو زمانہ مین ظفر چشم طمع دوختہ ہے

دیگر

تا روا الفت نہ بت ہوش ربا کا ٹوٹے
دل عاشق پہ اگر قہر خدا کا ٹوٹے

ٹوٹے مسجد تو بلا سے کہ وہ بن سکتی ہے
کعبہ دل نہ مگر اہل صفا کا ٹوٹے

سخت جانی سے یہان ٹوٹ پڑی شاخ امید
پھل جو قاتل تری شمشیر جفا کا ٹوٹے

وہان یقین بات کا کیونکر ہو کہ کسی سو بار
عہد و پیمان جہان اہل دغا کا ٹوٹے

پیرہن چاک کرے باغ مین ہو گل اپنا
کبھی چھٹنے مین جو بند اسکی قبا کا ٹوٹے

اپنے عشاق کی لازم ہے تمہیں دلداری
کہیں ایسا نہو دل اہل وفا کا ٹوٹے

اے ظفر مین ہون وہ آوارہ کہ جسکے ہمراہ
دو قدم چلنے مین دم باد صبا کا ٹوٹے

آتش عشق جو سینہ مین مرے تیز رہی
آہ کر شعلہ فشان گاہ شرر ریز رہی

اس ستمگر کے ستم کون اٹھا سکتا ہے
جان کیا جانے مری کیونکہ ہے انگیز رہی

عوض ساغر ساقی گلفام بغیر
چشم تر خون جگر سے مرے لبریز رہی

گردن دل مین ہمیشہ مرے مانند کمند
اے ستمگار تری زلف دلاویز رہی

کیونکہ بیمار محبت کی ہو امید شفا
نہ دوای رہی نے طاقت پرہیز رہی

کی ادا نے جو یہان آنے مین اتنی تاخیر
منتظر کیا تری اے قاتل خونریز رہی

اے ظفر حق مین ہمیشہ مرے چشم جانان
فتنہ انگیز رہی اور بلا خیز رہی

نہیں ہے کس مین اسے دیکھ لو سبھی مین ہے ۔ کہ لیکے عرش سے تا فرش وہ سبھی مین ہے
سہا یہ ماہ پہ کیا چشم، مین اگر ہو نور ۔ تو اسکا جلوہ تکو سبھی مین ہے
عجب نہیں مری رگ رگ سے گر روان ہو خون ۔ وہ دیتا نشتر مژگان چبھو سبھی مین ہے
سکھائی ماہ و شنون کو جو اسنے سیمری ۔ تو اب سبھی مین یہ وارت یہ خو سبھی مین ہے
پھنسائے دل کو نہ کیون اوسکی زلف کا ہر تار ۔ کمند ناز کا انداز تو سبھی مین ہے
نہیں ہے یاسمیو نسرین پہ کچھ موقوف ۔ چمن مین جتنے ہین گل اسکی بو سبھی مین ہے
ظفر یہ بھید ہے کیا جانے کیا نہیں کھلتا ۔ کہ ڈھونڈھتے ہین سبھی اسکو جو سبھی مین ہے

دیگر

گلون کی تیرے ہے وہ بہار سبکدری ۔ ہوتی ہے بوئے گل بھی نثار سبکدری
رکھ دیکھ کر قدم کہ خدا جانے کون کون ۔ ہے تیرا خاک راہگوار مین ہے
غافل عنان تو سن عمر روان تڑی ۔ ہے مثل موج رشتہ کار سبکدری
کیا خاک اٹھے خاک سے وہ ناتوان کے ہے ۔ مور ضعیف کا ساغبار سبکدری
دنیا سے دیکھ ہو کے گر انبار تو نجا ۔ بہتر ہے بے شعور شعار مین ہے
کیا نازک اسکے پانون ہین اللہ ری نازکی ۔ جنکو نہیں تحمل بار سبکدری
ہے ضعف سے مثال پہ کاہ اے ظفر ۔ دائم ہوا پہ اپنا مدار سبکدری

دیگر

رہی قلم دم تحریر غم بھری کی بھری ۔ بہانہ اشک دیہ چشم نم بھری کی بھری
ستم زدون سے نہیں ہوتی وہ گلی خالی ۔ ہمیشہ دیکھتے ہین جا کے بھری کی بھری
لگا نہ دل جو صنوبی پہ تجھ بن اے ساقی ۔ دیہ صراحی مے صبحدم بھری کی بھری
نہ روئے کھول کے دل پاس آبرو سے ہم ۔ طبیعت اپنی رہی اے صنم بھری کی بھری
کسیکو قتل کیا تو نے بھی ابھی قاتل ۔ لہو مین ہے تری تیغ دودم بھری کی بھری
بھری تھی دل مین ہمارے جو تیری حسرت وصل ۔ وہ وہ اپنے ساتھ گئی تا عدم بھری کی بھری
پڑھا نہ حرف کتابون کی ہے ظفر گٹھری ۔ رہی سرہانے دھری یک قلم بھری کی بھری

ہم شب جو اسکے در کے رہے آڑ میں پڑے   دربان ہمارے واسطے کھڑ کاڑ میں پڑے
دل جل گیا ہمارا جگر بھن گیا تمام   الفت تمہاری شعلہ رخو بھاڑ میں پڑے
جانے کہاں ہو چھپ کے لیا ہم نے تمکو تاڑ   مدت سے یان ہین ہم بھی اسی تاڑ میں پڑے
دیوانے تیرے نکلے جدھر ہو کے دشت میں   دامن کے ٹکڑے رہگئے ہر جھاڑ میں پڑے
بیخوف دل کا شعلہ چڑھا بام چرخ پر   شہتیر آہ و نالہ کے جب پاڑ میں پڑے
اس سخت جان پہ سانت لگی چھینے اجل   ڈرا نے اسکی تیغ کے جو پاڑ میں پڑے
فرہاد و قیس کی ہین جہان دفن ہڈیان   مٹی ہماری بھی اسی ہڑواڑ میں پڑے
شب کو شراب خانہ میں مینہ تو پڑا کیا   اور مست لنڈتے رہے بوچھاڑ میں پڑے
لٹا دل ان نگاہون نے مژگان کو کرشریک
جو چور بچلے اے ظفر اس دھاڑ میں پڑے

اپنے پہلو میں جو دی آپ نے کمظرف کو جائے   نہ ہی خدمت عالی میں ایسی حرف کو جائے
یار کے روے کتابی پہ لب لعلیں ہے   خوب موقع پہ ملی سرخی شنگرف کو جائے
گرچہ ساقی نے چھکایا ہمیں ناکون ناک   لیکن اسپر بھی ہے یکدو قدح ژرف کو جائے
گوشہ راحت دل سکا ہر طرف کلاہ   آگے جو طرف پسند آئے دل اس طرف کو جائے
بھرتا ہے واشق دل تفتہ جو ہر دم دم سرد   دی ہے آتشکدہ میں عشق نے کیا برف کو جائے
مدرسہ عشق کا یہ درس وفا کی ہے جگہ   نہ یہان نحو کو ہے جائے نہ ہے صرف کو جائے
ظفر اس غنچہ دہن سے ہے تمنا سخن   کہیں دل کے دہن تنگ میں کس حرف کو جائے

دیگر

گل نرگس نہ تو اے شوخ اوتور آنکھو کے اوپر سے   مری آنکھ کو لیکر اپنے وار آنکھو کے اوپر سے
دردل سے اٹھا دے تو اگر اک پردۂ غفلت   تو اٹھ جائیں ابھی پردے ہزار آنکھو کے اوپر سے
وہ جب میری طرف دیکھے ہے نیچی نیچی نظرون سے   فدا ہوتا ہے دل کیا بار بار آنکھو کے اوپر سے
رکھیں آنکھوںپہ گر ذرہ کو تیری راہ الفت میں   نہ جھاڑین اسکو تیرے خاکسار آنکھو کے اوپر سے
مجھے محفل میں جام مے اگر دیتا ہے اے ساقی   تو دے تو وار کر پھر خمار آنکھو کے اوپر سے
بھرے کیا کوٹ کوٹ آنکھوںمیں موتی تیرے مہوش کے   عجب کیا ہون اگر انجم نثار آنکھو کے اوپر سے
اڑا کر خاک آیا ہے ظفر تو کس کے کوچے میں   کہیں اجتک گیا تیرے غبار آنکھو کے اوپر سے

دیگر

قتل پر میرے وہ جسدم کھینچکر سیف آئے ہے
پھرا جل کی بھی زبان پر حیف صد حیف آئے ہے

چھٹتا ہے مقسوم مین وہ ہر طرح ہے پہونچتا
پر بشر کو عقل سے فکر کم و کیف آئے ہے

ٹھنڈی سانسون سے مری آتی ہے کیا فصل شتاب
نالہائے گرم سے بھی موسم صیف آہت ہے

خواہ ہے طرز عنایت خواہ انداز عتاب
لطف اس سیکش کی باتومیں بہر کیف آئے ہے

اے ظفر جویان کریم الطبع مہمان ہین
اپنے کھانے کا مزا کب انکو بے ضیف آئے ہے

بلا سے جام فلک شعباہ سے گر جائے
مگر کوئی کیسکی نگاہ سے گر جائے

نہ کر تو شانہ کو ہر تار مین ہین سوسو دل
کوئی نہ دل تری زلف سیاہ سے گر جائے

گمان ہو ٹوٹا ہے تارا اگر کبھی شب کو
عرق کی بوند رخ عقک ماہ سے گر جائے

اگر ہو کوہ بھی ہو جائے جل کے خاکستر
جو برق سوختہ جانو کی آہ سے گر جائے

چڑھائے مہرا سے سر پہ مثل تار شعاع
جو تار زر ترے زرین کلاہ سے گر جائے

جو قصد مہر کرے میرے مغفر خون پہ
تو مہر ہے کہین دست گواہ سے گر جائے

گر اے چاہ زنخدان مین کون دل اپنا
مگر وہ آپ ظفر اپنی چاہ سے گر جائے

فقط کیا پاس ننگ و نام ہین سیکھے ہوئے بھولے
کہ ہم تو وحشی مین سب کام ہین سیکھے ہوئے بھولے

بھولے ہوش ایسے تیری چشم مست نے ساقی
بنائے کاسہ گر اب جام ہے سیکھے ہوئے بھولے

چمن مین ہم نے سیکھے تھے جو کچھ انداز اڑنیکے
وہ اے صیاد زیر دام ہین سیکھے ہوئے بھولے

محبت نے بتونکی انکو کافر کر دیا بالکل
وہ سب رسم و رہ اسلام ہین سیکھے ہوئے بھولے

سکھائے کیا کوئی شیوے انہین مہرومحبت کے
کہ وہ تو بولی ناکام ہین سیکھے ہوئے بھولے

وظیفہ ہے ہمارا جیسے ذکر زلف و رخ تیرا
ہم اپنا ورد ذنخ و شام ہین سیکھے ہوئے بھولے

انھون کے پیار کے جو ڈھنگ اک مدت مین سیکھے تھے
ظفر وہ سب بجزدشنام ہین سیکھے ہوئے بھولے

دیگر

تیرے دانتوں کا تصور جب سے یار آنکھوں میں ہے
بن گیا ہر اک در شا ہوارا آنکھوں میں ہے

شام سے تو صبح اپنا ہے مکتسب وعدہ یہ حال
بیقراری دل کو ہے ار انتظار ا آنکھوں میں ہے

کی کسی کے ساتھ تو نے شب مقرر میکشی
کیوں کھٹکا ہے تر اب تک خمار ا آنکھوں میں ہے

کیا چمن میں جا کے یکھوں تجکیں اے رشک چمن
لگتا ہر اک گل مرے مانند خار ا آنکھوں میں ہے

جب سے نظروں میں سمائے ہیں گل رخسار یار
ہے چمن پیش نظر اپنی بہار ا آنکھوں میں ہے

گنبد افلاک بھی جس میں ہو مانند حباب
وہ بھرا دریا مری ان اشکبار ا آنکھوں میں ہے

اس قدر خاطر مکدر ہے کہیں کچھ سوجھتا
آ گیا دل کی کدورت سی غبار ا آنکھوں میں ہے

ہاتھ میں مستوں کے ہے تیغ سیہ تاب اس نے دی
یا دیا یہ سرمہ دنبالہ ددار ا آنکھوں میں ہے

گر گیا کحل الجواہر اپنی نظروں سے ظفر
خاکپائے یار جب سے سرمہ وار آنکھوں میں ہے

دیگر

فغان ہے دن کے لئے اور گریہ شب کے لئے
رفیق ہم نے یہ دو ساتھ اپنے ڈھب کے لئے

مطلع ثانی

طرب ہے یرے لئے اور تو طرب کے لئے
تعب ہے میرے لئے اور میں تعب کے لئے

معطر اب تلک اپنا دہ ہے خوشبو سے
کبھی جو بوسے تھے اس شوخ غنچہ لب کے لئے

کیا نہ دشت کو پامال جب تلک میں نے
قدم نہ دشت کے کانٹوں نے میرے دب کے لئے

بلے نہ مجھ پہ عدو وہ بھی یو ہیں رو دے گا
کہ اس کے عشق میں یہ ایک دن ہے سب کے لئے

ہر ایک بات پہ ہوتے ہو تم غضب برہم
تمہیں نہ دیتے تھے دل ہم اسی غضب کے لئے

بلے چمن میں صبا گل جو سامنے اس کے
تو کو شمال مناسب ہے بے ادب کے لئے

سوا ترے لبجان بخش کے نہیں کوئی
علاج اس ترے بیمار جان بلب کے لئے

ندیکھا اس کے رخ صاف کے مقابل ایک
ہزاروں آئینے ہیں کو ظفر طلب کے لئے

وہ کہتے ہیں بھلے ہیں ہم بھلا نیکی تو ہم نے کی
یہ سچ ہے ہاں برے ہم ہیں بدی کی تو ہم نے کی

ہوئے سب بے مزہ تجھ سے نباہی جب وفا تجھسیں
مگر تیری گوارا بیوفائی کی تو ہم نے کی

نہوتے دوست اس بت کے تو ہوتی خلق کیوں دشمن
عدو اپنی اگر ساری خدائی کی تو ہم نے کی

خراباتی و صوفی دونوں قائل ہو گئے اپنے
جو رندی کی تو ہم نے پارسائی کی وہ ہم نے کی

ہنسیں کیا گرچہ رونے پہ ہمارے لوگ ہنستے ہیں
کر ناصحو یہ جگ ہنسائی کی تو ہم نے کی

کسی نے بھی کہیں ہم کو ڈبویا آپ ہم ڈوبے
کر تجھ سے بحر خوبی کی تو ہم نے کی

نہ دیکھو آئنہ کو تم صفا کیا خاک اس میں
ہمارا دل صفا دیکھو صفائی کی تو ہم نے کی

کہا زلفوں نے اُ کے منہ پہ تم ہو کج ادا بیشک
مگر ظاہر تمہاری کج ادائی کی تو ہم نے کی

جو کچھ چاہا ہے تھے ان کے دست و پا حنا ستہ
ظفر موقع پہ ان سے ہاتھا پائی کی تو ہم نے کی

مجال کس کی تمہاری جانب کرے جو کوئی نگاہ اونچی
بندھی ہے چلمن بھی آگے غرفہ کے خواہ نیچی ہو خواہ اونچی

جلا ہی دے گی فلک کو جا کر یہ دل کی آتش سے ایک دم میں
نکل کر سینہ سے دل جلوں کی ہوئی ذرا بھی جو آہ اونچی

نصیب اونچے نہووین جب تک نصیب ہووے نہ سر بلندی
ہزار اونچا کوئی جہاں میں ہو سر پہ رکھ کر کلاہ اونچی

چڑھا یہ دریاے اشک اپنا ہو گیا غرق آسمان تک
بچے کہاں اس سے کوئی لیکی کہاں ہے جاے پناہ اونچی

وہ ہم میں ہمسایہ تیرے جیسے ہوا یہ منظور تجکو پردہ
کر تو نے دیوار اپنے کوٹھے کی کی اے رشک ماہ اونچی

وہ کام کر کچھ کہ جس کے باعث بلند رتبہ ترا وہاں ہو
بلندی نام کے لئے یاں بنانا تو بارگاہ اونچی

کرم ہے اپنے وہ بخشندہ نیا ظفر ہمیں لیکن اس کے آگے
ہماری گردن نہونے دی گی ہماری شرم گناہ اونچی

دیگر

یوں تو عالم تیرا چشم ہ بشر میں ار ہے
پر خدا شاہد ہ تو میری نظر میں اور ہے

لے خبر اپنے مریض غم کی اے رشک مسیح
ورنہ اس کا حال یہاں اب لحظہ بھر میں اور ہے

ہم پھڑک لیں اور بھی صیاد یرے دامن میں
کوئی دم طاقت ہمارے بال و پر میں اور ہے

کہے اک شاخ شجر میں ہیں ل و برگ و ثمر
لیک جلوہ ہر گل و برگ ثمر میں اور ہے

اشک برساتی ہے جتنے میری چشم اشکبار
ہوتی سوزش اتنی ہی میرے جگر میں اور ہے

ہر سفر میں رنج ہے پ کر کے دنیاے سفر
پھر کہیں آ سکتے یہ رنج اس سفر میں اور ہے

وعدہ آنے کا کیا ہے تجھ سے کس نے اے ظفر
آج سامان طرب کچھ تیرے گھر میں اور ہے

دیگر

آپ ہین غیر کا دم باعث الفت بھرتے
ہم محبت مین تمہارے ہین مصیبت بھرتے

تشنہ کامون کو ترے آب بقا سے کیا کام
آب خنجر سے ہین وہ جام شہادت بھرتے

سرد مہری سے تمہاری ہے ہمارا دل سرد
سانس ٹھنڈی ہین یہ ہم آپ کی دولت بھرتے

تو نے حال مرا کیا کہ دی جانب سے
غیر ہین کان ترے کان ملاحت بھرتے

پونچھو آنسو نہ تم اے ناصح مشفق میرے
اپنے دامن کو ہین کیون خون حسرت بھرتے

بھر دو اے چارہ گرو دل کی جراحت مین نمک
اس مین ہو چیں کے کیون سنگ جراحت بھرتے

جن کے دل مین ہو ظفر قامت دلدار کی یاد
دل سے آہین وہ رہین تا بہ قیامت بھرتے

جو تیری جلوہ قامت مین سو گئے
گویا وہ عرصہ گاہ قیامت مین سو گئے

ان غافلون نے دیکھا تماشا جہان کا کیا
جو مست ہو کے نشہ غفلت مین سو گئے

جو تیر انتظار مین جا کے تمام عمر
حیران ہون کس طرح سے وہ تربت مین سو گئے

ہمخواب ہوا خواب مینبھی دیکھتے نہین
بخت اپنے ایسے تیری محبت مین سو گئے

جس روز دیکھی یہ تری چشم سیاہ مست
شب زندہ دار عین عبادت مین سو گئے

ہم ہوتے زیر خاک نہ آرام سے مگر
جاگے بہت تھے رنج و مصیبت مین سو گئے

جتنے جگائے فتنہ خوابیدہ حرص نے
سب آ کے میر کنج قناعت مین سو گئے

سہلائے بگولے پاؤن کے کانٹون نے اس طرح
مجنون کے پاؤن وادی وحشت مین سو گئے

خواب عدم سے چونکے تھے مشتاق ہم ترے
دیکھا نہ تجھکو اور اسی حسرت مین سو گئے

کرتے ہین جتنے لوگ جو انکار روز حشر
کیا نالہ کش تری شب فرقت مین سو گئے

سوئے ہزار فتنے قیامت کے اے ظفر
اہل دول جو نشہ دولت مین سو گئے

دیگر

مکن تشویش و باش ایدل غلام شاہ جیلانی
غلاش راہو دور ہر دو عالم فر سلطانی
بہ بزم و اصلاکق بہ مکن قریش بذات حق
مقبول یزدانی وہم محبوب سبحانی
کند مشکل کشائی چونکہ دست فضل؛ و احسانش
ہزاران عقدہ دشوار بگشاید بآسانی
بخاک آستیانش گرنالد مہر روئے خود
گر رو چہرہ اش نیسان رواج چرخ درانی
لک آورد تسبیح گہراز دانہ انجم
کند تا ہر ملک در خانقاہش سجہ گردانی
چہ باشد حاجت اظہار طلب رو حضور او
کہ ظاہر بر ضمیر روشنش اسرار پنہانی
ظفر ردین و دنیا نیست دیگر دستگیر مسی
بغیر از پیر پیران غوث اعظم قطب ربانی

دیگر

دکھاتی اہل دین کو گرچی زور و شور دنیا ہے
پر ان کے زور کے آگے کہیں زور دنیا ہے
یہ دنیا ہین کیا خاک یا در گور دنیا ہے
کہ دنیا دار مردہ اور مردہ خور دنیا ہے
ہمیشہ کام مین عقبی کے اپنی دل چراتے ہین
بنا دیتی جنہیں حرص و ہوس دل چور دنیا ہے
نئے رنگ اپنی نیرنگی کے دکھلاتی ہے روز اس کو
جسے کر دیں اپنے رنگ مین شرابور دنیا ہے
پتنگون کی طرح کیا کیا ہوا خواہان دنیا کے
گئے ہین بادھے طول امل سے دور دنیا ہے
انہیں کیا دل کے آئینہ مین اپنی خاک سوجھے ہے
بنا دیتی جنہیں غفلت سے مثل کور دنیا ہے
ظفر جو ہو گئے ہین آشنا دین کی لطافت سے
لگائین منہ وہ کیا دنیا کو یہ آ خور دنیا ہے

دیگر

پریشان حال دل زلف دوتا سے ہووے کیسا ہی
تجھے کیا کام وہ تیری بلا سے ہووے کیسا ہ
رہے پیاسا ترے آب دم خنجر کا اے قاتل
کوئی سیراب گر آب لقا سے ہووے کیسا ہی
اٹھائے ہاتھ کب تیرا جفا کش تیری الفت سے
اگرچہ تنگ وہ تیری جفا سے ہووے کیسا ہی
ترے بیمار کو دارالشفا ہووے ترا کوچہ
اگر مایوس وہ اپنی شفا سے ہووے کیسا ہی
رہے محتاج کب اکسیر خاک پا کا وہ تیرے
کسی کا دل غنی گر کیمیا سے ہووے کیسا ہی
کشش دل کی وہ آفت ہے کہ تجکو کھینچ ہی لائے
کشیدہ تو ر اپنے مبتلا سے ہووے کیسا ہی
نچھوڑے خاکسار اس کا ظفر دروزہ بہار اس کا
پریشان گر غبار اس کا ہو اے ہووے کیسا ہی
مجنون کو جنگلون مین اجاڑون مین ڈھونڈیے
ور کوہکن کو جا کے پہاڑون مین ڈھونڈیے

کیونکر بنے گی ہم سے بگڑتے ہو دمبدم
باتیں بناؤ کی نہ بگاڑون مین ڈھونڈیے

گر سوز غم کہیں ہے تو عاشق کے دل مین ہے
یہ آگ وہ کہیں جسے بھاڑون مین ڈھونڈیے

خط پرزے پرزے ہو کے مرا جائے کا کہان
دیوار و در کے اپنے درازون مین ڈھونڈیے

دریا کی سیر کیجے ان آنکھون مین آن کر
ہے یہان ہی وہ لطف لواڑون مین ڈھونڈیے

یارون کی کیجے کثرت اغیار مین تلاش
جا کر گلونکر کانٹون کی باڑون مین ڈھونڈیے

کشتی لڑے ہے عشق سے دل ایسا پہلوان
نکلے نہ گر ہزار اکھاڑون مین ڈھونڈیے

پیکان یار سینہ مین میرے کہان ملے
جب تک دل و جگر کی نہ آڑون مین ڈھوندیے

دو چار اب بھی دامن مجنون کی دھجیان
نکلیں جو خار دشت کی جھاڑون مین ڈھونڈیے

جو دل خنک مین ان مین کہان گرمجوشیان
عالم کو گرمیون کی نہ جاڑون مین ڈھونڈیے

روزن کہیں تو جھانکنے کو چاہیے ظفر
دیوار مین نہیں تو کواڑون مین ڈھونڈیے

دیگر

طرز نگاہ یار کو پہچانا چاہیے
رنجش کو اور پیار کو پہچانا چاہیے

پی سے کہیں کہ رات کو جاگے ہین وہ کہیں
آنکھون کے اس خمار کو پہچانا چاہیے

دامن مین دیکھ کوہ کے لوہو سے سنگ سرخ
فرہاد کے مزار کو پہچانا چاہیے

اس میکدہ مین ہوش کسے ہے کسی کو ہوش
بیہوش و ہوشیار کو پہچانا چاہیے

باتون پہ جاؤ بوالہوسون کے نہ مہربان
عشاق جان نثار کو پہچانا چاہیے

دی ہے خدا نے عقل اسی واسطے ظفر
دشمن کو دوستدار کو پہچانا چاہیے

دیگر

ہماری آنکھ ترے بام پہ تو جا پہونچی
نہ پہونچے ہم تو بلا سے نظر تو جا پہونچی

کہان تلک یہ جلائے گی تجکو عشق کی آگ
بھڑک کے دل مین مرے تا جگر تو جا پہونچی

مرے جنازہ پہ آئے نہ آئے وہ ظالم
پہ اس کو مرنے کی میرے خبر تا جو پہونچی

سنیں نہ یار نے خانہ خرابیان میری
اور ان کی دھوم رقیبون کے گھر تو جا پہونچی

نہ پہونچا نالہ شب گرچہ کام مین اس کے
بلا سے پر مری آہ سحر تو جا پہونچی

تمھیں خیال تھا جس چیز کا مبارک ہو
وہ آج تمہارے ظفر تو جا پہونچی

کیا کہیں خوش ہین غم عشق سے کیسے ایسے
کہ نہ خوشنود ہوئے ہم کسی شے سے ایسے

مطلع ثانی

جیسے دل سے ہوتے نالے نہون نے سے ایسے
اور جو ہووین بھی تو ہر گز نہون نے سے ایسے

تجھے ہم یار اگر دل نہ لگاتے اپنا
سہتے کیون ظلم و ستم عشق مین ایسے ایسے

اب تو سب ہو گئے اے شوخ قرینے معلوم
پہلے آگاہ نہ تھے ہم ترے ایسے ایسے

سارے دیوانے نہون ہمسر قیس و فرہاد
ہون تو وحشت زدہ اک دو ہمیں جیسے ایسے

دام مین کس کی گرہ مین کہ ہو سودا دل کا
حلقہ زلف ہی کے پاس ہین پیچے ایسے

چشم ساقی کو ہوئے دیکھ کے جیسے بدمست
اے ظفر ہم نہ چھکے ساغر مے سے ایسے

اس زلف کا سایہ ہے دل زار پہ بھاری
اس طرح کہ جو دن ہو بیمار پہ بھاری

کچھ پہونچے تے پنچہ نازک پہ نہ صدمہ
قبضہ سے شمشیر ترے لوار پہ بھاری

ہے لخت دل اشکون مین گ لاری غم سے
یاقوت کے ہر موتیون کے ہار پہ بھاری

معلوم ہوا چل خمیدہ سیکہ شاید
کچھ بوجھ ترا چرخ نگو نسار پہ بھاری

اے عشق عجب کیا کہ گر ان جانی فرہاد
ہو جائے ترے ہاتھ سو کوہسار پہ بھاری

ہو غیر نہ پہلو مین ترے ا کے عوض کاش
پتھر ہو مرے سینہ افگار پہ بھاری

قیمت مین اگر بوسہ کے تو جان بھی مانگے
کچھ مول نہ ایسا خریدار پہ بھاری

الفت کی بھی کیا قید گران ہے کہ جس مین
اک اک گھڑی تیرے گرفتار پہ بھاری

ہو جائے گا نظرون مین سبک دیکھ تو سکی
دل اپنا ظفر کر نہ دریا پہ بھاری

دیگر

پردہ کوٹھے کا تمہارے اسقدر اونچا تو ہے
اپنے قد سے ناپ تو بالشت بھر اونچا تو ہے

عاقبت اے پست فطرت تو رہے گا زیر خاک
تو نے دنیا میں بنایا اپنا گھر اونچا تو ہے

ہے غنیمت جاے بالش ہمکو سنگ و خشت بھی
خاک کے بستر پہ رہتا اپنا سر اونچا تو ہے

دار پر چڑھ کر ہوا سردار سر بازون میں تو
رتبہ اے منصور تیرا چکر کر اونچا تو ہے

اونچی اسکے روبرو ہو گی نہ چشم آفتاب
ہوتا مشوق کی طرف سے یہ سحر اونچا تو ہے

دے جلا ایسا نہ ہو یہ خیمہ افلاک کو
ہو گیا کچھ شعلہ آہ جگر اونچا تو ہے

یہ نہیں ممکن نہو فریاد بلبل کا اثر
گرچہ نتا کان سے گل شاخ پر اونچا تو ہے

خاک اپنی دی بگولے نے اڑا اچھا ہوا
خاکساری میں نصیب اپنا ظفر اونچا تو ہے

دیگر

تم تو اے حجرت دل اس کی محبت میں پھنسیے
ساتھ ہم آپ کے ناحق کی مصیبت میں پھنسے

حشر تک بھی کہیں ہو ویگی رہائی تمکو
ایسے دنیا کی تم اے غافلو الفت میں پھنسے

کیا کرین ہم ستم و ظلم کی اسکے نالش
کہیں منظور یہ ہم کو وہ عدالت میں پھنسے

اے دل اس زلف کا ہر تار ہے اک دام بلا
کس کی شامت ہے کہ اسطرح کی آفت میں پھنسے

آپ کیا جانیں کہ ہے سیر خرابات میں کیا
شیخ جی تم تو رہے گوشہ عزلت میں پھنسے

کم نہیں حلقہ زنجیر سے چشم آہو
وحشی اس چشم کے ہین وادی وحشت میں پھنسے

عندلیبو یہ چمن جاے گرفتاری ہے
ہین یہان طائر تصویر بھی حیرت میں پھنسے

ہے ترا تار نظر تہر کمند جادو
کہ جہان سیکڑون دل ایک اشارت میں پھنسے

ہم نہ پھنسے کبھی زندان محبت میں ظفر
لیک پھنسنا ہی لکھا اپنی تھا قسمت میں پھنسے

بوسہ بے مرضی لیا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی
یار کی رنجش بجا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی

کیا کہیں اسنے کہا کیا جو کہ کہنا تھا کہا
گفتگو کل برہ ملا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی

دل تو کیا تھا زلف کا فرجی بھی لے کر چھوڑتی
آج برہم وہ بلا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی

خاک ہو کر اس گلی میں خاک برباد اپنی کی
خاکساری اے صبا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی

اور تو ہم نے نہیں تقصیر کی اے مہربان
ہان مگر مہرو وفا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی

ایک عالم نے تجھے چاہا ہماری چاہ سے
تیری شہرت مہ لقا ہم سے ہوئی ایسی تو تھی

کیون نہ برہم ہوتے وہ چھیڑا تھا ہم نے زلف کو
اے ظفر انکی خطا ہم سے ہوئی لیکن تو تھی

زلف شب گسکی رہی تا دیر آنکھون کے سمنے — آج سارے دن رہا اندھیر آنکھو کے سمنے
اے تصویر مین ترے قربان کر تو اس یار کو — لائے ہے چارو نظر سے گھیر کر آنکھو کے سمنے
لکھنے بیٹھے ہم جو خط انکو تو گریہ نے دیا — حرف پر مطلب کے پانی پھیر آنکھو کے سمنے
گزرے ہین جو جو نظر سے شیر مردان خدا — اے تصور پھرتے ہین وہ شیر آنکھو کے سمنے
جو تیری آنکھو سپہ ظالم ہو گئے ہین مر کے ڈھیر — زیر غرفہ انکو ہوا ڈھیر آنکھو کے سمنے
آگئی جو یاد مجکو ابروے پر خم ترے — پھر گئی اک صورت شمشیر آنکھو کے سمنے
ہے جو خواجہ کی زیارت کا تصور اے ظفر — آلبی گویا مری اجمیر آنکھو کے سمنے

دیگر

جب مست یان خودی کی پی کر شراب ہو گئے — بد مستیون مین اپنی وہ خود خراب ہو گئے
اس سنگدل کے دل مین ہرگز اثر نہ ہو گا — گر سنگ و آہن اپنے نالون سے آب ہو گئے
ہم اپنی بیقراری جس سے بیان کرین گے — کیا کیا دل ان کے سنکر پر اضطراب ہو گئے
پر تو فگن ہو آکر ساقی کا روئے روشن — دریا مین جو بھنور ہین سب آفتاب ہو گئے
مین عشق کے مسائل کیا عالمون سے پاچھون — سن کر سوال میرا وہ لاجواب ہو گئے
نامون مین گر لکھیں کے مضمون سوز دل ہم — مرغان نامہ بر بھی جل کر کباب ہو گئے
ٹرتا نہ انسے شکوہ مین سرد مہریون کا!! — گر جانتا وہ ایسے گرم عتاب ہو گئے
چڑھ جائے گا جو دریا ان اپنے آنسون کا — انجم جہان فلک پر ہین وہ حباب ہو گئے
جو ہو سو ہو ظفر ہم لے لینگے انکا بوسہ — انکی اگر نشہ مین وہ بے حجاب ہو گئے

دیگر

حلہ نے تیری تلوار ایک ایسی ہے میان چھوڑی
کہ اس نے چھٹتے ہی میرا نہ دل چھوڑا نہ جان چھوڑی

کہیں دل چھوڑتا آہ وفغان تل بے تری ہمت
اگرچہ دل میں غم نے کچھ کہیں تاب و توان چھوڑی

محبت میں تمہاری جسنے چھوڑا ایک عالم کو
گئی الفت نہ تم سے غیر کی اے مہربان چھوڑی

غم جانان ہے پیا سا خون کا اور تو نے مرے دلمین
کہیں ہے نام کو بھی بعد چشم خونچکان چھوڑی

زبان سے گالیان ہی تو سدا دیتا رہا ہم کو
کبھی اے بد زبان تو نے نہ یہ اپنی زناب چھوڑی

ستم تیرے اٹھائے پر نہ اٹھے اس گلی سے ہم
زمین میں نے بھی پکڑی تو نہ پھر اے آسمان چھوڑی

ظفر کھو آئے دل سی چیز اپنی بیخودی میں ہم
خدا جانے کہ کسکو دی کدھر پھینکی کہان چھوڑی

اے نیک خو بتا دے کہ بد خوئی کس لیے
تو بیدلی سے کرتا ہے دلجوئی کس لیے

گر زخم تازہ کوئی جگر پر لگا نہیں
تو چشم خون کے آنسو و نے روئی کس لیے

یہ دار بے مدار ہے یہ دیر بے قیام
یان جو مقام دیر کرے کوئی کس لیے

خاک شہید ناز کا رکھا تھا کچھ پتا
یان نازو بو جو تو نے کہیں بوئی کس لیے

ہم زلف خم بخم کو کبھی چھیڑتے نہیں
پوچھو وہ ہم سے کرتی ہے خروئی کس لیے

منہ دھویا آنسوؤن نے ہمارا ہزار بار
لیکن کہیں سیاہی دل دھوئی کس لیے

اس گل کی بو دماغ میں ہو جب بسی ہوئی
پھر ڈھونڈین اور ہم کوئی خوشبوئی کیلیے

اپنی بسی سے آپ ہین بدنام بسوچا
بیہودہ گو جو کرتے ہین بد گوئی کس لیے

پایا نہ ہجر یار میں کچھ زندگی کا لطف
عمر عزیز ہم نے یو ہین کھوئی کس لیے

مہر اور حجاب تم کو ظفر گر نہیں پسند
کجکی کلاہ خاص میں ہے توئی کس لیے

دو دو پھرین نہو کر حرص و ہوا کے بندے   دیکھیں خدا کے در پر گر یہ خدا کے بندے
کیا کہر کیا مسلمان دیکھیں گر اس صنم کو   ہو دائین اسکے دونون نازو ادا کے بندے
ہم جانتے ہین تمکو بے مہرو بے وفا ہو   ہوتے ہین اور ہی وہ مہرو وفا کے بندے
دیکھیں گلون کا کہنا پیغام ہے خزان کا   جیتے ہین اس چمن مین کیون کھل کھلا کے بندے
نا آشنا ہو جانو کیا قدر آشنا کی   جو آشنا ہین وہ تو ہین آشنا کے بندے
صابر ہین ہم ستم پر راضی ہین ہم جفا پر   ہم ہین تمہارے عاشق صبر و رضا کے بندے
اس بت کا اے ظفر جب سے ہوا ہون بندہ   بندہ کو دیکھتے ہین سارے خدا کے بندے

دیگر

نہوگی اے عزیز و لیکی میخواری مین بیہوشی   اسیی جیسی رہے ہے عین ہشیاری مین بے ہوشی
دل بیدار بن گیا دیدۂ بیدار سے حاصل   مرے نزدیک غافل ہے وہ بیداری مین بیہوشی
سردار اگر منصور رنا الحق کیون نہ بول اٹھے   کر دے ہے نشہ سرداری کا سردای مین بیہوشی
کیون انسے کر وہ شاگرد چشم مست جانان ہون   جو ہو در کار د عیار وکو عیاری مین بیہوشی
کیا بیمار دل کو تو نے اپنی چشم میگون سے   نہ ہو ا ناتوان کو کیونکہ بیماری مین بیہوشی
ہوا راحت کدہ غفلت سے زندان خانۂ ہستی   ہماری کام آئی اس گرفتاری مین بیہوشی
دل و جان بیچتے کیون قیمت مین اسکے نیم غمزدہ کے   ظفر ہم کو نہوتی گر خریداری مین سہوشی

دیگر

شکستہ دل کون کر تو بھلا اسی مین ہے   کہ گھر خدا کا یہی ہے خدا اسی مین ہے
کرین گے ترک محبت نہ وہ کہ جو ل مین   سمجھ چکے ہین کہ اپنی اقضا اسی مین ہے
نا ہو عشق مین تو ہے اگ رہتا کی لب   کہ تیرے واسطے آخر بقا اسی مین ہے
نہیں اپنی مجھے نا خوشی کا م ہر گز   اگر خوشی تری اے بیوا اسی مین ہے
غنیمت اپنی سمجھ زندگی کو اے غافل   ترے لئے تو بھلا اور برا اسی مین ہے
نمک چھڑکتے وہ قاتل کو میرے زخمون پر   کہ زخم کھانے کا آتا مزا اسی مین ہے
سمجھ کے ڈال قدم بحر آشنائی مین
کہ ڈوب جاتا ر آشنا اسی مین ہے

انعام میں جان اپنی بھی اے رشک پری دی
قاصد نے ترے وصل کی جب خوشخبری دی

لکھتا اسے نالے میں سب حال دل اپنا
پر گریہ نے میرے مجھے فرصت نہ ذری دی

جو کچھ ترو خشک دیا عشق نے مجھ کو
دی ہونٹون کو خشکی مری آنکھون کو تری دی

دل اس کو دیا سخت اگر سنگ بلا سے
پر آہ کو یا رب مرے کیون بے اثری دی

گل پھولے سماتے نہیں گلزار میں تو نے
آنے کی خبر کس کی نسیم سحری دی

محروم رکھا مجکو بھی قسمت نے جو میری
گرچہ نہ دیا کوئی ہنر بے ہنری دی

دی شل تسکین پہلے اے سینہ خراشی
جس کو کر زمانہ نے ظفر ناموری دی

دیے جواب جو اس نے نہ قاصد آ آڑے
کچھ تو گیا ترا شاید لیا دیا آڑے

یہ منکلیں دیکھیے کیونکر کر اڑ گے ظالم
جگر میں ہو کے ترے ناوک جفا آڑے

ار نصیب ہین سیدھے تو ڈر نہیں ہم کو
بلا سے ہم سے وہ ہون یڑھے ترچھے یا آڑھے

جتانا اپنا جو ہو بانکپن تو پھر کیونکر
نہ تھان قطع کرے لے کے دلربا آڑے

لگا لی کس نے ہے ترچھی نگاہ کی تلوار
کہ دل پہ زخم ہین میرے ہزار ہا آڑے

چلن سے کیونکہ کجونکہ نہ کو کجی کا ظہور
ظفر جو پانون ہون ٹیڑھے نقش پا آڑے

دیگر

م مین کاہے کو ہم تم میں یہ جھگڑے بہم کچھ تھے
نہ ہم کچھ تھے نہ تم کچھ تھے نہ م کچھ تھے نہ ہم کچھ تھے

نہ ہمسر ہو سکے کچھ بھی تمہاری زلف پیچان سے
اگرچہ شاخ سنبل میں بھی پیارے پیچ وخم کچھ تھے

ہمیں کیا کام تھا جو دیتے دل ہم اس ستمگر کو
مگر سہنے نصیبون میں ہمارے یہ ستم کچھ تھے

ہوئے ہم دیکھ کر صورت تری واللہ محو ایسے
گئے سب بھول وہ جو دل میں شکوے اے صنم کچھ تھے

اٹھائے صبح کو طوفان کیا کیا ہم پہ یارو نے
ہوئے محفل میں تیرے ہم جو شب کو چشم نم کچھ تھے

لیا پہچان تو بھی ہم نے اس کو چال سے اس کی
اگرچہ دیکھ کر اس نے ہمیں بدلے قدم کچھ تھے

یہ امداد دل کر آنسو ہی بہا کر لے گئے خط کو
ظفر ہم ان کو شرح شوق جو کرتے رقم کچھ تھے

دیگر

خفا رکھا جو دل نے پاس اک داغ تنہائی ہے
نہیں معلوم کس پردہ نشین کی یہ نشانی ہے

مطلع
ثانی

شہیدون کو ترے اس سے حیات جاودانی ہے
یہ آب تیغ تیری کیا ہے آب زندگانی ہے

بیان کرتا ہون مین قصہ جو اپنی مصیبت کا
وہ کہتا ہے مجھے بھائی کہیں یہ قصہ خوانی ہے

جو پوچھو میرے دل کا اپنے دل سے پوچھو تم
صنم الفت مین ہوتی دل کو دل کی رازدانی ہے

کہیں م نے بھی جاؤ دل کو میرے پاس سے جلدی
مجھے کرنی پڑی دن را اس کی پاسبانی ہے

ہلال آ سا جیسے ابرو خمدار یہ پری
نہ تیغ مغربی ایسی نہ تیغ اصفہانی ہے

جواب خط مین کہتا ہے جو قاصد بات تسکین کی
خدا جانے بناوٹ ہے کہ یا اس کی زبانی ہے

ڈرے ہے گردش چشم بتان مہروش سے دل
خدا اس سے بچائے یہ بلائے ناگہانی ہے

ظفر اس عالم پیری مین یری وہ ارادے ہین
کہ جس مین تھک کے رہ جاتی جوانون کی جوانی ہے

ہمارے دوست لگائے سے مہ جبین نہ بنے
لگانے والون کی اللہ کرے کہیں نہ بنے

وہ ہم سے دور ہین ہم کس طرح انہیں دیکھیں
کہ جب تلک یہ خیال اپنا دور بین نہ بنے

ترا وہ حسن ہے حیرت فزا جو دیکھے اسے
تو کیونکہ دیدہ حیران مہ جبین نہ بنے

ہمارے آنکھون سے برسین جو اشک خون ہر دم
تو سرخ پھر بہوتی سی کیون زمین نہ بنے

ہم اس کو یار بناتے ہین سو طرح اپنا
بنے نصیب میںا اے دل حزین نہ بنے

نہو جو مرد مک چشم اپنا عکس فگن
رخ صفا پہ ترے خال عنبرین نہ بنے

بنے جو ابر سیہ آسمان دو فغان
تو کیونکہ برق جہاناہ آتشین نہ بنے

خیال زلف مین رہتا ہو پہ یہ ڈر ہے مجھے
کہ تار اشک کہیں مار آستین نہ بنے

خدا کرے کہ ظفر وان بنی رہے اپنی
بلا سے بنتی ہماری یہان کہیں نہ بنے

دیگر

جہان مین ٹی بد گوئی و بد خائی کہیں دیکھی
کسی مین ہم نے دلداری و دلجوئی کہیں دیکھی

بہت کی سی اس صورت کدہ مین نے پہ اب ک
یہان تصویر صورت تیری سی کوئی کہیں دیکھی

جو بد طینت ہین وہ محروم ہین تخم محبت سے
زمین شور مین کھیتی کہیں بوئی کہیں دیکھی

کسی مین تیرے قد کی سی ثباتی دا ہم نے
کسی مین تیری زلفون کی سی خم روئی کہیں دیکھی

کیون کیا وصف مین یرے شمیم کا زلف کا کافر دیے حرف
کہ ایسی مشک و عنبر مین بھی خوشبوئی کہیں دیکھی

کدورت یکقلم ہین دل کے دھو مین نے
مرا دل دیکھو گر وصلی کوئی دھوئی کہیں دیکھی

سخندان و سخن گو یوں تو دنیا میں ہزاروں ہیں   ظفر پر ہم نے تیری سی شخص کوئی کہیں دیکھی

دیگر

جو ہاتھا پائی کی نوبت نہ تمبر پہونچی   تو ہاتھ کی ترے کھلکر گری کدھر پہونچی
سوائے قاصد اشک اور تو کسی سے بھی   ہمارے دل کی نہ ہم کو کبھی خبر پہونچی
بتا عشق میں ہے ایسی کون سی تکلیف   کہ جو تجھے کہیں اے شوخ فتنہ گر پہونچی
تمہارے ساتھ ہی ہو جاتی جان بھی رخصت   کروں میں کیا کہ اجل میری دیر کر پہونچی
نہ سمجھو رنگ شفق اکو لگ رہی ہے آگ   کبھی فلک پہ مری آہ شعلہ ور پہونچی
عرق عرق جو نزاکت سے ہیں رے رخسار   مگر ہے ان کے مری گرمی نظر پہونچی
اس آرزو میں ہوئے خاک ہم پہ اپنی خاک   گلی میں یار کے ہرگز نہ اے ظفر پہونچی

دیگر

جو کوئی بھی نہ ملنے کی ترے تدبیر نکلے گی   تا کیا حسرت سے جان عاشق دلگیر نکلے گی
نکالے گا وہاں سے نہر خون کوہکن سے تو   جہاں سے کوہ میں اے عشق جوئے شیر نکلے ی
جو دل میں آرزو ہے عاشق سر باز کی یہ ے   اگر نکلے گی قاتل وہ تہ شمشیر نکلے ی
ہمیں یہ سوچ ہے اس کی کمند زلف پھانسے   ہماری گردن دل کیونکہ اے کاب تقدیر نکلے ی
ہمارے عشق کو بعد از فنا منظور ہے شہرت   کب اس کوچہ سے اپنی نعش بے تشہیر نکلے ی
مصور گرچہ الٹیں گے ورق سارے مرقع کے   پہ اس کی سی نہ ہرگز ایک بھی تصویر نکلے ی
یہی باتیں بناتا ہے وہاں جس وقت جائے گا   نہ منہ سے بات ناصح کے دم تقریر نکلے گی
کرے گا ذبح جس دم اپنے توصید محبت کو   زبان تحجر برآن سے بھی تکبیر نکلے گی
نکل جائے گا سینہ کو لک کے توڑ ک دم میں
ظفر جب دل سے اپنے آہ مثل تیر نکلے گی

بظاہر کیا ہوا ہم سے اگرچہ خشمگیں ہوں ہے   ولے آزردہ وہ دل س کبھی ہم کو یقین یوں ہے
عدو پ مہربانیہ اور ہم پہ ظلم رانی ہے   ستمگر ہے یہ کیا شیوہ کہیں یوں ہے کہیں یوں ہے
نہ جب ک سینہ کاوی ہو نہ جب تک رو سیاہی ہو   کوئی ہو سکتا روشن نام مانند نگیں یوں ہے
چمن میں چاٹنے کو اوس نکلے جس طرح ناگن   عرق آلودہ رخ پہ اس کی زلف عنبریں یوں ہے
کبھی بیتاب ہو جاتا ہے زیر خاک بھی عاشق   نہ سمجھو زلزلہ اس کو یہ بن جای زمیں یوں ہے

کبھی بیتاب ہو جاتا ہے زیر خاک بھی عاشق
نہ سمجھو زلزلہ اکو یہ بن جاتی زمین یون ہے

کہیں غم کچھ بھی اضلا ہم کو تمکین اپنے ہونے کا
کہ ہم ناخوش رہین اس کی خوشی اے ہمنشیں یون ہے

ظفر ابر سیہ مین جس طرح ہے کوندتی بجلی
عیان زلفون سے اس کے تاب روئے آتشیں یون ہے

وفور اشک ہے جو دیدہ تر مین تلاطم ہے
نہ وہ دریا مین ہے نے وہ سمندر مین تلاطم ہے

ڈر ہے دیکھ کر دل اس کی موج چین پیشانی
کہ اب دریائے حسن ماہ پیکر مین تلاطم ہے

ہوا ہے موج زن کیا خندہ دندان نما اس کو
تماشا ہے کہ گویا آب گوہر مین تلاطم ہے

ہوئی نالہ سے میری چرخ مینائی کی یہ حالت
کہے تو اک ہوا سے بحر اخضر مین تلاطم ہے

دل بسمل کہے ہے دیکھ کر یہ موج جوہر کو
کہ اس قاتل کی شاید آب خنجر مین تلاطم ہے

نہ پوچھو ماجرا جوش و خروش عشق کا مجھ سے
کہ اس دریا کا میری جان مضطر مین تلاطم ہے

وہ طوفان ہے مرا باران اشک خون دم گریہ
گھٹا دیتا ظفر دریا کا دم بھر مین لاطم ہے

دیگر

زمین باران سے یارو کب تہ افلاک گیلی ہے
ہمارے جوش گریہ سے ہوئی سب خاک گیلی ہے

کیا ذبح کس کو اس طرح جو آستین یری
لہو سے ہو گئی اے قاتل سفاک گیلی ہے

لکھون کیا وقت جوش گریہ اپنا حال دل اس کو
کہ سب کاغذ کی فرد اے دیدہ نمناک گیلی ہے

لب نازک ہوا تیرا نہیں ہے تر پسینے سے
یہ ل کی پنکھڑی شبنم سے اے بیباک گیلی ہے

کوئی توصید تازہ شہسوار حسن باندھا ہے
لہو سے جس کے جا بجا سر فتر اک گیلی ہے

بتا بھیگا تجھے کس نے لگا کر اپنے سینے سے
بدن جو پر عرق ہے اور تری پوشاک گیلی ہے

ظفر کیا زاہد خشک آج میخانہ مین جا نکلا
چھپی مے سے جو یہ اکی ردائے پاک گیلی ہے

دیگر

جگہ اچھی ہے کیفیت کی ہم کو پلا اٹھی
کہ ہے ساقی اچھی گھٹا اچھی ہوا اچھی

ہزار آئینہ رو ہون رو برو پر ہم کسے دیکھیں
نہیں تکتی کوئی صورت انہیں تیرے سوا اچھی

خیال بوسہ مین لب چاٹتے ہین لوہر دم
لب شیرین سے تمہارے چاٹ پائی وال کیا اچھی

اڑا دی جو ہماری خاک ساری اکے کوچہ سے
نہ کی ہم خاکسارون سے یہ تو نے اے صیاد اچھی

خجالت کش ہے یہ بھی دیکھ تجکو ماہتابی پر
خدا نے وہ بنائی شکل تیری مہ لقا اچھی

ارے کیا کی میاں تو نے کہ اپنا سارا گھر پھونکا
کہیں تقدیر سے کوئی مہوس کیمیا اچھی

ظفر کو شربت دیدار سے تو چاہئے تسکین دی

مریض غم ہے وہ اس کے لئے ہنسی دوا اچھی

ہم جو لگے دروازہ پہ زنجیر سے شب کھٹ کھٹ کرنے
پھر تو اس کھٹکے سے کچھ گھر میں لگے سٹ پٹ کرنے

کیا جانے ہیں کس نے سکھائے م کو ایسے مکر و فریب
نقد دل و جان لے کے ہمارا آپ لگے ل پٹ کرنے

عشق نے تیری ہم کو ظالم دی ہے کیسی چاٹ لگا
خون جگر کو اپنے لگے ہم یوں جو مزے سے چٹ کرنے

بن گئے دیکھو کیسے اٹھیلے ہو کر اختر طفل سرشک
جوں جوں روکا ہم نے ان کو اور لگے ہٹ کرنے

کون اسے گا سچ بتاؤ کس کا تم کو کھٹکا ہے
شام سے دروازے کے جو بند لگے تم پٹ کرنے

غیر سے ہنستے ہو م کھول کے منہ بے شرم و حجاب
کیا باعث جو دیکھ کے ہم آپ لگے گھونگھٹ کرنے

اپنے دل دیوانہ کے تم آ گئے ایسے قابو میں

جو کیا اس نے تم کو ظفر وہ آپ لگے جھٹ پٹ کرنے

میرا وہ پیر ہے جو پیروں کا پیر ہے
رضوان کو خاک اس کے قدم کی عبیر ہے

مطلع ثانی

کیا مہر تیری چمن جبین کی لکیر ہے
یہ دل اسی لکیر پہ میرا فقیر ہے

مطلع ثالث

وہ مہروش جو حسن میں خود نیر ہے
اس کو پسند اس لئے بدر منیر ہے

تو وہ ہمارا سینہ ہدف ہے ہمارا دل
ابرو کمان ہے اس کی نگہ اس کی یہ ہے

تا حشر اس بلا سے کہیں چھوٹنے کا وہ
جو دل کمند زلف کا تیرے اسیر ہے

کمعہ سے ہفتہ ٹھہرا تھا ہفتہ سے اتوار
لے اتوار وہ بھی گیا اب تو پیر ہے

سکھلائے برق کو نظر اس کی شرارتیں
وہ شعلہ خو تو ایسا قیامت شریر ہے

غم نامہ دل اپنا انہیں بھیجتا ہے واں
نالہ کو اپنے ہم نے بنایا سفیر ہے

جتنے حسین ہیں سب پہ نظر کر گئے ہم
آتا نظر کہیں کوئی تیرا نظیر ہے

بلا مجھے نہ آگے عدو کے خدا سے ڈر
طوطے کو کرتا زاغ سے کیوں ہم صفیر ہے

گر آب بحر غم کا کہیں تجکو ڈر ظفر
وہ پیر فخر دین سے مرا دستگیر ہے

دیگر

پہلے تو نامہ ب کی وہ تقریر پہ کھلے
پھر پڑھ کے نامہ نامہ کی تحریر پہ کھلے

مطلع ثانی

باتوں میں وہ اگر کسی تقریر پہ کھلے
راز اس کے دل کا عاشق دلگیر پہ کھلے

پوشیدہ تھا نوشتہ کا مضمون سو کھل گیا
خط آئے واں سے ہائے رے تقدیر کھلے

تفسیر تیرے مصحف رخسار کی ہے خط
معنی ہیں اس کے صاحب تفسیر پہ کھلے

جاڑ زمردیں سے ہے لالہ گون کا عکس
رنگ حنا سا دست قدح یر پہ کھلے

کھولی جو تو نے زل کھلے دل بندھے ہوئے
کھلتے نہیں بستہ زنجیر پہ کھلے

اس مہ جبین کو دیدہ انجم بھی دیکھ کر
حیرت سے رہ گئے فلک پیر پہ کھلے

دروازہ ان کے گھر کا گجر پ کھلے نہ صبح
کہدو میر نالہ شبگیر پہ کھلے

جیسی ہے چین اس ابروئے پر خم پہ خوشنما
جوہر کہیں بھی ایسے شمشیر پہ کھلے

نامہ نہ کھل پڑا ہو کہ مرغان نامہ بر
جاتے ہوا میں ہیں روش تیر پہ کھلے

ڈرتا ہوں آہ و نالہ سے ایسا نہو کہیں
میری محبت اس بت بے پیر پہ کھلے

گر خون دل سے میرے مصور بنائے رنگ
کیا خوب ا کے چہرہ تصویر پہ کھلے

جلد آ کر ذبح کرکہ ہیں سب چشم انتظار
تیر وں کے زخم سینہ نخچیر پہ کھلے

روشن دلوں سے کہنے کی حاجت نہیں ظفر
سب میرے مدعا ہیں مرے پیر پہ کھلے

اسی میں رنج بھی ہے اور راحت بھی اسی میں ہے
جہنم بھی اسی میں ہے اور جنت بھی اسی میں ہے

کسی سے دوستی ہم کو کسے سے دشمنی ہم کو
محبت بھی اسی ہے عداوت بھی اسی میں ہے

کہیں مشہور عاقل کہیں بد مست لا یعقل
کہ ہشیاری بھی ہم میں اور غفلت بھی اسی میں ہے

مثال سینہ دیکھو ہمارے ور سے جوہر
صفائی بھی ہمیں بھی ہے کدورت بھی اسی میں ہے

کبھی ڈرتے ہیں پشہ سے کبھی لڑتے ہیں شیر وں سے
کہ بے جرأت بھی ہم اسی اور جرأت بھی اسی میں ہے

ہمارے پاس جو دریاء در خر مہرہ دونوں ہیں
کہ بے ہمت بھی ہم ہیں اور ہمت بھی اسی میں ہے

کہیں سر در گریبان ہیں کہیں دست و گریبان ہیں
تحمل بھی اسی میں ہے جہالت بھی اسی میں ہے

بھڑیں تو سو پہاڑ ونسے وہیں تو ایک تنکے سے
کہ بیطاقت بھی ہم ہیں اور طاقت بھی اسی میں ہے

نہیں غیر از صلاح و خیر واں تو اور کچھ ہرگز
ظفر شر بھی اسی میں ہے شرارت بھی اسی میں ہے

دیگر

دیگر نالہ سے کیا ہر مکان ہلتا ہے
زمین کانپتی ہے آسمان ہلتا ہے

برنگ نقش قدم ضعف سے جہان بیٹھا
تو واں سے کب یہ ترا ناتوان ہلتا ہے

چمن میں سانپ سے لہراتا یا ترا گیسو
ترے عذار پہ اے میری جان ہلتا ہے

نہ سمجھو جنبش مژگان کر پیش منظر چشم
پڑا ہوا ہے یہ جو سائبان ہلتا ہے

گزرتے ہیں تجھے اظہار مدعا کے گمان
مرا جو ہونٹھ بھی ای بد گمن ہلتا ہے

ترا جو عاشق غمگین ہے مضطرب تہ خاک
بغیر زلزلہ سارا جہان ہلتا ہے

ظفر زیادہ لاؤ تم اس کی بے مہری
کلیجہ خوف سے اے مہربان ہلتا ہے

دیگر

صورت اس بت کی کسی جا اسنقلیں دیکھی تو تھی
دیر میں یا کعبہ میں دل میں کہیں دیکھی تو تھی

حال مضطر کا ترے کیا جانے کیا تھا زیر خاک
پر لرزتی اس کے مدفن کی زمین دیکھی تو تھی

یہ نہیں معلوم الجھا کون جھگڑی کس سے رات
ہم نے برہم تیری زلف عنبرین دیکھی تو تھی

پھر کیا مشہ اپنی اکالا کیوں ہوس میں نام کے
تو نے تمال رو سیاہی نگین دیکھی تو تھی

اس نے سر کاٹا کر چھوڑا یہ خدا جانے مگر
گردن عاشق تہ شمشیر کین دیکھی تو تھی

شمع تھی یا ماہ تھا یا تو پس چلمن کر رات
روشنی کچھ ہم نے عرقہ نسیں دیکھی تو تھی

کیوں ہوا بسمل ترا منت کش تیغ اجل
اس نے اے قاتل تری چین جبین دیکھی تو تھی

دل ہوا خون یا جگر یہ تو نہیں ہم کو خبر
لیک پر خون چشم تر بر آستین دیکھی تو تھی

کہدیا ہوتا ستمگر ر کے دل کا حال
بیقراری اس کی تو نے اسنقلیں دیکھی تو تھی

جس وقت ذکر سید مظلوم چل پڑے
کیوں بھرتی نہ چشم سے آنسو نکل پڑے

خنجر تلے بھی کرے رہے سجدہ شاہ دین
کیا دخل کہطاعت حق میں خلل پڑے

صغرا جو دیکھے باپ کی شکل اپنے خواب میں
کس طرح سوتے سوتے نہ شب کو اچھل پڑے

کہتے تھی شہ کہ میں کیا الموت کا گیا
جو بیچے میری جان کیہہ بد عمل پڑے

زخمی جو ہو کے شاہ گرے ذوالجناح سے
اک ہلکہ نہ کیوں سر دشت و جبل پڑے

کہتے تھے شہ کہ مرگئی عباس کی خبر
ایسا نہو کہ سن کے سکینہ دہل پڑے

سر پہ پڑین حسینؑ کے کیا کیا مصیبتیں
پہ تل بے حوصلہ کر نہ ماتھے پہ بلپڑے

کیا خاک راہ دین پہ وہ بیدی تھے مستقیم
دنیا مین مال و زر کی طمع مین پھسل پڑے

قطعہ

میدان مین شاہ کے رفقاء جب رکھیں قدم
کس طرح آ کے پانو نہ ان کے اجل پڑے

اور یہ کہے کہ کیجیے آباد چل کے خلد
خالی ہین تم بغیر تمہارے محل پڑے

سن کر ظفر مصیبت شبیر بزم مین
بے نالہ نہ مجنون کو کل پڑے

دیگر

طبیعت یار کی تصویر سے بہلائی جاتی ہے
اس مین اپنی کچھ تسکین کی صورت پائی جاتی ہے

لگی ہے آتش اپنی پان لگوونے وان جس دم
حنا غیرون کے ہاتھون پانؤ مینلگوتی جاتی ہے

کرے ہے دل کو روشن تاب رخ اس مہ طلعت کی
یہ دیکھو آرسی کیا دھوپ مین چمکائی جاتی ہے

کوئی تڑپے بلا سے یا تڑپ کر کوئی مر جائے
کوئی اس شوخ بے پروا کی بے پروائی جای ہے

کیا تحمل؛ بھر جس نے تری خاک کف پا کو
پھر ان کی چشم سے کب قوت بینائی جاتی ہے

مرے گریہ سے میرا دل ہوا جاتا ہے افسردہ
تماشا ہے کہ باران مین کلی کھلائی جاتی ہے

غم فرقت مین قائل ہون تو مین اس کی رفاقت کا
کہیکدم چھوڑ کر مجکو نہین تنہائی جاتی ہے

یہان تک مجھ سے نفرت ہے میرا ہاتھ دامن کو
ار لگ جائے ہے پوشاک سب دھلوائی جاتی ہے

ظفر یون تو بڑے دانا ہوم پہ سامنے اس کے
خدا جانے کہان پہ آپ کی دانائی جاتی ہے

دیگر

لب پان خوردہ ہین کیا تیری حلاوت سے بھرے
لب بلب جام ہین عاب کے شربت سے بھرے

کیا وہ اس دور مین ساغر مے عشرت سے بھرے
کاسہ سر کو جا لاکھ مصیبت سے بھرے

کوئی حاسد سے ترے گھر مین کوئی غماز
واہ کیا لوگ ہین آ کر مری قسمت سے بھرے

دیکھتا اس لب دندان کو کہ مین صانع لے
درج لعلیں مین گہر خوب ہی صنعت سے بھرے

لوئے برق آگ مین گری سے مرے لہ کے
ابر پانی جو مرے گریہ کی شدت سے بھرے

گرمجوشی جو تری غیر سے دیکھے ہر دم
تو دم سرد نہ کیونکر کوئی حسرت سے بھرے

نامہ بر یار تلک ا سکا پہونچا معلوم
ہم نے لکھ لکھ کے جو دفتر ہین حقیقت سے بھرے

ترک الفت نہ کروں کیونکہ ترے اے بے مہر   تمروت سیکوئی کیونکہ مروت سے بھرے
چاہیئے اس کو ظفر صاف دروں پاک ضمیر
دل جو خالی کرے کینہ سے محبت سے بھرے
سرمہ دے چشم میں گر صید فگن تو نکلے   ہدف تیر نگہ ہونے کو آہو نکلے

مطلع ثانی

تجھ سے کیا کام دل اے دلبر گلرو نکلے   جب کہ تجھ میں نہ محبت کی ذرا بو نکلے
ڈرے سے غمزہ قاتل کے یہ خو جسم میں خشک   بوٹیاں کاٹو تو اک بوند نہ لوہو نکلے
مارے تیشہ کو نہ پھر کوہکن اپنے سر پر   عشق میں کام جو بے قوت و بازو نکلے
خار خار غم و حسرت کا ہے دل میں یہ ہجوم   کہ مرے جسم سے کانٹے کے عوض مو نکلے
سن کے احوال مرا کوچہ ہوں پتھر پانی   سنگ دل پر نہ تری آنکھ سے آنسو نکلے
نہ تو دل حور کو دوں میں نہ پری کو اپنا   دوں اسے جس میں کہ کچھ پری سی خو بو نکلے
جو وہ کس واسطے من کش شمشیر اجل   جس کام دیکھ کے قاتل ترا ابرو نکلے
پا سکے رمز و کنا کوئی کیا اس کے ظفر
جس کی اک بات میں سو طرح کا پہلو نکلے

ہم کئی بار ان کے گھر ہو آئے   نہ ملے گھر میں وہ مگر ہو آئے
شمع ساں جا کے اس کی بزم میں ہم   چشم تر سوختہ جگر ہو آئے
ہائے صیاد جا کے گلشن تک   کیونکہ مرغ شکستہ پر ہو آئے
میری قسمت کا پھیر ہے ورنہ   ابھی واں جا کے نامہ بر ہو آئے
دیر و کعبہ میں کیا کیا ہم نے   پھوڑ کر پتھروں سے سر ہو آئے
کر نہ جس نے زیارت مجنوں   کہو اس کے مزار پر ہو آئے
سب خبردار ہوشیار وہاں   جا کے بیہوش و بے خبر ہو آئے

قطعہ

بھٹکیں جاتے ہیں نہ آتے ہیں   جب سے اس در پہ اے ظفر ہو آئے
اب کہیں کوئی پوچھتا ہم سے   کہ چلے ہو کہاں کدھر ہو آئے

دیگر

شہادت سہل کس کو تحجز قاتل سے ملی ہے   یہ دولت جس کو ملتی ہے بڑی مشکل سے ملتی ہے

مشابہ ماہ نو سے ہے اگر وہ ابروئے پر خم   تو عارض کی شباہت بھی مہ کامل سے ملتی ہے

چمن میں توڑ کر غنچہ ملے تو کیوں نہ لوں سے   کہ شکل اے رشک گل اس کی مہ کامل سے ملتی ہے

کہیں ایسا نہو کھلجائے دل کا راز محفل میں   ہماری آنکھ پھر اس رونق محفل سے ملتی ہے

کے کہتا ہے کیا تحجز ترا شمشیر بھی تیرے   ستمگر ہاتھ پھیلا کر ترے بسمل سے ملتی ہے

شبیہ قیس و فرہاد اس کو دکھلا کر کوئی پوچھے   کہ صورت دیکھ تو کس کی ترے مائل سے ملتی ہے

ظفر اس وقت میں بھاگے ہے دنیا دور دانا ئے   جو ملتی ہے تو خوش ہو کر کسی جاہل سے ملتی ہے

دیگر

وہ علام کر ہم مے پرستی میں بھولے   مگر ایک ساغر نہ مستی میں بھولے

بگولے کے مانند پھرتے رہے ہم   خیال بلندی و پستی میں بھولے

جو ہو عشق رہبر تو پھر کوئی رستہ   نہ جنگل میں بھولے نہ بستی میں بھولے

اے بت کدہ کعبہ ہے کفو ایمان   خدا کو جو نہ ب پرستی میں بھولے

وہ مفلس نہیں س کو سمجھو تو مگر   نہ وسان جو تنگدستی میں بھولے

نہیں یاد کیا جانے کیا تھا عدم میں   کہ بالکل وہ ہم آ کے ہستی میں بھولے

پھرے میکدہ سے چلے خانقاہ کو

ظ راہ میکش جو مستی میں بھولے

اس جفا کا کیا جو کوئی گلا تم سے کرے   م نے جیسی ہم سے کی ایسی خدا تم سے کرے

ڈوبنا منظر ہو جس کو تمہاری چاہ میں   وہ نہیں چاہے دل اپنا آشنا تم سے کرے

جو ستم ہم پہ کرے چاہے سپہر پہ جفا   پہ کرے اتنا تو وہ ہم کو جدا تم سے کرے

پہ نہیں ممکن نہ کہدو مدعی سے جا کے تم   کیا کوئی اظہار اپنا مدعا م سے کرے

ہیں لب خندان تمہارے چشمہ آب حیات   گکرے کوئی طلب اب بقا تم سے کرے

باز آنیکے نہیں لم و ستم سے اپنے تم   کوئی عاشق گرچہ کیسی ہی وفا تم س کرے

جس کو تم چاہو کرو تیغ نگہ سے اپنی قتل   جان کیا کوئی سوال خون بہا تم سے کرے

جاؤ تم جسدم تمہارے ساتھ جائے میری جان   مجھ کو شرمندہ نہ تاخیر قضا تم سے کرے

آب بھی روور رولا وے م کو بھی اے ہمدمو   گر ظفر اپنا بیان کچھ ماجرا تم سے کرے

دیگر

ہوں جو رنج و الم واللہ جھیلے جائیں گے   پر بتوں کی چاہ میں دل کو دھکیلے جائینگے

مطلع

ثانی

نے ملازم ساتھ جائیں گے نہ چیلے جائینگے   شاہ جائیں یا گدا یاں سے اکیلے جائیں گے
چشم پہ دیکھیں گے میرے گر ہجوم لخت دل   پھر نہ ہندو دیکھنے دریا پہ میلے جائیں گے
تو ولے گا مونگ چھاتی پہ ہمارے اور ہم   ہاتھ سے ظالم ترے پاپڑ ہی بیلے جائیں گے
تو غم ہجران سے بھاری پہ تل میدان عشق   ٹل پڑے تو دیکھنا پھر اس کے پیلے جائیں گے
روز ہے تلخی غم اور روز ہے جی بے مزہ   دیکھیے کس دن یہ دن کڑوے کسیلے جائیں گے
عشق بازی سے نہ باز آئیں گے تیرے عشق باز   جب تلک ہے جان اپنی جان پہ کھیلے جائیں گے
جو کر کریں گے جمع یاں غافل نہیں جائینگے چھوڑ   ہاں مگر ارمان و حسرت ساتھ لے لے جائیں گے
اے ظفر ہم سے نہ جائیں گے جھیلے عشق کے   جان ہی کے ساتھ اپنے یہ جھمیلے جائیں گے

دیگر

ان بتوں کی دوستی ایمان کا نقصان ہے   اور ان سے دل لگانا جان کا نقصان ہے
تیر اس کا دل میں ٹوٹا ہے مجھے شرمندگی   ہو گیا گھر میں بڑے مہمان کا نقصان ہے
چھلے اڑ جاتے ہیں ٹکڑے دل کے سوز عشق سے   ہوتا اس آتش سے آتشدان کا نقصان ہے
آہ میں وہ جنس ناقص ہوں سر بازار عشق   ہوتا دوکان میں مرا دوکان کا نقصان ہے
ہاتھ آتا ہے بتا کیا تیرے اے جوش جنوں   تو جو کرتا جیب اور دامان کا نقصان ہے
اے ظفر بھائی کا گر بھائی نہیں دشمن تو پھر   چاہتا انسان کیوں انسان کا نقصان ہے

کیا کیا وہ ہمیں دیکھتے ہیں دھیان سے بیٹھے   ہم پوچھتے ہیں اشک جو دامان سے بیٹھے
کہتے ہیں برا سب ہمیں محفل میں تمہارے   کچھ کہتے نہیں سنتے ہو تم کان سے بیٹھے
ہاتھ آیا نہ بوسہ لب شیرینکا تو ہم ہاتھ   ملتے رہے مثل مگس ارمان سے بیٹھے
جن کو ہے یہ معلوم کہ یاں ہم ہیں مسافر   بے کر ہیں وہ کیوں سرو سامان سے بیٹھے
زلفیں نہیں چہرے پہ وہ دو مار سیہ ہیں   اس حسن کی دولت پہ نگہبان سے بیٹھے
جو دل میں تمہارے ہے وہ سب جانتے ہیں ہم   در چند کہ ظاہر میں ہیں انجان سے بیٹھے

اس منزل ہستی سے ظفر اٹھ گئے سب یار
اور جو رہے باقی وہ ہیں مہمان سے بیٹھے

آج مہتابی پہ کیا کوئی مہ دلخواہ ہے
چپنی بھر پانی میں ڈوبا شرم سے جا ماہ ہے

پا برہنہ جہاں مجنوں ترا اس دشت میں
نیش جائے خار ہے اور خار جائے کاہ ہے

جانتا ہے کوئی بھی مجھ سا خدائی میں کہیں
حسن پر مغرور اپنے وہ بہت گمراہ ہے

یاد میں اس قامت رعنا کے ہم ہیں نالہ کش
سرو و شمشاد و چمن سے بہتر اپنی آہ ہے

مجکو ڈر ہے یہ کہیں اس چاہ میں جائے نہ ڈوب
دل کو اس چاہ زنخدان کی نہایت چاہ ہے

اے پری یہ جو بگولا خاک کا ہے دشت میں
تیرے وحشی کا یہی بس خیمہ و خرگاہ ہے

دل کو دل سے راہ ہے کیا ہو گا سد راہ
مجکو اس سے راہ ہے اور اس کو مجھ سے راہ ہے

فرق جو مجھمیں اور مجنوں میں پوچھو عشق سے
مجھ سے بھی واقف ہے یہ اور اس سے بھی آگاہ ہے

کوئی سنگیں تو کیا سو کوہ ہلجائیں ظفر
تیری بھی نام خدا وہ ضرب الاللہ ہے

دیگر

شرر آہ جو میرا جگر شوق جھاڑے
تاب کیا برق مرے سامنے چقمق جھاڑے

سیر دریا تجھے منظور ہے گر اے میکش
کہدے ملاح سے تا جلد وہ زورق جھاڑے

جھاڑے دامن سے مری خاک و لیکن افسوس
گرد کینہ دامن دل سے نہ وہ مطلق جھاڑے

پھول سے تیرے جھڑیں منہ سے تو غیرت سے صبا
پھر چمن میں نہ گل و سوسن و زنبق جھاڑے

ٹہنی جھڑ جا ویگی ساری ابھی اس کی کہدو
بات تجھ پر نہ بنا کر کوئی احمق جھاڑے

گل بیٹھے مجھ پہ چمن میں اگر اے رشک چمن
خوب اس کو ترے رخسار کی رونق جھاڑے

ہے کہاں عشق میں مجنوں کو ظفر یہ رتبہ
جہاں پری وہ اے مرشد بر حق جھاڑے

دیگر

دھڑی مسی کی جو لعل لب پہ ہاں یوں ہے — کہیں بھی آتش یاقوت پہ دھواں یوں ہے
ہمارے آہ کی ناگن نے ووڑ کے کاٹا ہے — تمام ہو گیا نیلا یہ آسمان یوں ہے
تمہارے ابرو پہ خم معاذ اللہ — خمیدہ دیکھی نہیں تیغ اصفہان یوں ہے
اشارہ ہے کہ ملیں گے ہم اور اونچوں سے — لگائی ہے آپ نے کوٹھے پہ نرد بان یوں ہے
نہ ان سے ترک فا ہو نہ ہم سے رک وفا — ارادہ اب تو وہاں دوں ہے اور یہاں یوں ہے
تمہارے ابرو مژگاں کے واہ واہ قربان — کہیوں نہ یہ ہے سیدھا خم کمان یوں ہے
کسی سے وعدہ خلافی ظفر نے کب کی ہے
کہ ہر خلاف ہوا اس سے اک جہان یوں ہے

تم بزم غیر میں پیوے بے حجاب پیتے — ہم خون دل ہیں اپنا جائے شراب پیتے
اس مست نے جو دیکھا آئینہ میں بھووںکو — سمجھا کہ دو مگر ہیں دریا میں آب پیتے
اس بزم میں نہ ہوتا گر پاس آبرو کا — آنکھوں میں اشک بھر کر ہم کیوں شتاب پیتے
کرتے ہیں زندگانی ہم یوں بغیر تیرے — دن رات غم ہیں کھاتے اور خون ناب پیتے
نسخہ مرے مرض کا پاتے نہیں اطبا — دھو دھو کے ہیں وہ آپ ہی اپنی کتاب پیتے
لوں ان لبوں کا بوسہ جب وہ عرق میں تر ہوں — شربت میں ہم ملا کر اکثر گلاب پیتے
قلیاں کو گرچہ عالم مکروہ ہیں بتاتے
پر اے ظفر ہیں اب تو سب شیخ و شاب پیتے

نہ کیونکہ شوق کی گرمی سے دل کا داغ جلے — وہ کہہ گئے ہیں کہ آئیں گے ہم چراغ جلے
مری طرح سے جو آتش نفس ہو تو بلبل — تو ایک نالہ سے تیرے تمام باغ جلے
پڑے جو مے میں ترا عکس روئے آتشناک — تو آفتاب نہ کیوں دیکھ کر ایاغ جلے
اگر ذرا تری وحشت زدوں کا نالہ گرم — شرر فشاں ہو تو داماں کوہ زاغ جلے
اٹھا دے پردہ فانوس کو جو تو اے شمع — تو خوب بزم میں پروانہ با فراغ جلے
نہیں ہے سوز و محبت میں کچھ انہیں پروا — بلا سے جان جلے دل جلے دماغ جلے
ظفر ہے رشک سعید و سپہ بد خصالوںکو — ہما کو دیکھ کے کیونکر نہ دل میں زاغ جلے

دیگر

عزیزو اس ستمگر سے محبت کی تو ہم نے کی
تمھیں کیا جان سے اپنی عدوت کی تو ہم نے کی

جو مشق تیشہ رانی کی نا کیا کر کوہکن تو نے
ہمیشہ سینہ کاوی کی مشقت کی تو ہم نے کی

گرے یاد وہ قامت تو اٹھتی ہمپہ کیوں آفت
یہ برپا اپنے سر پر اک قیامت کی تو ہم نے کی

ہوئے سب بادہ کش محفل میں شب ساقی کے من کش
یہ برپا اپنے سر پر اک قیامت کی تو ہم نے کر

کہا درد والم نے کنج تنہایہ میں یہ مجھ سے
فقط خون جگر ہی پر قناعت کی تو ہم نے کی

کہا اس بیوفا نے کیا دل اپنا دیکے آپ اس کو
کر چھوڑا سب نے تجکو اک رفاقت کی تو ہم نے کی

اٹھایا سر کو سجدہ سے نہ محراب دو ابرو میں
گوارا جان پر اپنی مصیبت کی تو ہم نے کی

ظفر وہ شعلہ خو کیونکر نہ ہم پر آگ بنجائے
جو عابد ہیں تو ہم ہیں اور عبادت کی تو ہم نے کی

زبردستی لیا بوسہ شرارت کی توہم نے کی

دیگر

یوں تو ہیں ہم بہت حسین پاتے
کاش تجھ سا مگر کہیں پاتے

دل پہ درد اپنا پہلو میں
ہم میں ہمدرد ہمنشیں پاتے

الف مشکیں سے ہم ترے ہمسر
کہیں مشک تارو چیں پاتے

دیکھتے جکو ہم جو گریہ سے
فرصت اے شوخ مہ جبیں پاتے

پانوں کے آبلے سے کانٹوں کے
ہم تو ہیں زیر پوستیں پاتے

باغ میں سامنے ان آنکھوں کے
ہم ہیں نرگس کو شرمگیں پاتے

جیسا وہ لعل لب ہے ہم ایسا
نام کو بھی نہیں نگیں پاتے

کہے ہم اپنا حال تنہائی
تم کو تنہا اگر کہیں پاتے

غیر تو ہے ظفر کر اشکوں سے
ہم ہیں یری آستیں پاتے

پہونچتے خاک ہیں آنکھوں میں سکی ڈال کے ہم   تری گلی میں بھلا پاسبان دیکھے تو پائیں
تمہاری ہو وہنگی زاہد بھی اے بتو بندے   ذرا وہ کوئی ادا کوئی آن دیکھے تو پائیں
رکھیں گے ہم بھی فلک سے خوشی کی پھر امید   کسی کو شاد نہ اے آسمان دیکھے تو پائیں
نکل رہیں گے تری زلف پر شکن کے بل   مگر ہم اب کی لگے تیرے کان دیکھے تو پائیں

جو کھوئیں آپ کو ہم جستجوے جاناں میں
ظفر کہیں نہ کہیں کچھ نشان دیکھے تو پائیں

جو موسم بہار میں مست شراب ہوں گے تو ہوں   کسی کو کیا ہے ہم آپ ہی خراب ہوں گے تو ہوں
کبھی تو ہاتھ سے اپنے پلا شراب ہمیں   رقیب رشک سے جل کر کباب ہوں گے تو ہوں
سہیں گے تیرے ستم ہم تجھیں اے ظالم   جو ہم پہ جور و جفا بے حساب ہوں گے تو ہوں
بیان کریں گے ہم آج اوس سے سوز دل اپنا   وہ سن کے ہم پہ جو گرم عتاب ہوں گے تو ہوں
تمہارے کہنے سے اوس یار کو نچھوڑیں گے   خفا جو حضرت ناصح جناب ہوں گے تو ہوں
گئے ہیں کوچہ گیسو میں بن کہے میرے   بلا سے حضرت دل گر خراب ہوں گے تو ہوں
ظفر وہ روئے کتابی ہی ہم تو دیکھیں گے   جو خوردہ گیر یہ اہل کتاب ہوں گے تو ہوں

دیگر

ہے تصویر تیری مژگان کا جو دلبر آنکھ میں   چبھ رہے ہیں سیکڑوں نشتر پہ نشتر آنکھ میں

مطلع ثانی

کوئی تو رہتا ہے اپنی ماہ پیکر آنکھ میں   ہے جو تارے کی طرح پتلی منور آنکھ میں

مطلع ثالث

بھیج کر ریخ کو نہ سمجھے تو ستمگر آنکھ میں — جون بصارت میں رکھوں تجھ کو مقرر آنکھ میں
ناگہان اوس خال لب کا یوں تصور آ ندھا — اوڑ کے پڑ جائے کسی کے جیسے کنکر آنکھ میں
یاد دندان میں جو روئے ہم ترے اے بحر حسن — بن گئے آنسو ہمارے صاف گوہر آنکھ میں
کیوں نہیں دل پر لگاتا ہم سیہ بختوں کے تیر — سرمہ و نبالہ دار اے شوخ دیکر آنکھ میں
عشق میں لخت و لخت جگر کے روبرو — لعل بھی ہے ایک اپنی لال پتھر نکھ میں
ہے جو بن تیرے زمانہ اپنی نظروں میں سیاہ — بن گیا ہے سرمہ نور ماہ انوار آنکھ میں
کیوں نہ ہر لحظہ سمایا اپنی آنکھوں میں رہے — ہے برنگ مردمک اوس ماہ کا گھر آنکھ میں
خاک میں ہم کو ملائیں گے برنگ نقش پا
وہ جو آئے ہیں ظفر سرمہ لگا کر آنکھ میں

بوسہ رخ دو ہمیں دل ہم اپنا دیں تمہیں
درد دل اپنا صنم کیوں نہ ہم تجھ سے کہیں
چپ رہا جاتا نہیں کب تلک چپکے رہیں
وہ عبث ہیں کوستے اے بن کیونکر مریں
تو ہمیں دے گالیاں ہم دعائیں تجھ کو دیں
بھر رہا ہے دل مرا کیوں پھر آنسو بہیں
چشم و دل دونوں برے ہم بھلا کس کو کہیں
یہ ترے جو ر ستم یار ہم کب تک سہیں
اس غزل پہ سب ظفر
آفریں تج کو کہیں

مری لے جاتا واں خبر ہے کون   مجھے بتلا دو وہ بشر ہے کون
جو مقابل تری نگاہ کے ہو   ایسا رکھتا دل و جگر ہے کون
بار غم جیسے دل پہ ہم نے لیا   وجھ یوں لیتا جان پر ہے کون
سوز الفت نہیں ہم تو آگ   پھر لگاتا ادھر و ادھر ہے کون
دیکھ کر جس کو کھل گئیں آنکھیں   ایسا آیا تو مجھے نظر ہے کون
زلف و رخ کے سوا نہیں معلوم   شام ہے کون اور سحر ہے کون
جس کو ہووے نہ خواہش دنیا   ایسا دنیا میں وہ بشر ہے کون

قطعہ

بعد استاد ذوق تیرے سوا   رکھتا فہمید شعر تر ہے کون
لکھ اسی قافیہ میں اور غزل   تجھ سے بہتر اب اے ظفر ہے کون

دیگر

نہیں رکھتا ہوں یہ خبر ہوں کون   اور کچھ ہوں کہ ہوں بشر ہوں کون
زلف تیری جو کان لگتی ہے   جانتی وہ نہیں مگر ہوں کون
ترے دامن سے رگ لیتا ہوں   تیرا ہوں مشت خاک در ہوں کون
کیا بتاؤں تجھے میں اے ہمدم   پر ہنر ہوں کہ بے ہنر ہوں کون
کبھی گھر میں جو آئے تو میرے   میں بھلا شوخ فتنہ گر ہوں کون
نہیں کھلتا یہ آج تک مجھ پر   آ گیا واں سے یاں کدھر ہوں کون
کوئی کہتا ہے جو وہ آتے ہیں   پوچھتا اوس سے جاکر ہوں کون
بندہ بادشاہ مطلق ہوں   گرچہ رکھتا ہوں تاج زرہون کون
وہ جو کہتا ہے مجھ کو کون ہے یہ   آتا بے دید کو نظر ہوں کون
کوئی پہچانتا بھی ہے مجھ کو   شاہ ہون یا گدا ظفر ہوں کون

دیگر

یوں تو بندھوائے حنائے بہت بے پیر کو پاؤں   چھونے دیتی نہ پر عاشق دلگیر کو پاؤں
چلتی میدان میں ہے یونہیں دم قتل عشاق   نہیں درکار ہیں قاتل تری شمشیر کو پاؤں
بے ادب زلف ہے کیا روے مخطوط پہ ترے   کر لگاتی ہے یہ قرآن کو تفسیر کو پاؤں
اے جنون رکھتا ہے آغوش ہی میں اپنی سدا   بسکہ بھاتے ہیں مرے حلقہ زنجیر کو پاؤں
ذبح کرتا نہیں وہ صید فگن کیا ہے ستم   ڈال دیتا ہے یونہیں باندھ کے نخچیر کو پاؤں
دشت گردی میں جنون عمر ہوئی اپنی بسر   نہ تھکے دیکھ تو وں گردش تقدیر کو پاؤں
اے ظفر یوں جو پھرتا ہے مجھے جون خورشید   توڑتے ہیں مرے شاید فلک پیر کو پاؤں

کل دیکھا جو گھر کے ترے دیوار میں رون   لاکھوں ہی پڑے ہیں سینہ افگار روزن
تیرنگہ ناز سے ہیں تیرے ہزاروں   چھلنی کی طرح میرے دل زار میں روزن
شب دیکھ کے کہتے تھے ستاروں کو ہم مست   کہتے ہیں دل چرخ ستمگار میں روزن
پہونچے جو مرے نالہ شبگیر کا اک تیر   ہوں سینکڑوں اس گنبد دوار میں روزن
سوراخ کرے دل میں نکیوں اشک کہ ہووے   اس ہیرے سے اس گوہر شہوار میں روزن
روزن کی طرح اپنی کھلی رہ گئیں آنکھیں   آئے جو نظر آج دیا میں روزن
مستوں کے ہو سوراخ ظفر دل میں جو دیکھیں   گر کوئی خم خانہ خمار میں روزن

دیگر

دیدہ تر کو جو پونچھا میں نے رکھ کر آستین   بن گئے تکمہ حباب اور موج یکسر آستین

مطلع ثانی

موج دریا سے نہو کس وجہ ہمسر آستیں　　روز و شب رہتی ہے میری چشم تر پر آستین
موج طوفان خیز اوسکو دیکھ کر کہتی ہے خلق　　اوس نے پہنی ہے قبا کی اپنی چن کر آستین
سرو ہمسر ہو سکے تیرے قد دلجو سے کیا　　کیا چڑھاتا ہے تو اے رشک صنوبر آستین
خار صحرائے اوڑائیں دھجیاں دامن کی کیا　　چاک ہے دشت جنون سے بھی سراسر آستین
اشک اپنا بھی کوئی اے مردمان طوفان ہے　　چھوڑتا ہرگز نہیں یہ طفل اختر آستین
تیغ کو تکتے ہیں وسدم اوسکے جانبازان عشق　　جب اولٹتا کہہ کے ہے اللہ اکبر آستین
تجکو ڈر ہے یہ مبادا کوئی دامنگیر ہو　　خون سے آلودہ ہے تیری اے ستمگر آستین
ابر نیساں کیوں نہو خجلت سے پانی اے ظفر　　طرفہ تیرے کلک کے جھاڑے ہے گوہر آستین

دیگر

زاہد نہ بادہ نوش ہوں نے مے پرست کیوں　　رہتا شراب عشق ہی سے خوب مست ہوں
کہتا ہے میرا نالہ کہ نہ بام چرخ پر　　چڑھ جاتا ہوں میں ابھی اس وجہ اک کرتا جست ہوں
گردش میں ہوں سپہر کی مانند روز و شب　　اک لحظہ پھر کہیں نہیں کرتا نشست ہوں
مانند گرد باد جنون تیرے ہاتھ سے　　کیا کیا سدا میں دیکھتا بالا و پست ہوں
یہ نفس کافر اور بھی کرتا ہے سرکشی　　ہر روز اس حریف کو دیتا شکست ہوں
وہ مست ہو گیا بھی اگر باغ میں کبھی　　پہروں ہی لوٹتا میں تہ دار بست ہوں
ہستی کے میکدے میں ظفر کب ہوا سرور　　روز ازل سے مست شراب الست ہوں

پان کھا کر نہ رقیبوں سے کیا کر باتیں   رنگ لائیں نہ تری کرنی چبا کر باتیں
دیکھو تقدیر جو اک بار ادھر آتے ہیں   جاتے ہیں لاکھوں ہی وہ ہم کو سنا کر باتیں
ہمدمو انکو مری شکل سے نفرت ہی سہی   سن تو جائیں مری وہ دو کہو آ کر باتیں
کیا تماشا ہے نہیں کرتے نگہ بھی وہ ادھر   کرتے ہیں غیر سے کیا آنکھ ملا کر باتیں
بزم جانان میں دلا منہ سے کس و ناکس کے   تجھے منظور جو سننی ہیں منا کر باتیں
تجھے اے شوخ غضب یاد ہے ڈھب ملنے کا   سب سے مل جاے ہے دوچار ملا کر باتیں
دل سے ہم تجھسے دل اے یار جدائی میں ترے   کرتے ہیں دو دو پہر اشک بہا کر باتیں
مجھے ڈر ہے کہ نہ مفسد کہیں بھڑکائیں اونہیں   جھوٹی سچی مری جانب سے لگا کر باتیں
آپ سے آپ ہی وہ ہم سے بگڑ جاتے ہیں
کچھ نہ کچھ ہم پہ ظفر روز بنا کر باتیں

رحم کچھ آئے جو اوس رشک پری کے جی میں   کیونکہ جی ڈالیے پر اپنا کسی کے جی میں
نہ ملا قطرہ مے دور میں تیرے ساقی   خون دل بیٹھ رہے اپنا ہی پی کے جی میں
چشم میگون وہ ہمیں یاد جو آئی تو مزے   آ گئے صاف شراب گلی کے جی میں
کوئی سمجھائے اوسے میری طرف سے غمخوار   اتنی آتی نہیں افسوس کسی کے جی میں
مجھے دکھلانا جو اپنے قد رعناک کی بہار   کبھی آئی نہ مرے سرو سہی کے جی میں
وہ جو آ نکلے تو سارے ہی فراموش ہوئے   بھر رہے تھے مرے شکوے جو کبھی کے جی میں
وہ جو آئے بھی تو کیا آئے نہ دم بھر ٹھہرے   اے ظفر رہ گئے ارمان تو جی کے جی میں

دیگر

مست ہمیں لا تو نسے کہلو اب جو پھوٹیں کچلیاں　　ایک دن ہو گا کھو گے ہائے ٹوٹیں کچلیاں

مطلع ثانی

پھوٹ کر روتے تھے ہم تھیں جبکہ پھوٹیں کچلیاں　　دل ہی ٹوٹا ہائے اپنا جو جب ٹوٹیں کچلیاں
عہد پیری تک حفاظت ہم نے کی اے چرخ　　تیرے زنبور ستم سے پر نہ چھوٹیں کچلیاں
دیکھ کر تارے نشے میں رات کو کہتے تھے مست　　منہ میں چرخ پیر کے کس طرح چھوٹیں کچلیاں
کیونکہ ہو جائے دہن بالکل نہ بے رونق　　رہزن پیری نے لوٹے دانت ٹوٹیں کچلیاں

دیگر

ہمدمو آٹھ پہر عشق میں غم کھاتے ہیں　　کس کو ملتی ہے غذا ایسی جو ہم کھاتے ہیں
پیچ و تاب اپنا دل زار ہے کھاتا کیا کیا　　ہاں زلفوں کے ترے رخ پہ جو خم کھاتے ہیں
آب گریہ مرا آ جائے جو طغیانی پر　　غوطے افلاک ابھی دیدہ نم کھاتے ہیں
نیشکر کو نہیں اس طرح سے کھاتا کوئی　　جس مزے سے ترے ہم تیر ستم کھاتے ہیں
کھاتے ہیں حضرت دل عشق میں یوں لاکھوں داغ　　جیسے مسرف کہیں دینار و درم کھاتے ہیں
سبزہ رنگوں کی محبت میں ہیں ہم اتنے تنگ　　ہاتھ آئے اگر اپنے ابھی سم کھاتے ہیں
اے ظفر دل سے محبت ہے رقیبوں کی اونہیں　　کیا ہوا گرچہ بظاہر وہ قسم کھاتے ہیں

دیگر

عرق جوروئے گلگون بت پرفن سے میں پوچھوں
تو گویا اوسکے رخسار گل گلشن سے میں پوچھوں

سرشک خون کسی صورت نہیں تھمتے نہیں تھمتے
کہاں تک دیدہ خونبار کو دامن سے میں پوچھوں

اسی سے ہے مری زیبائش تن خاکساری میں
غبار کوئے جاناں کیونکہ اپنے تن سے میں پوچھوں

جو خون آلود ہے شمشیر قاتل کی تو ہونے دو
مجھے کیا کام جو سرخی لب دشمن سے میں پوچھوں

ابھی ہر تار دامن کا بہ رنگ موج دریا ہو
جو چشم اشکبار اپنی ذرا دامن سے میں پوچھوں

جو پوچھوں خاک تن سے اے جنون کس چیز سے پوچھوں
جو پیراہن ہو میرے پاس پیراہن سے میں پوچھوں

مسی آلودہ لب سے گر پسینا اے ظفر پوچھوں
تو شبنم باغ میں برگ گل سوسن سے میں پوچھوں

اے بتو تم جیسے اہل بغض و کین ہوتے نہیں اور ایسے دشمن ایمان و دین ہوتے نہیں

مطلع ثانی

عشق کے بندے جو تم سے نازنین ہوتے نہیں بندہ پرور ہم سے بھی اندوہگیں ہوتے نہیں
ناصحا بیٹھا بنا باتیں یونہیں بے فائدہ یہ سخن تیرے تو اپنے دلنشیں ہوتے نہیں
ہم سے کرتے ہیں عدو کس بےحیائی سے کلام کیا تماشا ہے کہ دل میں شرمگین ہوتے نہیں
رات جاتی ہے گزر اختر شماری میں ہمیں یاد سے غافل ترے اے مہ جبین ہوتے نہیں
کب نہیں ہوتی ہمارے واسطے تیغ قضا دیکھ کر کب قتل ہو چین جبیں ہوتے نہیں
خال کاجل کا بناتے ہیں وہ جب رخسار پہ ہمدمو محفل میں جس دم نکتہ چین ہوتے نہیں
دیکھتے ہیں کب ترے جوڑے کو اے کافر کہ ہم کھا کے مکا دل پہ بیدم بس وہیں ہوتے نہیں
اپنی اپنی محفل جاناں میں کہتے ہیں سبھی اے ظفر افسوس اوس جا اک ہمیں ہوتے نہیں

دیگر

ہمیشہ لعل ہی تجھ سے تو چشم تر برستے ہیں وگرنہ ابر نیساں سے کبھی گوہر برستے ہیں
جنون رحمت تجھے تیری بدولت دست طفلاں سے جدھر کو ہم نکلتے ہیں اودھر پتھر برستے ہیں
عجب ہی میکدہ میں جھگڑے ہوتے ہیں مستوں کے ذرا بادل کبھی گر ساقیا جمکر برستے ہیں
ہوئے اوس ابروے خمدار پہ جس دن سے ہم مائل کمان چرخ سے تیر بلا ہم پہ برستے ہیں
شب فرقت میں کیا کیا آہ آتشبار سے اپنی سحر تک ایک انگارے سے اے کافر برستے ہیں
تصور ہے در دندان و لعل لب کا جو تیرے سدا آنکھوں سے اپنے لعل اور گوہر برستے ہیں
نکلتے ہیں کڑک کر دل سے نالے کے اثر کچ ہے گرجتے ہیں جو بادل اے ظفر کم رت برستے ہیں

دیگر

کوچہ جاناں میں ہم گریہ کناں بیٹھے تو ہیں　　اشک وہ پوچھے نہ پوچھے مرد مان بیٹھے تو ہیں
دیکھیے ہوتا ہے کب تک مہربان وہ ماہوش　　ہم اسی امید میں اے آسماں بیٹھے تو ہیں
کیا غرض ہمکو جو ہوں منت کش تیغ اجل　　قتل ہونے کو ترے ہاتھوں سے ہاں بیٹھے تو ہیں
مرمٹیں گے تو بھی کوچے سے اٹھیں گے ترے　　جم کے مثل نقش پا جان جہاں بیٹھے تو ہیں
دیکھیے کرتا ہے کب تک وہ کمان ابرو ہدف　　کر کے ہم اپنی دلا خاطر نشان بیٹھے تو ہیں
ٹھوکریں کس کس کی کھائیں دیکھیے جون سنگ ماہ　　کوچہ دلدار میں ہم ناتواں بیٹھے تو ہیں
پوچھتے ہو تم ظفر کو یاں وہ آئے یا نہیں
آپ او نہیں کہتے ہیں کیا اے مہربان بیٹھے تو ہیں

ہم آہ درد جدائی کہیں تو کس سے کہیں　　نصیب تیرے برائی کہیں تو کس سے کہیں
غبار دل میں ہے ان کے ہماری جانب سے　　عزیز و بہر صفائی کہیں تو کس سے کہیں
سمجھتے ہیں ہم اسے نارسائی تقدیر　　جو واں نہیں ہے رسائی کہیں تو کس سے کہیں
ہمارے دل میں ہے اے شورش غم پنہاں　　جو تو نے آگ لگائی کہیں تو کس سے کہیں
حقیقت شب ہجراں و روز فرقت ہم　　بتاتے ہیں وہ رکھائی کہیں تو کس سے کہیں
ہمارے قصہ غم غم سنے تو کون سنے　　یہ رنج و درد و جدائی کہیں تو کس سے کہیں
جو دوستی میں بتوںکی ہے اپنا حال ظفر　　عدو ہے ساری خدائی کہیں تو کس سے کہیں

دیگر

دندان وہ خوشنما دہن سیمبر میں ہیں   ایسے گہر نہیں کسی درج گہر میں ہیں
کیا منہ ہے ابر کا جو کرے گا مقابلہ   دریا بھرے ہوئے وہ مری چشم تر میں ہیں
ہم سینہ چاک رہتے کتان کی طرح یدام   کیا شوق دید عارض رشک قمر میں ہیں
کھاتے ہیں جس مزے سیکماندار تیرے تیر   ہم پاتے یہ مزا ہی نہیں نیشکر میں ہیں
دونوں طرف یہ جذب محبت کا ہے اثر   ہم تنگ اپنے گھر میں وہ اپنے گھر میں ہیں
گردش زدون کو تیرے نہیں ایک جا قیام   رہتے فلک کی طرح ہمیشہ سفر میں ہیں
کرتے ہیں او سکے ہاتھ قلم اس خطا پہ وہ   خط دیکھتے جو میرا کف نامہ بر میں ہیں
آنکھیں جو یوں چراتے ہو تم مجھ کو دیکھ کر   بہکانے والے آپ کے میری نظر میں ہیں
لکھ دوں جو دو گھڑی میں تو پھر قاصد اے ظفر
لاتے جواب نامہ مرا دوپہر میں ہیں

ردیف الواو

تم کسی دن سنو کہ رات سنو   کبھی دل کی تو میری بات سنو
لب شیریں کا دو گے کیا بوسہ   جب ہماری صنم نہ بات سنو
غافلو تم ذرا سنبھل کے چلو   تنگ ہے عرصہ حیات سنو
تمھیں یہ بدصفات کچھ ہی کہیں   تم اگرچہ ہو نیک ذات سنو
سنتے جھگڑے ہو روز غیروں کے   کبھی میری بھی واردات سنو
شیخ کیا جانے دختر رز کو   منہ سے رندوں کے تم صفات سنو
اے ظفر گوش دل سے تم اپنے   قصہ دور بے ثبات سنو

دیگر

دریائے اشک تا بفلک پہونچا رات کو   کیوں بولیں جھوٹ پانی لگا مینہ کا ہات کو
رکھی گرہ میں دام ہے وہ زلف خم بخم   چاہے ابھی خرید لے سب کائنات کو
کیا کیا کٹے نہ رشک سے شمشاد باغ میں   وہ سروقد کھائے اگر اپنی گات کو
پروانے کو جلا کے کیا خاک بزم میں   لگ جائے آگ شمع ترے التفات کو
کوچہ میں عشق کے ہیں برابر شہ و گدا   کب پوچھتا ہے ون کوئی ذات و صفات کو
ہونا نگین کی طرح سے ہے ناسور وہی   کر لیتا دل پہ نقش جو ہے ٹھیک بات کو
دیوان ظفر کا دیکھ کے کاتب ہیں کہہ رہے
لکھیں کہاں تلک ترے ہم کلیات کو

ساتھ لو ہم کو تم جھڑے نہ پھرو   ڈر ہیں اس پھرنے میں پڑے نہ پھرو
میکشو خوش کہاں جو تم جب تک   ساتھ مے کے لئے گھڑے نہ پھرو
پھرتے آوارہ کیوں ہو حضرت دل   اوس گلی میں رہو پڑے نہ پھرو
جس پہ اڑ جاؤ تم یقین ہے کہ پھر   رہو اوس بات پہ اڑے نہ پھرو
اس زمانے کے چکنے چپڑوں میں   تم بھی چکنے بنے گھڑے نہ پھرو
کون کہتا ہے تم سے پھر آؤ   بات سن لو کھڑے کھڑے نہ پھرو
کیا غضب ہے کہ تم نہ جاؤ کہیں   پہن کر پاؤں میں کڑے نہ پھرو
اے ظفر جاؤ کوئے قاتل کو   اور اگر جاؤ بن لڑے نہ پھرو
تم ہو دل کے اگر کڑے نہ پھرو

دیگر

اگر ہو خوش وضع ہو تم ور خوش اوقاتوں میں ملتے ہو
تو مل کر تم برون سے کیوں بری باتوں میں ملتے ہو
گلے ملنا شب وصل آپ کا ہے دوبھر کر مشکل
ہزاروں منتوں سے تم کئی راتوں میں ملتے ہو
تمہیں آتے یہاں جس دن کہ ہوتی ہے ذر لبولی
عدو سے جا کے کیسی کیسی برساتوں میں ملتے ہو
جو مل کر تم سے وہ چاہیں ملا دیں خاک میں تم کو
تو پھر اے حضرت دل رو ملاقاتوں میں ملتے ہو
بہت سی آپ کے ملنے کی ہم گھاتیں لگاتے ہیں
کہیں جب ہم سے تم یکبار سو گھاتوں میں ملتے ہو
مشابہ ہم بھی سب ڈھنگوں میں ہیں فرہاد سے دیکھو
اگر شیریں سے تم اے جان سب باتوں میں ملتے ہو
ظفر ملتے تھے آگے صوفیوں سے خانقاہوں میں
پر اب تو میکشوں سے تم خراباتوں میں ملتے ہو

دیگر

زمیں پہ رکھتے تھے جو کہ اپنے زور میں پاؤں   وہ اب ضعیف ہیں لٹکائے بیٹھے گور میں پاؤں
چھٹا نہ طائر دل تار زلف سے ہر گز   پھنسا یہ پھندے میں ایسا اولجھ کے ڈور میں پاؤں
حلیدہ ہوں گے کف پا میں خار مژگاں کے   نہ ڈال دیکھ سر راہ چشم مور میں پاؤں
مجال کیا کہ جو پھیلائے رشتہ سوزن   تمہارے زخمیوں کے زخم دل کے چور ہیں پاؤں
ہوس کو دخل ہے کیا دل میں کور باطن کے   رکھے ہیں چور یہ بے ڈر مکان گور میں پاؤں
کرے رخ نمکین کے عرق سے اوس کے عدد   نظر سے کہتا ہوں ڈالے نہ آب شور میں پاؤں
حلال خور کے گھر جائیے ظفر لیکن
نہ رکھیے کوے حریص حرام خور میں پاؤں

نہ اتنا دوڑ چلو عاقلو ٹھہر کے چلو — چڑھو نہ باد کے گھوڑے پہ تم اوتر کے چلو

مطلع ثانی

دکھاتے ناز تم اپنے ٹھہر ٹھہر کے چلو — مگر نہ دوش پہ غیروں کے ہاتھ دھر کے چلو
الٰہی خیر ہو درپے ہے پھر دل بیتاب — کہ اوٹھو کوچہ میں اوس شوخ فتنہ گر کے چلو
جو دل میں ہو نہ کتر بیونت اور کچھ منظور — تو دیکھ کر ہمیں رستہ نہ تم کتر کے چلو
سنبھالو اے رفقا مجکو تو ان ہون میں — اٹھاؤ جلد نہ اتنے دم ٹھہر کے چلو
نکالا خط کے یہ لکھنے کا تم نے وہ عنوان — کہ اوسکے چڑھنے کو تم ساتھ نامہ بر کے چلو
فرد ہوئی نہیں آتش ہمارے دل کی ابھی — ہماری خاک پہ دیکھو نہ پاؤں دھر کے چلو
یہ سارے جان کے جھگڑے ہیں جان دینہ انہیں — تم آج حضرت دل فیصلہ ہی کر کے چلو
خفا رہوگے کہاں تک ہت رہی خفگی — بس اوٹھو مشفق من خوش ہوکر ظفر کے چلو

دیگر

ہر بات پر جو میری تم بات کاٹتے ہو — محفل سے شاید اپنی مجکو او چاٹتے ہو
تم زیر سقف گردون یارو کرو گزارا — کئے دن کے واسطے یان چھت گھر کی پاٹتے ہو
بس واسطے خدا کے اے ناصحو سدھارو — بک بک کے کیوں ہمارا تم مغز چاٹتے ہو
تیغ نگہ لگاؤ اس چار پارہ دل پر — دیکھیں تو ہم بھی کیسے چورنگ کاٹتے ہو
دیوانوں سے یہ اپنے کہدو کہ خاک اوڑا کر — کیں و گرد میں ہمیشہ گردون کو آٹتے ہو
جس روز تلخ کلامی سنتے ہو کچھ ہماری — اوس روز تم مٹھائی یاروں میں باٹتے ہو
اوس لعل شکرین کی بوسہ کی چاٹ تم کو — ایسی ظفر لگی ہے ہونٹوں کو چاٹتے ہو

دیگر

بڑھا دے گر نہ جوہر عزت و توقیر آہن کو
جو سمجھیں تیغ چوبین سے تمر شمشیر آہن کو

گلے میں پہنیں جو زنجیر زر کو وہ پری اپنے
تو یہ دیوانہ ڈالے پانوں میں زنجیر آہن کو

برہمن اوس صنم کی دیکھے گر تصویر کاغذ پر
نہ تصویر حجر کو پوجے نے تصویر آہن کو

دل پرسوز سینہ میں ہمارے ہے وہ انگارہ
اٹھائیں گی نہ تاب اوسکی نہ آتشگیر آہن کو

گرانبار ون کو ہے صحبت سبکسار ون سے نازیبا
کر تنکے کی کمان میں کون چھوڑے تیر آہن کو

محل مٹی کا ہے انسان کا تو قالب خاکی
فنا ڈھا کر ملا دے خاکسو میں تعمیر آہن کو

عجب کیا فیض صاحبدل سے پہونچی تیرہ بختونکو
بدل دیتا ہے پارس اے ظفر تاثیر آہن کو

دیگر

کیا دیکھے کوئی اوس رخ روشن کی تابکو
جس کے نہ دیکھنے کی ہو تاب آفتاب کو

بوئے عرق سے یار کے خوشبو ہے یہ دماغ
ہم سونگھتے نہیں کبھی عطر گلاب کو

سودا مجھے نہیں تری زلفوں نے اے پری
دیوانہ کر دیا دل خانہ خراب کو

ہے شوق بوسہ لب میگون ترا جنہیں
منہ بھی نہیں لگاتے وہ جام شراب کو

ہم نے دیا وہ معرکہ عشق میں جواب
سب لاجواب ہو گئے سن کر جواب کو

کہتے ہیں بادہ نوش نشے میں شفق نہیں
شیشے میں آسمان کے بھرا ہے شہاب کو

دود جگر جو میرا گھٹا زیر آسمان
دیکھا نظر سے سب نے گھٹا کر سحاب کو

جب یاد آ گیا نمکین حسن یار کا
مرچیں سی لگ گئیں مرے دل کے کباب کو

کرتے ہیں یاد ساغر صہبا کو بادہ کش
دریا میں دیکھتے ہیں ظفر جب حباب کو

راضی وہ شوخ عربدہ جو دیکھیں کس سے ہو ‏ اوس پر غضب کا غصہ فرو دیکھیں کس سے ہو
پیتے ہیں یار بزم میں بھربھر کے جام مے ‏ خالی مگر سبو پہ سبو دیکھیں کس سے ہو
کعبہ میں گر نماز کسی نے پڑھی تو کیا ‏ سجدہ ادا ترے سر کو دیکھیں کس سے ہو
شمشیر و خنجر آپ کے دونوں ہیں آبدار ‏ سیراب اپنا تشنہ گلو دیکھیں کس سے ہو
ناصح نے میرا چاک گریبان تو سی دیا ‏ لیکن یہ سینہ چاک رفو دیکھیں کس سے ہو
خارا گداز نالہ ہے آہن گداز آہ ‏ دل تیرا موم ہو جو کبھو دیکھیں کس سے ہو
وعدہ ترا رقیب سے ہے اور ہم سے بھی ‏ سچا پر اپنے قول کا تو دیکھیں کس سے ہو
کہتی ہے چشم تر یہ دم گریہ ابر سے ‏ جاری بجائے اشک لہو دیکھیں کس سے ہو
اس آرزو میں خاک ہوئے کتنے خاکسار ‏ صاف اے ظفر وہ آئینہ رو دیکھیں کس سے ہو

دیگر

برق ٹھہر جائے آہ پر شرر کے ‏ ابر کی جھڑ جائے شیخی چشم تر کے روبرو
روبرو مانگے اوس تو خط سے گر قاصد مرے خط کا جواب ‏ پھینک دے قینچی سے وہ خط کو کتر کے روبرو
اشک بھر لاتا ہوں تجھ بن چشم میں کیسی ناز ‏ لائے ہے جس وقت ساقی جام بھر کے روبرو
جا چھپے زمیں خورشید ہو کر منفعل ‏ تاب کیا ٹھہرے مرے داغ جگر کے روبرو
کوئی مخبر بھی نہیں ایسا کہ جو اخبار میں ‏ کچھ کہے میری خبر اوس بے خبر کے روبرو
گھر ہے اے قاصد وہی اوس قاتل سفاک کا ‏ ہیں پڑی دو چار لاشیں جس کے در کے روبرو
ہے ہنر شرط آدمی کی آدمیت کے لئے ‏ بے ہنر حیوان ہے صاحب ہنر کے روبرو
ناز اپنی نازکی پر ہے رگ گل کو مگر ‏ ہیچ ہے اے رشک گل تیری کمر کے روبرو
کرتے ہیں غائب میں سب دعوی سخن سنجی کا پر ‏ بول بھی سکتا نہیں کوئی ظفر کے روبرو

دیگر

نصیب وصل تمہارا کبھو تو کیونکر ہو ‏ فراق یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو

مطلع ثانی

تو اپنے وعدہ کا سچا جو ہو تو کیونکر ہو
یہ تجھ سے جھوٹ کی ہو ترک خو تو کیونکر ہو

نہ جل کے خاک ہو جب تک مثال پروانہ
طپش ہو دل کی ہمارے فرو تو کیونکر ہو

ترے مریض کے سو سو علاج ہوں لیکن
شفا نہ اسکے نصیبوں میں ہو تو کیونکر ہو

کسی پہ راز نہاں دل کا میرے اے آنکھو
جو تم نہ گریہ سے افشا کرو تو کیونکر ہو

یہ ہم بھی چاہتے ہیں ترک عشق ہو لیکن
جو دل پہ بس نہ ہو اپنا تو کیونکر ہو

طپش نہ خاک میں جب تک تمہاری کشتۂ ناز
رمیدہ خاک سے ہو ناز بو تو کیونکر ہو

جگر پہ زخم تو کھائے مگر مزا حاصل
نمک فشاں ہو نہ وہ جنگجو تو کیونکر ہو

کرم کہاں کہ ستم بھی ہو کرتے ناز سے تم
جو یہ بھی ہو تو غنیمت ہے وہ تو کیونکر ہو

جھکاتے سر نہیں آزاد اس شیوہ
چمن میں سرو جو سر فرو تو کیونکر ہو

ظفر جو ہو نہ محبت میں دل سے دل کو راہ
وہ میرے حال سے آگاہ ہو تو کیونکر ہو

عجب ہے مصحف رخ سے ہو گر خلاص گیسو کو
وہ ہندو اور یہ قرآن کام کیا قرآن سے ہندو کو

کہاں وہ چشم وحشی میں ہے یہ تحریر کا جل کی
سیہ ریشم کے ڈوری سے مگر باندھا ہے آہو کو

جو کشتہ گردش چشم سیہ کا ہے تو سے قاتل
سیہ پوش اسکے ماتم نے کیا ہے چرخ مینو کو

بغیر از بیش و کم جا ہو نظر میں تول لو جس کو
کہ کچھ پاسنگ کی حاجت نہیں ہے اس ترازو کو

عزیزو کیسی نہیں پاتے ذرا ہم بو محبت کی
سفید ایسا زمانہ نے کیا یکبار لوہو کو

وہ آرام دل و جان ہو نہ جبتک اپنے پہلو میں
کہاں آرام ہو کیونکر ہمارے درد پہلو کو

ظفر یہ شعر پر درد اپنے ہم جس کو سناتے ہیں
کبھی وہ سر کو پیٹے ہے کبھی پیٹے ہے زانو کو

دیگر

ظاہر دشمنوں سے رکھتے تم ان بن ہماری ہو
مگر باطن میں دیکھا تو تمہیں دشمن ہمارے ہو

کیا ہے قتل اوس لعل مسی مالیدہ نے ہم کو
نہ کیونکر ڈھیر پر زیبا گل سوسن ہمارے ہو

اندھیرے گھر میں ہووے روشنی بے جا بدان کیونکر
مناسب ہے اگر دل میں کوئی روزن ہمارے ہو

آیا ہے عشق نے کشتہ ہمیں اوس سرو قامت کے
نکیونکر قمریوں کا غل سر مدفن ہمارے ہو

نہیں ہے دل کے چھٹنے کا ہمیں کچھ اپنے غم لیکن
یہ اندیشہ ہے رکھتے دل میں تم مسکن ہمارے ہو

چراغ و گل نہ لاؤ تم ہمارے گور پر آؤ
کہ تم ہی شمع و گل اے غیرت گلشن ہمارے ہو

ظفر ہیں وہ گل شاداب گلزار محبت کے
جنہیں تم اشک خون کہتے سر دامن ہمارے ہو

دیگر

جانے کی نہ تم راہ کہیں اور نکالو
کچھ رہنے کا ڈھب اپنے یہیں اور نکالو

اے جوہر یو پھر سے در اشک سے بہتر
گر ہے تو کوئی در ثمین اور نکالو

گر مہر و وفا مجھ میں ہے کچھ عیب نہیں ہے
تم عیب کوئی ماہ جبین اور نکالو

ہم ترک کریں ناصحو اوس شوخ سے الفت
گر ڈھونڈھ کے تم کوئی حسین اور نکالو

سینے سے مرے تیر تو ہاں تم نے نکالا
پیکان بھی اک دل کے قرین اور نکالو

دیکھا تمہیں دیکھ کے کتنے ہوئے بیدم
لو پردے سے منہ پردہ نشین اور نکالو

دیگر

جو پردے میں رہتے ہیں اونسے کیا کہتے ہو پردے ہو
چاہیے کہنا پردہ دار و بے پردوں کو پردے ہو

کسکو مہمان گھر میں رکھوگے اپنے ایسے تکلف سے
آج نئے دالان میں یہ بندھواتے تم پردے ہو

لیکر ساتھ رقیبوں کے تم بزم میں جام صہبا کو
شرم و حیا کے کیوں یہ اوٹھاتے آنکھو نسے دیکھو پردے ہو

ہم سے ہے یہ پردہ تم کو آتے ہیں جب گھر میں ہم
ڈالتے اک اک پردے پر تم ہر جا دو دو پردے ہو

دیکھتے ہیں ہم چلمن میں سے آپ صریحا جھانکتے ہیں
چھپ کر سب سے بیٹھتے ہوئے ظاہر میں گویا پردے ہو

دیکھتے ہیں جو تم کو ہمیشہ اپنی چشم تصور سے
چاہو تم بے پردہ ہوا و نسے پیار چاہو پردے ہو

مثل شمع فانوسی کب جلوہ تمہارا چھپتا ہے
بیٹھے ظفر سے چھپ کر کیوں اے پردہ نشینو پردے ہو

محفل شادی ظفر آج بھی ہو کل بھی ہو
گھر ترا شادی کا گھر آج بھی ہو کل بھی ہو

رات کو ہو رت جگا دن کو ہو صحنک بھی شہنا
دھوم یہ شام و سحر آج بھی ہو کل بھی ہو

باعث صحت تری روز ہے دن عید کا
کیونکہ خوش ہر بشر آج بھی ہو کل بھی ہو

گھر میں مہیا ترے از پئے نذر و نیاز
لعل و گہر سیم و زر آج بھی ہو کل بھی ہو

وہ تری بزم میں جام مے عیش کا
اے شہ جمشید فر آج بھی ہو کل بھی ہو

جو کہ سماں ہے یہ آج سے ہو کل سوا
عیش کا سامان سب آج بھی ہو کل بھی ہو

باغ میں نغمہ سرا کیوں نہ ہو مرغ چمن
بیٹھ کے ہر شاخ پہ آج بھی ہو کل بھی ہو

آج شب قدر ہو کل کا ہو دن روز عید کا
یمن شفا کا اثر آج بھی ہو کل بھی ہو

وہ ہے ظفر خرمی کل بھی ہو پرسوں بھی ہو
جو کہ خوشی بیشتر آج بھی ہو کل بھی ہو

دیگر

تم اپنی کہہ چکے میں بھی کہوں اپنی اگر ٹھہرو
مری دو باتیں سن لو ہمدمو اک لحظہ بھر ٹھہرو

چھٹیں بھی ہم قفس سے تو کہے یہ بے پروبالی
کہاں جاؤ گے یاں سے اے اسیرو چھوٹ کر ٹھہرو

ہم اپنے ساتھ پیارے جب تمہاری دل لگی جانیں
کہ ٹھہرائیں تمہیں گر اک گھڑی دو دو پہر ٹھہرو

کوئی دم میں ہے جانا دم بھی میرا ساتھ ہی جانا
چلے اے حضرت دل تم ہو اب تنہا کدھر ٹھہرو

رہے جاتے ہیں پیچھے پارہ دل میرے اے اشکو
انہیں تم رکھ لو آگے کیوں چلے ہو خوشتر ٹھہرو

کرو گر جفا ہر دم ہم سے باوفاؤں پر
تو کیوں مشہور تم ظالم ہو کیوں بیداد گر ٹھہرو

تمہارا جذبہ دل کھینچ لائے گا نہیں اوکو
چلے بیتاب ہو کر تم وہاں کیوں اے ظفر ٹھہرو

دیگر

بادہندی سے نہ تم یاد کا جھگڑا باندھو
بادلو بات کا بیٹھے نہ جھگڑا باندھو

ہوتے ہو بار کش منت دنیا کیوں تم
دم سے اپنے نہ کدھو حرص کا لنگڑا باندھو

زاہدو بیٹھکے رندوں میں نہ باندھو پگڑی
اور جو کھانا ہو کوئی ڈھول کر جھگڑا باندھو

ہم جو اک بات کہیں بزم میں تم سے بلحاظ
جھاڑ تم گالیوں کے بول کے پھکڑ کو باندھو

دست و پا تارے زاہد کے ہیں ایسے رندو
تم ہو شاعر تو مقرر رو سے ٹکڑا باندھو

بھول جاؤ تو بلا سے مجھ پہ پڑا رہے
مجھ پہ بہتان نہ کوئی بن کے بھلکو باندھو

اے ظفر دل کے دھوئیں میں ہے نہایت تلخی
تم خمیرہ ہو سے ٹھہراؤ کر لگڑا باندھو

کون کہتا ہے کہ تو کلفت دل مضطر سے دھو
لیکن اے گریہ کدورت خاطر دلبر سے دھو

زخم ہونے ہیں مرے منظور گر اے چارہ گر
تو اوس قاتل کی تو آب دم خنجر سے دھو

دھو سکے تقدیر کے لکھے کو کوئی کس طرح
نہیں وہ حرف دیں جو لکھے کے تختی پر سے دھو

تو نہا اے عاقل اگر دھویا بدن سارا تو کیا
دھو سکے تو میل دنیا دل کی تو اندر سے دھو

جوش گریہ دھوئے کیا داغ دل خون گشتہ کو
دے بہا باران کب سیاہی لالہ احمر سے دھو

محتسب میخانہ میں آیا لیے سنگ ستم
ساقیا بس ہاتھ اب تو شیشہ و ساغر سے دھو

روسیاہی کو جو دھوئے نامہ اعمال کی
اے ظفر اپنے وضو را اشک چشم تر سے دھو

زیادہ جو مہ حسن و جمال میں تم ہو
پری کو لاتے بھلا کب خیال میں تم ہو

بنا کے سرمہ کا خل زیر ابروے پرخم
دکھاتے ہم کو ستارہ ہلال میں تم ہو

شب اوسکی زلف کو کیوں چھیڑ بیٹھے حضرت دل
جواب اسیر بلا اس وبال میں تم ہو

نہ پوچھا تم نے کبھی یہ بھی ہم سے ہائے ستم
کہو ہے کس لیے رنج و ملال میں تم ہو

حنا کی جائے کف پا کو اپنے کرتے لال
ہمیشہ خون دل پائمال میں تم ہو

وہ اور رکھتی ہیں دل میں زیادہ مقصو
جو بول اوٹھتے مری عرض حال میں تم ہو

تمہارے سامنے ہے تاب گفتگو کس کو
کر دیتے ہوش ورا بول چال میں تم ہو

ہمارے طائر دل کو دکھا کے دانہ خال
پھنساتے زلف معنبر کے جال میں تم ہو

ظفر امید وفا ایسے بیوفاؤں سے
گیا ہے وہم کدھر کس خیال میں تم ہو

دیگر

دوستو اوسکو جا کے لے آؤ
وہ خفا ہے منا کے لے آؤ

مطلع ثانی

جس کا دل چاہو جا کے لے آؤ
یوں ندے تو چورا کے لے آؤ

قاصدو دیں تمہیں ہم اپنا خط
گر اوسے تم دیکھا کے لے آؤ

وہ لگاوٹ ہے تم کو یاد کرتم
جس کو چاہو لگا کے لے آؤ

ہم بلائیں تمہیں تو غیر کو تم
ساتھ اپنے بلا کے لے آؤ

یارو جس طرح سے بنے اوسکو
حال میرا سنا کے لے آؤ

کچھ فسوں سیکھوایا حضرت دل
اوس پری کو اوڑا کے لے آؤ

جب کہا میں نے دل کروں حاضر
تو کہا منہ بنا کے لے آؤ

یہ غنیمت تم اے ظفر سمجھو
دل جو اوس سے بچا کے لے آؤ

دیگر

پارہ دل یا کوئی لخت جگر پہونچا تو دو
کچھ نشانی میری دان اشکتر پہونچا تو دو

سن کے آئے گیا نہ آئے ہمدم سو وہ بے خبر
پر اوسے یکبار تم میری خبر پہونچا تو دو

کہتا جھکو نسیم ہوا کے ہے تن لاغر مرا
گرد اوٹھایا ہے مجھے تو اوسکے گھر پہونچا تو دو

خوب سرگردان پھرایا حضرت عشق آپ نے
لیک مجھکو منزل مقصود پر پہونچا تو دو

وصل کی شب تم کرو جس سے کنارا ہے یقین
گور کے اوسکو کنارے تا سحر پہونچا تو دو

قدر و قیمت کچھ تو ہو معلوم در اشک کی
جوہری بازار تک تم یہ گہر پہونچا تو دو

جو کر ہونا ہو سو ہو پر دامن دلدار تک
ہاتھ اپنا ایک دن تم اے ظفر پہونچا تو دو

اوس پر خفا کی طرز بیداد کچھ نہ پوچھو
جو وہ ستم کرے ہے ایجاد کچھ نہ پوچھو

پوچھو نہ پوچھو دل کا یوں حال تم بلا سے
پر قہر ہے جو سن کر فریاد کچھ نہ پوچھو

مانند نکہت گل عمر اپنی اس چمن میں
کی جس طرح سے ہم نے برباد کچھ نہ پوچھو

جو کچھ ہے حال میرا صورت ہی سے عیاں ہے
کیا پوچھتے ہو میری روداد کچھ نہ پوچھو

دو چار خون گرفتہ روز اوسکو قتل کرنے
جیسا ہے اوسکا غمزہ جلاد کچھ نہ پوچھو

احوال دل ظفر کیا پوچھتے ہو پیارے
کیا جانے شاد ہے یا ناشاد کچھ نہ پوچھو

دیگر

سب جھوٹ کریں راے بشر ہوئے تو یوں ہو
یوں ہووے تو سست میں اگر ہووے تو یوں ہو

کیا جی سے بچتے دیکھیے جب ہاتھ سے تیرے
ی خون ہو تو یوں ٹکڑے جگر ہوئے تو یوں ہو

ہووے ہدف تیر نظر یوں نہ مرا دل
تجکو بھی اگر مد نظر ہوئے تو یوں ہو

آلودہ بخون قاصد اشک آئے ہمارا
معلوم ہمیں دل کی خبر ہوئے تو یوں ہو

غیروں پہ کرم ہم پہ ستم واہ رے اخلاص
ووں ہو جو ادھر ہوئے ادھر ہوئے تو یوں ہو

جائے نہ پس از مرگ بھی دل سے غم جاناں
الفت ہو تو یوں دل میں جو گھر ہوئے تو یوں ہو

لے دل کو نکال آ کوئی چیر کے پہلو
شاید مجھے آرام ظفر ہوئے تو یوں ہو

دیگر

میکشو تم نوش کوئی ساغر تو کرو
کرتے بدمستی ابھی کیا ہو تامل تو کرو

ذکر کیا اے حضرت دل ہو جو اوس گل کو اثر
کرتے ہو نالے اگر تم مثل بلبل تو کرو

دیکھو پھر کیا کیا پریشاں ہوتا ہے سنبل کا حال
اک ذرا گلشن میں وا تم زلف و کاکل تو کرو

کرتے شمشیر نگہ سے گر نہیں کشتہ مجھے
تو بلا سے زخمی تیغ تغافل تو کرو

گل کا سوز دل سے بلبل کے جو روشن ہے چراغ
کر دو جھوکوں سے صبا کے تم بھلا گل تو کرو

کہتا ہے مجنوں ترا لڑکوں سے کوچے کے ترے
مارتے پتھر نہیں ہو تم اگر غل تو کرو

لکھتے ہو تعریف اوسکی زلف پیچاں کی اگر
اے ظفر اپنا قلم تم شاخ سنبل تو کرو

دیگر

قتل عالم کو کرو تم اور قضا کا نام لو
اے جو تہمت لگو دیکھو خدا کا نام لو

غم مجھے کھانے کو دو اور خون دل پینے کو دو
اے طبیبو نے خدا کا نے دوا کا نام لو

یہ خطا شانہ سے ہو برہم کرے وہ زلف کو
اور خطا واروں میں تم اس بے خطا کا نام لو

جو تمہارے جی میں آئے کنا محو فرماؤ تم
پر نہ میرے سامنے ترک وفا کا نام لو

خون عاشق سے کرو رنگین جو ہاتھ اے نگار خو
پھر کبھی ہرگز نہ تم رنگ حنا کا نام لو

حضرت دل آپ کی گر جیتے چھٹو اوس زلف سے
پھر نہ جیتے جی تم اس کالی بلا کا نام لو

اے ظفر چشم و نگہ یا غمزہ یا ناز و ادا
کون دل کو لے گیا اوس دلربا کا نام لو

سمجھ کر جو برا مجھکو برا کہتے ہیں کہنے دو
کہ سچ ہے میں برا ہوں وہ بھلا کہتے ہیں کہنے دو

نہ لیں گے نام جیتے جی ہم اوسکی آشنائی کا
اگرچہ وہ ہمیں نا آشنا کہتے ہیں کہنے دو

چھوڑونگا خیال زلف مجکو حضرت ناصح
بلا سے گر گرفتار بلا کہتے ہیں کہنے دو

ہنسی آتی ہے گر تم کو ہنسو تم شوق سے لیکن
یہ ہم رونے کا اپنے ماجرا کہتے ہیں کہنے دو

وہ کہتے ہیں نہ باز آئیں گے اس ظلم و جفا سے ہم
اگر عشاق ہم کو پر جفا کہتے ہیں کہنے دو

نہ روکو میرے غمخوار اوسکو میرا حال کہنے دو
لگا کر کان سن لو تم وہ کیا کہتے ہیں کہنے دو

ظفر اب لے ہی بوسہ تم او کے لعل میگون کا
اگر وہ ہم کو بے شرم و حیا کہتے ہیں کہنے دو

خط بھی کبھی جو ہم کو لطف و کرم سے لکھو
خط شکستہ میں وہ ٹوٹے قلم سے لکھو

لکھا نجائے نسخہ تم سے کبھی طبیبو
گر حال پوچھ کر اس بیمار غم سے لکھو

اے کاتبو زیادہ شنگرف سے ہو سرخی
گر اشک سرخ لے کر اس چشم نم سے لکھو

جاتے جہاں ہو وان سے لکھتے ہو خط عزیزو
جب جائیں کچھ حقیقت ملک عدم سے لکھو

میں خوب جانتا ہوں نا معتبر ہیں بالکل
تم لاکھ عہد نامے قول و قسم کے لکھو

جو کچھ لکھو ہمیں تم وہ غیر کو دکھاؤ
اور غیر کو لکھو تو پوشیدہ ہم سے لکھو

شرط وفا نہیں ہے یا اے ظفر کو خط میں
حرف شکایت اوکی ظلم و ستم سے لکھو

دیگر

خط نہ میرا اچھو ری نا حق بدل کر پھینک دو
دیکھو تو لو پونچھیں ہاتھوں میں نہ مل کر پھینک دو

غیر کے ہاتھوں سے کھاؤ پان لے لے کر مزے
ہم گلوری منہ میں دیں تو تم اوگل کر پھینک دو

رکھو اسے آنکھو نہ طفل اشک کو آغوش میں
پاؤں پھیلاتا ہے یہ اتر مچل کر پھینکدو

جھینکتے ہو چھیڑ سے چھلا اگر میری طرف
کر کے چھل بل پان نہ پھینکو یان سے ٹل کر پھینک دو

سوز دل میرا نہ لکھا جائے تم سے یک قلم
تم قلم اے کاتبو جا رجل کر پھینک دو

پیتے ہو اتنو کیا انجم گردون پہ دانت
یہ تو وہ دانے نہیں تم جن کو دل کر پھینک دو

شیخ جی قائل نہوں ہم اس تمہارے حال کے
سر سے عمامہ کو تم اپنے اوچھل کر پھینک دو

تنگ ہوں دل سے یہاں تک میں کروں ہرگز نہ آہ
پتھروں سے تم اگر اس کو کچل کر پھینک دو

اے ظفر کیسا ہی کوہ غم اگر ہو عشق میں
صرف ہمت تم کرو جس دم سنبھل کر پھینک دو

دیگر

بدزبان ہو یا ہو بداطوار اس میں کوئی ہو
جو کہیگا دوستی کا یار اس میں کوئی ہو

بیچتے ہیں جنس دل ہم عشق کے بازار میں
شوق سے لے جس کو ہو درکار اس میں کوئی ہو

ہو وہی جانبر جسے دے شربت دیدار تو
اک انار اور سیکڑوں بیمار اس میں کوئی ہو

دوں جگر دل میں اوسے جانوں جسے دلسوز میں
نالہ ہو یا آہ آتشبار اس میں کوئی ہو

تیری چشم مست کو جو دیکھے ہو جائے خراب
خواہ صوفی خواہ ہو میخوار اس میں کوئی ہو

ہو رفو کیونکر ہوا سارا گریبان تار تار
یہ تو ہاں جب ہو کہ ثابت تار اس میں کوئی ہو

دیجئے اوسکو نہ دل جس میں نہ مہر و وفا
مہر طلعت ہو کہ مہ رخسار اس میں کوئی ہو

جان و دل ایمان و دین صبر و خرد حاضر ہیں سب
اس لیے شاید پسند یار اس میں کوئی ہو

اپنا ہم ملت وہی ہو جس کا مذہب عشق ہو
اے ظفر کافر ہو یا دیندار اس میں کوئی ہو

لاتے ہو کیوں حضرت دل یہ شکوہ دس میں جانے دو
جاتی رہیں گر الفت کی وہ پہلی رسمیں جانے دو

جائیگا کیونکر نہ اسمیں صیاد ولے بے بال و پر
جائے اگر پھر اولٹا پھر کر دام و قفس میں جانے دو

کرتے ہو اوس سوختہ جان کو دیکھو کیوں سرگرم فغان
دیگا جلا یہ سارے جہاں کو ایک نفس میں جانے دو

کوچے میں اوس زلف کے دونوں مل کے کرو اوقات بسر
کہتا ہوں جان و دل کو نہ الجھو تم آپس میں جانے دو

پارہ دل اے اشکو ہیں یہ پارہ آتش مژگان پر
آگ لگاؤ دیکھو نہ تم اس خار و خس میں جانے دو

کھولو نہ بزم غیر میں گھونگھٹ منہ سے اپنے دیکھو تم
جان مری نظارہ کی گر جائے ہوس میں جانے دو

اپنے دل دیوانہ کو سمجھاؤ ظفر اور اس پر بھی
جا ہی پڑے اوس رشک پری کے گریہ بس میں جانے دو

دیگر

پھرتے تھے ہم ڈھونڈھتے جسکو تم میں پایا تم ہی تو ہو
غیر کا دھوکا ہم کو عدو تم ہم نے تاڑا تم ہی تو ہو

برق میں کیا اور شعلہ میں کیا خورشید میں کیا اور ماہ میں کیا
سب میں ہے اک جلوہ تمہارا جلوہ فرما تم ہی تو ہو

یہ تو رند دردی کش سب صوفی صافی مشرب ہیں
کرتے چشم مست سے اپنی مست صبا تم ہی تو ہو

پردے میں تو ہم کو گمان تھا شاید کوئی اور ہو
اب تو اٹھا کر پردہ ہم نے خوب جو دیکھا تم ہی تو ہو

راہنما میں تم کو اپنا جانتا ہوں اے حضرت عشق
میرے ہادی میرے مرشد میرے مولا تم ہی تو ہو

کیوں ہوا لاں کیوں ہو گریاں گر کرو تم ظلم و ستم
کرتے عاشق زار کو اپنے خلق میں رسوا تم ہی تو ہو

قتل کرے گر تم کو ظفر وہ کیا ہے قصور اوس قاتل کا
کرتے اوسکے سامنے جا کر عشق کا دعویٰ تم ہی تو ہو

چاندنی کس چاندنی کے شب کو نور کے تڑکے آئے ہو
منہ جو بنا کر آئے ہو تم کس سے بگڑ کر آئے ہو

پوچھتا ہے دیوانوں سے ترے دشت میں مجنوں رو رو کر
کیں وتم یاں اے خانہ خراب و گھر سے وجڑ کے آئے ہو

کیونکہ نہ روئیں حضرت دل ہم تم کو لگا کر سینے سے
مدت میں تم پاس ہمارے وان سے بچھڑ کے آئے ہو

لے کے جواب خط کو ہمارے وان سے تم آئے نامہ برو
آئے تو ہو لیکن کیا کیا پانوں رگڑ کے آئے ہو

یہ تو ذرا اے دیدہ گریان پونچھ تو اپنے اشکوں سے
گرم جو ہو کے آئے ہو لڑ کو کس سے لڑ کے آئے ہو

ایک گھڑی کا وعدہ کر کر چار گھڑی کے عرصے میں
آئے ہو تو بات نئی اک دل سے گھڑ کے آئے ہو

بند کیا ہے جاوے نے اپنے گھر کے آنے والوں کو
کیا جانے کیا کس کس کے ظفر تم پاؤں پڑ کے آئے ہو

دیگر

جو ہیں برے حال اتنا برا ہے یاں ہے تو اور واں ہے تو
جو کر بھلے ہیں اونکا بھلا ہے یان تو ہے تو اور وان ہے تو

خواہ پھنسا ہے زلف میں دل اور خواہ پھنسا ہے کاکل میں
تیرا اسیر دام بلا ہے یان ہے تو اور وان ہے تو

شمع حرم میں نور ہے جاوے کا اور چراغ دیر میں بھی
دونوں جا وہی جلوہ نما ہے یان ہے تو اور وان ہے تو

پاس ہے تو یا دور ہے تو پر جو ہے ترا عاشق زار
تجھ پہ وہ جان و دل سے فدا ہے یان ہے تو اور وان ہے تو

گشن چمن یا لب دریا ساقی ہے روز ابر و ہوا
بادہ کشی کا آج مزا ہے یان ہے تو اور وان ہے تو

بزم غم اور محفل شادی دونوں ہیں یکساں عاشق کو
تجھ بن وہ سر گرم بکا ہے یان ہے تو اور وان ہے تو

دشت میں کیا اور شہر میں کیا اس جنون کے ہاتھوں سے
روز ظفر اک شور بپا ہے یان ہے تو اور وان ہے تو

دیگر

غیروں سے کچھ نہ پوچھو صنم ہم سے پوچھ لو
کہہ دیں گے ہم خدا کی قسم ہم سے پوچھ لو

کیا جانے کوئی ظلم وستم کیا ہیں آپ کے
ہیں وہ تمہارے لطف وکرم ہم سے پوچھ لو

ہے کیا خزانہ درم داغ کا حساب
جب چاہو ایک ایک درم ہم سے پوچھ لو

کہتے ہو جن کو حضرت دل لعل شکرین
ہیں وہ تمہارے واسطے سم ہم سے پوچھ لو

لکھا نصیب کا ہے یہ لکھوائیں ان سے غیر
جب کچھ کرو کسی کو رقم ہم سے پوچھ لو

پوچھو نہ یہ رقیب سے کھاتے ہیں کیونکہ غم
واقف مزے سے اس کے ہیں ہم ہم سے پوچھ لو

ہم جانتے ہیں روتے ہو تم جس لیے ظفر
یہ ماجرائے دیدہ تم ہم سے پوچھ لو

میرے اوسکے ملنے کی لوگوں کو خبر ہو کیونکہ نہو
چرچا اوس کا روز سر ہر راہ گذر ہو کیونکہ نہو

میں جو ہوں سرگرم فغاں تو وہ بھی آ ہیں سرد بھرے
گرم وسرد محبت کا دونوں کو اثر ہو کیونکہ نہو

عشق میں اوسکے چاک ہو میرا سینہ جو مانند کتان
غیر سے میرے داغ دل وہ رشک قمر ہو کیونکہ نہو

جب پرنم اشکوں سے یان پاٹ بنے جو دریا کا
مثل چادر آب رواں وان دامن تر ہو کیونکہ نہو

جلتے گذرے سارا دن جو مجکو یان خورشید صفت
شمع نمط وان سوزش دل سے رات بسر ہو کیونکہ نہو

رکھوں چشم تصور میں ہر لحظہ میں جو اوسکی شبیہہ
میری بھی تصویر اگر اوسکے پیش نظر ہو کیونکہ نہو

عشق میں سن کر مثل بلبل میرے نالے سینہ خراش
ٹکڑے ٹکڑے گل کی روش گر اوسکا جگر ہو کیونکہ نہو

اوسکا میں مشتاق ہوں ہر لحظہ اور ہوں چشم براہ
اوسکی میں عنایت ہے جو آ نکلا ادھر ہو کیونکہ نہو

مجکو خیال اوس رشک پری کا جب ہو ظفر دن رات یہاں
اوس کو بھی میرا دھیان وہاں جو آٹھ پہر ہو کیونکہ نہو

دیگر

روکنے کو میرے باندھیں اپنے وہ در کے پردے کو
گریہ سے میرے ایک رہے دیوار نہ گھر کے پردے کو

دیکھنا گاؤں ایک جدھر شب میر اپنے کوٹھے پر
صبح وہ سوتا کیدوں سے ہوائے اودھر کے پردے کو

مرد نہ سمجھو اونکو ہیں وہ مثل زنان پردہ نشین
رکھتے ہیں جو میدان میں اپنے منہ پہ شمشیر کے پردے کو

سوز عشق ہے پنہاں بہتر دیکھو اوٹھا کر چھا ہا تم
کھولتے ہوا ے چارہ گرو کیوں داغ جگر کے پردے کو

منہ ہے کیا جو ماہ مقابل ہو سکے فروغ حسن سے ہو
زلف اوٹھاوے رخ سے اگر اوس رشک قمر کے پردے کو

نالہ دل یہ وہ ہے بلا سن کے جسے اے رشک پری
پھونچتا اک آسیب ہے گوش جن و بشر کے پردے کو

تا یہ تجھے در پردہ دیکھیں اور نہ دیکھے کوئی انہیں
آنکھوں پہ باندھا اس خاطر مژگان تر کے پردے کو

عشق ترا اے شوخ پری وش کرتا ہے کیا کیا پردہ دری
دست جنوں سے میری قبا کے ٹکڑے کر کر کے پردے کو

واسطے ہے اس شمع کے بہتر شعلہ رخو فانوس یہ
کیجیے برقع منہ کا اپنے چشم ظفر کے پردے کو

نہ جانے دوں گا اوسے آج کاشکیبی کچھ ہو
بلا سے مجھ سے وہ خوش ہو کہ خشمگیں کچھ ہو

وہ میں نہیں کہ شکایت کروں کسی سے تری
کروں تو جبکہ مرے دل میں مہ جبین کچھ ہو

جو آئیں گے سر میدان امتحان سرباز
جھکائی دیں گے وہ سر زیر تیغ لین کچھ ہو

کریں حوالے دل و جان و دین و ایمان تک
اوسے ہماری محبت کا گر یقین کچھ ہو

جو میرے قتل کا ہے قصد تم کو بسم اللہ
چڑھاؤ تیغ بکف ہو کے آستین کچھ ہو

فروغ حسن سے تیرے ہو شمع کیا ہمتاب
جو ہو تو چہرہ رخ پہ شاید مہ جبین کچھ ہو

کرے جلا کے بلا سے ہمیں وہ خاکستر
ظفر کریں گے ہم اک آہ آتشیں کچھ ہو

دیگر

عیش وطرب میں کوئی دم تم اور بسر ہو لینے دو
جاتے کہاں ہو رات ابھی ہے دیکھو سحر ہو لینے دو
ہاتھ ابھی سودائے وفا سے تم نہ اوٹھاؤ حضرت دل
ہونا جو کچھ ہو قسمت میں ہے سود وضرر ہو لینے دو
جاتے تڑپتا کیونکہ تمہارے صید اوک خوردہ کا
ٹھنڈا اس کو کھانے ابھی تم تیر نظر ہو لینے دو
آ خر تو پھر تیغ ستم کے وار ہمیں پر ہووینگے
اور کوئی گر ہونا ہے اب سینہ سپر ہو لینے دو
جب میں نچوڑوں دامن اپنے کتنا ہی دریا جاری ہوں
اشکوں سے اے آنکھو اس کو اتنا تر ہو لینے دو
جاتے کہاں ہو بالیں سے تم اپنے مریض الفت کے
ٹھہرو کوئی دم یا تو ادھر یا اوسکو ادھر ہو لینے دو
اوسکے اوٹھا کر ظلم ابھی سے تم نہ اوٹھاؤ جان سے ہاتھ
اور ستم ہوں جو کچھ باقی وہ بھی ظفر ہو لینے دو

تم میری بات تو کھلے میدان میں سنو
اور غیر کچھ کہے تو اوسے کان میں سنو
وحشت سے ہم ہیں پائے بزنجیر جب تلک
غل ایک روز خانہ زندان میں سنو
تعریف تیغ ابروے پر خم کی اپنے تم
کیا سنتے ہند میں جو صفاہان میں سنو
چرچا تم اپنی چشم سیہ مست کا مدام
ہر ایک مے فروش کی دوکان میں سنو
قصہ زبان خار سے وحشت کا میری تم
کر دو یہ وحشیوں سے بیابان میں سنو
سنتے ہو گر برائی کسی کی تو غافلو
منہ ڈال کر تم اپنے گریبان میں سنو
کہتے تھے ہم دکھاؤ نہ اپنی ادا و آن
لو قتل کتنے ہو گئے اک آن میں سنو
سنتے ہو جس کا ملک سلیمان میں شور حسن
دھوم اوس پری کی جا کے پرستان میں سنو
دیکھو نہ کوئی تذکرہ پھر ایک بھی غزل
پڑھوا کے تم ظفر کے جو دیوان میں سنو

نیک خو میں ہو نہ پوشیدہ وہ نکو خوئی کی بو
جو ہے خوشبو اوسکیں کب چھپتی ہے خوشبوئی کی بو

اے گل رعنا دو رنگی ہے بری ہر بات
بات میں تیری نپائی ہم نے یکسوئی کی بو

کیوں لگاتا منہ ہے بدگویوں کو اے غنچہ دہن
ان کے منہ میں سے چلی آتی ہے بدگوئی کی بو

وہ معطر ہے رضائی سر پہ تیرے خوبرو
اے بلائیں بوستان سونگھے اگر روئی کی بو

یک مدت اس چمن میں ہے پھرے مثل صبا
پر کسی گل میں نہ پائی ہم نے دلجوئی کی بو

گلبدن تیرے بدن کی کیا کہوں خوشبو کر واہ
نے چنبیلی کی ہے بو لیکن نہ ہے جوئی کی بو

لف نے اوسکو سکھائی تیغ ادائی اے ظفر
نکلے ہے ہر بات میں اوسکی جوخم روئی کی بو

دیگر

بجز از سوز دل لب پہ مرے آہ و فغاں کیوں ہو
کہ آتش سے دھواں ہی گر ہو آتش دھواں کیوں ہو

رقیب سنگدل کو لا بٹھاتے ہیں مرے سر پہ
اور آپ ہی پوچھتے ہیں مجھ سے وہ سرگراں کیوں ہو

ملا ئی خاک میں ہے عشق کو تو آبرو میری
نہ یہ آنسو مرا ہمساز دل کا راز داں کیوں ہو

جلا دیں باغ سارا اک نوائے آتشیں سے ہم
صبا دامن کش برق اپنا خار آشیاں کیوں ہو

قلق سے پھوڑتے لو سر ہزاروں اور پتھر ہیں
لہو سے میرے آغشتہ وہ سنگ آستاں کیوں ہو

اگر ڈر ہو نہ آتش کو ہمارے آب گریہ کا
تو چھپ کر سنگ کے دل میں وہ آنکھوں سے نہاں کیوں ہو

مرا دل تھا میں اپنے آپ سے آپ ہی کچھ سمجھ لیتا
تمہیں کیا کام مطلب تم جو آئے درمیاں کیوں ہو

اگر پیروں نہ ہو اوسکے خرام فتنہ آرا کا
تو پھر اتنا زمیں پر فتنہ انگیز آسماں کیوں ہو

تمہیں منظور میرا ذبح کرنا ہے تو بسم اللہ
عبث خنجر کا اپنے لیتے نام امتحاں کیوں ہو

کیا جو تم نے میرے ساتھ اپنے دل سے وہ پوچھو
مجھے بس چپ ہی تم رہنے دو کھلواتے زباں کیوں ہو

یقیں جب یہ ہو اتم کو نہیں کوئی حسین مجھ سا
تو پھر فرمایئے میری طرف سے بدگماں کیوں ہو

نکل سکتی ہے چبھ کر دل سے کوئی پھانس الفت کی
مرے اے ساحو تم دل میں لیتے چٹکیاں کیوں ہو

تم اوس جان جہاں کو جانتے ہو وہ ہر جائی
ظفر ہو سکے لیے پھر ہوتے رسوائے جہاں کیوں ہو

آوازا اپنے ہوش میں مستو جتنے ہو اتنے ہی رہو
پی پی کے مے مت بکا رو جتنے ہووتے ہی رہو

کھینچتے ہو تم کیوں نخوت سے مثل مہ نو سر پہ پلک
ہو گے حقیر آنکھوں میں دیکھو جتنے ہواوتے ہی رہو

آگے ہوا میں سرکشی اتنی کرتے ہو کیوں مثل حباب
بحر فنا میں اک دو نفس ہو جتنے ہواوتے ہی رہو

گرد گنے سے دامن اپنا پاک ہو کہتے کس منہ سے
اپنے گریبان میں منہ ڈالو جتنے ہواوتے ہی رہو

لوگ بتاتے باتیں ہیں جوآگے تمہارے بڑھ بڑھ کر
و نسے تم اتنا کہہ دو جتنے ہواوتے ہی رہو

اے غم درد عشق و محبت دل میں مرے کچھ تم میں ہے
نے ہو قلت نے کثرت ہو جتنے ہواوتے ہی رہو

بوسہ لب جو ہم نے مانگا اون سے ظفر تو کہنے لگے
حد سے زیادہ بڑھو نہ دیکھو جتنے ہو اتنے ہی رہو

دیگر

حوروپری ہمارے بھلا آئے روبرو
کیا کام گر نہ اپنا یار آئے روبرو

دیکھی نہ ہم نے کشف و کرامات ایک میں
پیر و فقیر یوں تو ہزار آئے روبرو

برقع اوٹھا دو چہرے سے اپنے ذرا اگر
بیدل تمہارا ہو نے نثار آئے روبرو

تیر نگاہ یار کا دل ہی نشانہ ہو
یارب نہ کوئی اسکے شکار آئے روبرو

دیکھیں کدورت آپ کے جب دل میں خاکسار
آنکھوں کے اوکے کیوں نہ غبار آئے روبرو

قطرے عرق کے زلف سے رخ پر پڑے کہ میں
لینے بلائیں اہل نثار آئے روبرو

سرسبز ہو نہ آگے دل داغدار کے
لالہ کی کو چمن میں بہار آئے روبرو

گل ایسے بے مرے کو لگا ئیں کبھی نہ منہ
بلبل ترانہ گاے ہزار آئے روبرو

مشغول کیوں نہ فاتحہ خوانی میں ہو ظفر
پیردن کا اپنے جبکہ مزار آئے روبرو

دیگر

وہ بت اگر آ جائے درا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو
اوس سے ملادے میرا خدا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

زلف و رخ دلدار اگر آ جائے تو کچھ اچھا ہے
کہتا ہے دل پریشان و پچا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

آنکھ اوٹھا کر دیکھتا کیا پھر مہر و مہ کا نام نہ لوں
دیکھ لوں میں گر جلوہ تیرا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

کہتا ہوں میں تو تنگ آ کر یہ ہر دم فرقت جاناں میں
وہ جو نہ آ ئے تو آ ئے قضا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

بھر دیں نمک گر زخم جگر میں جائے مرہم چارہ گر
دل کو مرے حاصل ہو مزا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

ہے یہ تمنا بعد فنا گر خاک اوڑا کر لے جائے
اوسکی گلی میں باد صبا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

اور مرض گر کچھ ہووے تو شاید اچھا ہو جائے
لیک صنم بیمار ترا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

کشتہ قامت اوس کافر کے جتنے ہیں سب اوٹھ اوٹھ کر
کردیں اگر کاک حشر بپا کیا اچھا ہو کیا ہو کیا اچھا ہو

یہ جو پڑا ہے پردہ غفلت اپنے دیدہ دل پہ ظفر
کوئی اگر دے اوسکو اوٹھا کیا اچھا ہو کیا اچھا ہو

وہ پاتے ہیں مری جس بزمہا فراغ میں بو
پھنکتے وان نہیں اوسکے ہے یہ دماغ میں بو

کوئی تو غیرت گلزار آج آیا ہے
مہک رہی ہے جو کچھ اور گلشن باغ میں بو

سرشک تلخی غم ہیں جو داغ سوزاں ہیں
تو کڑوے تیل کی آتی ہے اس چراغ میں بو

کلیجہ سوزدوں سے ہے بھنگیا شاید
جلی جلی سی کچھ آتی یہ دل کے داغ میں بو

گرے جو اوس لب میگوں سے قطرہ دریا میں
شراب کیسی حباون کے ہو ایاغ میں بو

اوگے ہے لالہ کہاں قیس و کوہ کن کی یہ
ہنوز خون کی آتی ہے کوہ و راغ میں بو

دل برشتہ کی اس طرح بو ہے سینہ میں
کہ جیسے سوختہ دانہ کی ہو اوجاغ میں بو

کہاں ہیں وامق و فرہاد و قیس کیا جانے
لی نہ عشق کی اس راہ بے سراغ میں بو

شمیم زلف و لائی صبا ظفر جب سے
سمائی اور ہی کچھ اپنے ہے دماغ میں بو

دیگر

سبب فساد کا اوس گل کی جب دورنگی ہو
تو کیونکہ کوچہ بکوچہ نہ خانہ جنگی ہو

جو ہیں نصیب پہ شاکر سدا کبھی اون کو
نہ کچھ نشاط فراخی نہ رنج تنگی ہو

نہ کیونکہ زیر فلک رنگ ماتمی ہووے
کلاہ اس نے جب اپنی سیاہ رنگی ہو

نشا ہو جس کو محبت کا سبزہ رنگوں کی
عجب نہیں کہ وہ مشہور سب میں بنگی ہو

بہم ہے کیونکہ وہ رخسار و زلف حیران ہوں
کہ متفق نہ کبھی زنگی و فرنگی ہوں

عجب نہیں ہے کہ اوڑ جائیں سر ہزاروں کے
درا جو ہاتھ میں تلوار اوسکے ننگی ہو

لگاتے دختر رز کو تو منہ ظفر تم ہو
گلے کی ہار تمہارے نہ یہ دبنگی ہو

دیگر

ہوئے تم پہ جو عاشق ہم بھلا مانو برا مانو
اوٹھائے لاکھ رنج و غم بھلا مانو برا مانو

بھلے ہیں یا برے ہیں کچھ ہیں لیکن ہم تمہارے ہیں
کہے جائیں گے یہ ہر دم بھلا مانو برا مانو

نہ یہاں تک آپ آتے ہو نہ تم ہم کو بلاتے ہو
کہیں گے بے مروت ہم بھلا مانو برا مانو

یہ دل دیوانہ ہے اپنا کوئی رہتا ہے بن چھیڑے
تمہارا طرۂ پرخم بھلا مانو برا مانو

عرق آلودہ عارض کو تمہارے دیکھ کر عاشق
بتاتے ہیں گل و شبنم بھلا مانو برا مانو

تمہارے ہم گل و چشم کو برعکس کہتے ہیں
صراحی اور جام جم بھلا مانو برا مانو

نچھوڑا پر نچھوڑا تم نے ملنا غیر کا پیارے
ہمیں تو کھا گیا غم بھلا مانو برا مانو

تمہاری دوستی میں مر گئے لاکھوں نہ رحم آیا
تمہیں ہو دشمن عالم بھلا مانو برا مانو

برو کو منہ لگاتے ہو بھلوں سے تم کو نفرت ہے
ظفر کو ہے یہی بس غم بھلا مانو برا مانو

یوں رہو غیر کے گھر پھر خفگی کیونکہ نہو
نہ کبھی آؤ ادھر پھر خفگی کیونکہ نہو

سب جتاتے کرو اوس کوچے میں تم حضرت
اس طرح دو دو پہر پھر خفگی کیونکہ نہ ہو

ہم نہیں چھوڑتے ہیں اوسکا خیال رخ دیار
ہم پہ یوں شام و سحر پھر خفگی کیونکہ نہو

روبرو اوس رخ روشن کے شب ماہ میں ہم
دیکھیں گے سوئے قمر پھر خفگی کیونکہ نہو

اوس کے جاتے ہی دلا جی سے گزر جاتے ہیں
کچھ توقف ہو اگر پھر خفگی کیونکہ نہو

ابر مژگان سے جو ہر روز کہے تو برسات
اوگی اے دیدۂ تر پھر خفگی کیونکہ نہو

جھوٹی سچی جو مری اونسے لگائیں باتیں
ایسے لوگوں سے ظفر پھر خفگی کیونکہ نہو

تصور زلف مشکیں ہے یہ کس کی بندھا مجکو
جہاں میں جو نظر آتا ہے اک اندھیرا سا مجکو

مطلع ثانی

کہا بلبل نے عشق گل میں یہ حاصل ہوا مجھکو
کہ غنچے چین بجا کر چٹکیاں دیتے اوڑا مجھکو

کسی صورت تو میں اے ضعف پہونچوں کوے جاناں تک
بٹھا کر دوش پر لے چلے باد صبا مجھکو

کہوں کیا غیب سے کیا آ لگا اک دل پہ مکا سا
ترا جوڑا جو شکو یاد آیا مہ لقا مجھکو

سرود نالہ دل نے بھرے ہیں کان اپنے تو
ترے یہ چہچہے مرغ چمن خوش آئیں کیا مجھکو

محبت کو جو یہ دل ابتدا میں سہل سمجھا ہے
نظر کچھ اور ہی آتا ہے اس کا انتہا مجھکو

مزا اس عشق کا وہ ہے کہ جس سے سب مزے بھولے
نہیں ہے یاد دنیا کا ظفر کوئی مزا مجھکو

دیگر

اپنے پر زور تھے یاں جنکے سہارے بازو
وہ نظر آتے نہیں ہائے ہمارے بازو

غم واندوہ رہیں کیوں نہ لگے ساتھ ان کے
حضرت دل کے یہی دونوں ہیں پیارے بازو

جینے سے سینہ لگانے میں قباحت ہے اگر
اگر ذرا ملنے دو بازو سے تو پیارے بازو

بھولی آئی ہو سہو کہاں بیچ تو کھوبا زوبند
آتے خالی ہیں نظر آج تمہارے بازو

ماہ نو کو جو ترقی ہے ترے ابرو سے
جانتے خال کو بھی اپنا ہیں تارے بازو

گر ترا تیر نگہ تیر ہوائی بنجائے
سرخ ہوں خون سے پرندوں کے بھی سارے بازو

دیکھیے ہوتے ہیں ہم کس سے بغلگیر ظفر
خود بخود آج پھڑکتے ہیں ہمارے بازو

دیگر

یونہیں گر ان بتوں پر ہم فدا ہوں گے تو ہونے دو
جو ہم پہ ہر ہمدمو جور و جفا ہوں گے تو ہونے دو

مطلع ثانی

بتو پیر زاہد و گر مرتد ہوا ہونگے تو ہونے دو
تمہیں پھر کیا گنہگار خدا ہونگے تو ہونے دو

اگر ہم مائل زلف دوتا ہوں گے تو ہونے دو
کسیکو کیا گرفتار بلا ہونگے تو ہونے دو

ٹلیں گے بالہوس آسا نہ میدان محبت سے
اگر ہم کشتۂ تیغ جفا ہونگے تو ہونے دو

ذرا آئیں سنکی وہ مقتل عشاق تک اپنے
جو لاکھوں فتنۂ محشر بپا ہونگے تو ہونے دو

اوٹھیں گے اسطرحیو ہم نہ ہرگز کوے جاناں سے
جو پامال عدو جون نقش پا ہونگے تو ہونے دو

رہیں گے غرق ہی دائم ہم و کی بحر الفت میں
اگر اس پر بھی وہ نا آشنا ہونگے تو ہونے دو

چلتے ہیں کوچہ گیسو میں شامت حضرت دل کی
بلا سے وان گرفتار بلا ہونگے تو ہونے دو

ظفر تم آج شبکو گھر میں اوس مہوش کے جا دیکھو
بلا سے اس کے چرچے جا بجا ہونگے تو ہونے دو

تری زلفوں کا ہوا جیسے کہ سودا ہم کو
ایک اندھیر جہاں میں نظر آیا ہم کو

مطلع ثانی

دے چکے آپ تسلی و دلا سا ہم کو
مرحمت کیجئے اب دل ہی ہمارا ہمکو

ہم پہ اس طرح جو رکھتے ہو روا جور و ستم
کیا نہیں جانتے بت بندہ خدا کا ہم کو

اپنی برگشتگی بخت کا یا رب ہو برا
دین بھلائی پہ بھی الٹا وہ اولٹا ہم کو

شکل آئینہ جو ہم آنکھ بہم رکھتے ہیں
اپنی صورت میں وہی بت نظر آتا ہم کو

تری وحشت نوردی کی جو طاقت تو جنون
کنج زندان ہی میں پھر تو نے بٹھایا ہم کو

عمر کی ہم نے بسر بے خبری میں یونہیں
وائے قسمت نہ خبر کوئی بھی آیا ہم کو

کچھ تو تھی دل میں کدورت جو بے خط غبار
ایک خط اوس بت نو خط نے نہ لکھا ہم کو

قصد ہے کشتن عشاق کا لیکن پہلے
دیکھیے اور کو وہ قتل کرے یا ہم کو

شور محشر سے نہ بیدار ہوں بے مستی عشق
اس قدر تو نے تھپک کر ہے سلایا ہم کو

جب سے کی سیر بہار چمن حسن ظفر
کوئی دنیا کا تماشا نہیں بھایا ہم کو

دیگر

آپ کو رسوا نہ زیر چرخ مینائی کرو
غافلو دیکھو سمجھ کر پارہ پیمائی کرو

اس طرح کا ہے کہ اوس جان جہان پر ہو فدا
حضرت دل تم اگر کچھ خوف رسوائی کرو

کام کرتی ہے اشارہ میں ہزاروں کے تمام
تیغ ابرو کو ذرا تم کار فرمائی کرو

کھول کر زلف سیہ رخسار پر پھرتے تو ہو
رفتہ رفتہ پر کہیں ہم کو نہ سودائی کرو

کرتے ہو کیا کیا بیان کے تم مکان آراستہ
غافلو ان کی بھی و کچھ خانہ آرائی کرو

جان لب پر آ گئی بیمار درد ہجر کی
اب تو اے رشک مسیحا کچھ مسیحائی کرو

صاف آ جائے نظر پھر جلوہ جاناں تمہیں
دیدہ دل میں ظفر پیدا جو بینائی کرو

دیگر

ہر اک سخن پہ نہ میری زبان تو پکڑو
رقیبو آگے مرے اپنے کان تو پکڑو

تم اور ہم سے زیادہ جنوں میں ہو معقول
ہمارے سامنے اے قیس کان تو پکڑو

زمین کوچہ قاتل پہ جائے جانبازو
پکڑنے دے جو تمہیں آسمان تو پکڑو

س اپنے کوچے میں جو تم شوق سے بنا کر چور
مری طرف سے جو ہو بدگمان تو پکڑو

خدا کے واسطے کہنے دو کچھ ہو ہم کو تو
نہ گفتگو میں ہماری زبان تو پکڑو

لکھا ہے خط کوئی جینے کے تمہارے بن
کہ مدعا کوئی کوئی نشان تو پکڑو

خدنگ یار کہاں جاتے ہو ابھی جانا
ہمارے دل میں ذرا تم مکان تو پکڑو

جتانا اپنی نزاکت تمہیں ہے گلشن میں
تم اس خطا پہ ذرگل کے کان تو پکڑو

پھر آج بھاگ چلا دل اوسی گلی کو ظفر
پکڑ سکو جو اوسے مہربان تو پکڑو

دیکھ کر رخ پر کھلی زلف چلیپا رات کو
اور بھی ہم کو ہوا وہ چند سودا رات کو

باد خال رخ میں تیرے مہ جبیں سوتے نہیں
ہم پڑے گنتے رہے اک اک ستارا رات کو

مانگ ہے زلفوں میں تیرے اے بت زہرہ جبیں
یا فلک پر کہکشاں کا خط ہے سیدھا رات کو

چاند سے مکھڑے پہ بلتی ہے ہوا سے کب وہ زلف
چاندنی میں پھر رہا ہے سانپ کالا رات کو

آپ یوں چھپ چھپ کے کوئے یار میں جاتے تو ہیں
حضرت دل پاسبان سے ہو نہ جھگڑا رات کو

سرمہ سا آنکھوں کے تیرے وحشی اے آہو نگاہ
بیٹھے ہیں اک بچھا کر مرگ چھالا رات کو

ڈر ہے چشم ماہ کی تم کو نہ لگ جائے نظر
دیکھو کوٹھے پہ چڑھو اپنے نہ تنہا رات کو

قطعہ

تم جو کہتے ہو کہ دن کو ہوتا ہے افشائے راز
گھر میں میرے اے ظفر تو شوق سے آ رات کو

اپنے دربانوں سے یہ کہدو ہمیں ٹوکیں نہیں
ورنہ ہو جائے گا در پر مفت دنگا رات کو

دیگر

دیکھو بوسہ نہ بت ہوش ربا سے مانگو
اپنی اے حضرت دل خیر خدا سے مانگو

اندرون گلشن عالم کی مخالف ہے ہوا
الامان غنچو لبکی ہوا سے مانگو

تشنہ کامان محبت سے یہ کہدو جو تمہیں
چاہیے آب تو اوس تیغ جفا سے مانگو

تم سے دم باز کو دیتا ہوں کوئی اپناد
لاکھ دے کے مجھے دم ور دلاسا مانگو

کوئی دم اور بھی دیدار صنم دیکھنے دے
مہلت اے حضرت دل اتنی قضا سے مانگو

اوسکے در سے نہیں محروم کوئی بھی جاتا
جو تمہیں مانگنا ہو اپنے خدا سے مانگو

دولت شاہی باطن بھی اگر چاہتے ہو
تو ارادت سے ظفر تم فقرا سے مانگو

دیگر

تمہارے چشم کے کشتوں میں جدائی مقرر ہو
تو پھر رنگ کفن بھی او سکا بادامی مقرر ہو

دلا جاتا ہے کو ئے یار میں تو اور میں ڈرتا ہوں
کہ تیرے نام کچھ اس میں نہ بدنامی مقرر ہو

جو دردصاف جام مے رکھے پیر مغاں ساقی
مرید آ کر پھر او سکا سو لوی جامی مقرر ہو

تری جو زلف شبگوں کا ہو کشتہ دفن کو او سکی
عجب کیا گر زمین کشور شامی مقرر ہو

جو تو ہو وے بہت خودکام پر مائل تو پھر حاصل
نہ کیونکر اے دل ناکام ناکامی مقرر ہو

نہ کیونکہ ہم پئیں حسرت سے اپنا خون دل ہر دم
جو گھر غیروں کے بزم بادہ آشامی مقرر ہو

گماں ہرگز نہ اوس خودکام سے کرنا ظفر تم پر
کہیں ایسا نہ ہو الزام خودکامی مقرر ہو

دیگر

کہیں گے ہم کبھی اولٹا نہ ہرگز یار سیدھی کو
ہیں اولٹے جو کہیں ٹیرھا تری رفتار سیدھی کو

تمہاری قامت زیبا کا ہر دم وصف کرتا ہوں
نہ کہنا تم کبھی اولٹا مری گفتار سیدھی کو

خم ابرو کو تیرے دل ہی میرا لے ہے چھاتی پر
نہ لیوے ورنہ سینے پر کوئی تلوار سیدھی کو

نہ اہل حلم دل میں بات رکھکر ہوں گران خاطر
کہ رکھے دل میں اولٹے کو نہ کچھ کہسار سیدھی کو

ہمیشہ کج روی کی بات ہے مقبول عالم میں
سمجھتے ہیں خلش گر دل میں مثل خار سیدھی کو

نہ ہوتی قدر ہرگز راست بازوں کی زمانے میں
سمجھتا ہی نہیں ہے چرخ کج رفتار سیدھی کو

ظفر کیسی پڑھادی غیر نے پٹی اونہیں اولٹی
کروں اقرار اولٹی کو پہاں انکار سیدھی کو

وحشت یہ کہہ رہی ہے کہ گھر سے نکل چلو
آئی بہار پھر نئے سر سے نکل چلو

جانا ہے کوئے یار میں تم کو اگر شتاب
اے طفل اشک دیدۂ تر سے نکل چلو

ہم رقیب ہو جو مرے گھر کی راہ میں
اے جاں اوس در کے گذر سے نکل چلو

گردش میں چشم قبلہ نما کی طرح سے ہے
جب جانے چھپ کے میری نظر سے نکل چلو

فرقت میں کہہ رہی ہے مری آہ گرم رو
سینہ میں دل سے جان سے جگر سے نکل چلو

کہتا خدنگ نالہ سے ہے اپنا تیر آہ
نہ گنبد فلک کی سپر سے نکل چلو

تم بات بھی نہ راہ میں اغیار سے کرو
لڑتے جھگڑتے اپنے ظفر سے نکل چلو

دیگر

اگر الفت کے قابل دل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو
ظفر تم اس میں کچھ حاصل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو

قباحت زاہدو کیا ہے بتوں کے سجدہ کرنے میں
جو ہر شے میں اوسے شامل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو

کرو کچھ گفتگو اون سے نہ یارو میری جانب سے
اگر میرا سا اپنا دل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو

ارادہ حضرت دل کوچہ قاتل میں جانے کا
نہیں تم کچھ اگر مشکل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو

برنگ شمع سر کا تو مرا تھیا جلا ڈالو
مناسب جو سر محفل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو

کروا سے پرستو گفتگو کچھ تم نہ زاہد سے
گر اوسکو بات کے قابل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو

ظفر جب کا عمل کرتے نہیں کیوں اوس پری وش پر
اگر تم آپ کو عامل سمجھتے ہو تو کر بیٹھو

دیگر

تم مرے دلربا ہو کچھ کہہ لو
دیدو اک بوسہ چاہے کچھ کہہ لو

اے بتو کہنے میں برا میرے
گر تمہارا بھلا ہو کچھ کہہ لو

باوفا ہیں کہیں گے کچھ نہ تمہیں
تم ہمیں بے وفا ہو کچھ کہہ لو

ہو گئے تیز جے نہ ہم کبھی تم سے
ہمیں اسکا گلا ہو کچھ کہہ لو

اور ہوتا تو ہم بھی کچھ کہتے
تم مرے آشنا ہو کچھ کہہ لو

حال اپنا تم اونسے حضرت دل
اور بھی گر رہا ہو کچھ کہہ لو

زاہدو رند ہم کو یا میخوار
تم بڑے پارسا ہو کچھ کہہ لو

اے ظفر داخل کیا جو غیرت آئے
اوسکو جو بے حیا ہو کچھ کہہ لو

دیگر

وان سے رقیب دفع کہیں ہوں کوئی نہ ہو
جب ہے مزا اکیلے ہمیں ہوں کوئی نہ ہو

افسوس آہ و نالہ فغاں تیرے گوش زد
تا چرخ جائے ماہ جبین ہوں کوئی نہ ہو

بہتر ہے واقف اپنے اگر دل کے راز سے
رکھتے جو عشق پردہ نشیں ہوں کوئی نہ ہو

دیکھا بتوں کو ہم نے خدائی میں دوستو
جیسے یہ دشمن دل و دین ہوں کوئی نہ ہو

افسوس ہے کہ خنجر و شمشیر اپنے پاس
جب غیر ہم پہ چین بجبیں ہوں کوئی نہ ہو

ہمتا تیرے کو ہر بدان سے بحر حسن
ہمرے ہوں خواہ درشوں ہوں کوئی نہ ہو

یوں تو ہوں جان نثار بھی اوسپہ بلبوں
جب کھینچتے وہ خنجر کیں ہوں کوئی نہ ہو

کیا ہی ہما ہمی ہے بتوں کو بھی اے ظفر
کہتے ہیں یہ جہان میں ہمیں ہوں کوئی نہ ہو

نو خطو خط کی نہ تم تحریر کی توبہ کرو
ایک چھوٹی جھوٹی اس تقریر کی توبہ کرو

بوسہ بے مرضی نہیں ہم نے لیا جو جرم ہیں
مہرباں تجویز سے تعزیر کی توبہ کرو

کہتی ہے وہ زلف اپنے عہد میں آہنگرو
تم گڑھت سے آہنی زنجیر کی توبہ کرو

اپنے منہ سے آپ کہتے ہو کہ ہیں تقصیر وار
ہم نے مانا تم نے گر تقصیر کی توبہ کرو

مل گئے یاں خاک میں کیا کیا محل جو نقش پا
غافلو اس فکر سے تعمیر کی توبہ کرو

آ گئے پہلے ہی قبضہ میں تمہارے اے میاں
کیوں علم پھر ہم پہ یوں شمشیر کی توبہ کرو

منہ ہے کیا اے مانی و بہزاد جو کھینچو گے تم
کچھ شبیہ اوس عالم تصویر کی توبہ کرو

گر ہوئے یاں صاحب توقیر بھی کیا فائدہ
آرزو سے غافلو توقیر کی توبہ کرو

کیمیا تقدیر ہی کو اپنے سمجھو اے ظفر
کرتے ہو کیوں جستجو اکسیر کی توبہ کرو

دیگر

مدت کے بعد آج ادھر کیونکر آئے ہو
از خود جو آئے ہو مرے گھر کیونکر آئے ہو

چہرے پہ اوڑ رہی ہیں تمہارے ہوائیاں
سرتا قدم عرق میں ہو تر کیونکر آئے ہو

کل کیوں گئے تھے روٹھ کے تم ہم سے کیا سبب
آج آئے ہو جو رشک قمر کیونکر آئے ہو

آنکھیں ملا کے ہم سے کرو بات صاف صاف
کیا آپ کو ہے مد نظر کیونکر آئے ہو

آنا تمہاری ذات سے تو یاں بعید تھا
اپنے زہے نصیب مگر کیونکر آئے ہو

شب کو تو میرے پاس نہیں آئے تم کبھی
کچھ تو سبب ہے وقت سحر کیونکر آئے ہو

دل آپ کا جو صاف ہے مانند آئینہ
یاں دل میں کب غبار ہے پر کیونکر آئے ہو

میں تو یہ جانتا تھا مرے آئے قتل کو
لائے نہ تیغ ہو نہ سپر کیونکر آئے ہو

کہنے لگے کہ تم بھی عجب شخص ہو کوئی
ہم سے جو پوچھتے ہو ظفر کیونکر آئے ہو

قطعہ

لائی ہے کھینچ کر کشش دل سے آپ کی
کہتے ہو بار بار ادھر کیونکر آئے ہو

اس پوچھنے پہ ہم نہیں آئیں گے پھر کبھی
منہ سے نہ کہنا بار دگر کیونکر آئے ہو

ردیف ہای مختفی

ہو میں وا نہیں اوس زلف عنبرین کی گانٹھ کھلی ہے نافہ مشک تتار و چین کی گانٹھ
صبا وہ چور ہے بادی کہ کھول لے ہے الگ چمن میں غنچہ نسرین و یاسمین کی گانٹھ
سبب گرفتہ دلی کا ہے مایہ دنیا صدف کے دل میں ہے دیکھو در ثمین کی گانٹھ
کشادکار ہو دل کی کہیں کھلے جلدی الہی گوشہ ابروے مہ جبین کی گانٹھ
بھیر ناحن سوج حبا کبھی نہ کھلے حباب وار ہمارے دل حزین کی گانٹھ
خدا بچائے کہ عارض پہ سبزہ رنگوں کے یہ گانٹھ زہر کی ہے خال عنبرین کی گانٹھ
ظفر جدا ہو نہ تسبیح سے کبھی زنار
ہر ایک دانہ کے گھٹ میں ہے کفر و دین کی گانٹھ

لب خوبان مہ جمال کو دیکھ مج کو تا ئی ہنسی ہلال کو دیکھ
تیرا کلک خیال سے نقشہ کھینچا ہن دیکھے اس کمال کو دیکھ
ہو قیامت بپا قیامت پر تیرے قامت کو تیری چال کو دیکھ
اے دل اوس زلف سے الجھ کر تو سر پہ لیتا ہے کیوں وبال کو دیکھ
رکھتا ہوں میں خیال وصل ترا مجھ کو دیکھ اور مرے خیال کو دیکھ
تیرہ بختوں کا کوکب طالع گر نہ دیکھا ہو اپنے خال کو دیکھ
بوسہ مانگوں تو وہ کہے ہنس کر اپنے منہ کو اور اس سوال کو دیکھ
ہے یقین جلد آئے گا قاصد کر گیا ہے وہ میرے حال کو دیکھ
پڑھتا ہوں قافیہ بدل کے غزل
اے ظفر میری بول چال کو دیکھ

تو اوٹھا کر نظر ادھر کو دیکھ میں رہا ہوں تری نظر کو دیکھ

مطلع ثانی

وہ جو ہنسنے لگے ادھر کو دیکھ
پا گئے کچھ مری نظر کو دیکھ

تار بارش کو دیکھتا کیا ہے
مری مژگان چشم تر کو دیکھ

شمع گھٹتی ہمیں صبح تک سو بار
رات اوس غیرت قمر کو دیکھ

شعلہ کیا کانپتی ہے بجلی بھی
اوس مری آہ پر شرر کو دیکھ

کھینچ لایا ہے آخرش صبح کو
کشش دل کے اس اثر کو دیکھ

تیرے کیا کیا ستم سہے میں نے
اے ستمگر مرے جگر کو دیکھ

دیکھا دان کسی کا عیب نہ دیکھ
دیکھتا ہے اگر ہنر کو دیکھ

کان سے جو سنا تھا مجنوں کو
وہ گیا آنکھ سے ظفر کو دیکھ

دیگر

دیکھ اسے آئینہ رو اپنا دکھا مت نقش
ہم کو دکھلائے گی کچھ اور ہی حیرت نقش

ماہ کنعان ترا ہمشکل ہو کس صورت سے
نہ یہ صورت نہ یہ اسکان ملاحت نقش

گر یہی تیری درازی ہے تو پھر صبح نکل
دیکھیے اپنا ہو کیا اے شب فرقت نقش

دیکھ کر نقش ترا کہتے ہیں سارے نقاش
یہ کھینچے کس سے بجز خامہ قدرت نقش

ماہرو چہرہ ہے زرد اشک ہیں مانند گہر
تیرے عاشق کا ہے یہ عشق کی دولت نقش

جس نے مجنوں کو نہ دیکھا ہو وہ مجھ کو دیکھے
ایک سا دونوں کا ہے باعث وحشت نقش

دل نے کی دیکھتے ہی ایک قیامت برپا
وہ کہ قامت کا ظفر ہے وہ قیامت نقش

دیگر

جھپکتی سکی ہے اوس شوخ پر عتاب سے آنکھ
وہ کون ہے کہ لڑی جس کی آفتاب سے آنکھ

کیا گناہوں نے میری مجھے یہ شرمندہ
کہ میری اوٹھ نہیں سکتی کبھی حجاب سے آنکھ

صفائی دیدہ کی دیکھو حیا کا میل نہیں
مثال آئینہ دھوئی ہوئی ہے آب سے آنکھ

نہووے قابل نظارہ گل رخسار
ہزار بار اگر دھوئیں ہم گلاب سے آنکھ

پیے ہے خون کسی کا یہ تیر غمزہ چشم
نہیں ہے سیر تری تشنہ شراب سے آنکھ

تری جو عارض روشن کی اک جھلک دیکھی
بس اپنی سیر ہوئی سیر ماہتاب سے آنکھ

پھر اخراب وہ خانہ بخانہ وحشت میں
تمہاری پھر گئی جس خانمان خراب سے آنکھ

یہ میرے طالع خفتہ کی خوبیاں ہیں کہ وہ
جب آئیں خواب میں کھل جائے میری خواب سے آنکھ

خدا نے دی ہے نظر جس کو اے ظفر اوسکی
رہی ہے ایک ہی پیری تلک شباب سے آنکھ

اپنی تو سوا تیرے کسی پر نہ پڑی آنکھ
سو پردوں میں اے پردہ نشین تجھ سے لڑی آنکھ

کیا پوچھتے ہو رات ہے کس طرح گزرتی
لگتی شب فرقت میں نہیں اک گھڑی آنکھ

ہر ایک مژہ کو مرے ٹکڑوں سے جگر کے
کیا خوب بنا دیتی ہے پھولوں کی چھڑی آنکھ

دنیا کی شد آمد کا شریفوں کو تحمل
کیونکر ہو اوٹھا سکتی نہیں چوٹ کری آنکھ

غارت گر دل یوں تو ہین سب ابرو مژگان
پر آفت جان سب سے ہے اے شوخ پڑی آنکھ

کیونکہ نہ جلے دیکھ کے پروانہ کہ سب سے
اے شوخ لڑائے ہے تو بے شرم کھڑی آنکھ

جھڑ جاتی ہے اک پل میں ظفر ابرو کی تیغی
جس وقت لگا دیتی ہے اشکوں کی جھڑی آنکھ

دیگر

نکر ہر ایک سے تو وہ کلام بیہودہ
کہ جس سے ہو ترا مشہور نام بیہودہ

نصیب ہو گا نہ ہرگز وہ بوسہ رخ و زلف
یہ ہے خیال ہمیں صبح و شام بیہودہ

ترے شہید محبت کی نعش پر قاتل
ہوا ہے خلق کا کیوں اژدہام بیہودہ

جو اشک و خون نہو بیفائدہ ہے دیدہ دل
بغیر بادہ ہے مینا و جام بیہودہ

ترے خرام کے آگے غرور فتنہ حشر
ہے ایک لاف سے اے خوشخرام بیہودہ

جو دل میں آئے سو فرماؤ مجھ کو حضرت عشق
کرے گا عرض نہ کچھ یہ غلام بیہودہ

نہیں دہن میں مرے غنچہ لب کے جائے سخن
کلام کرتا ہے یان لا کلام بیہودہ

نہ کچھ ہے گریہ سے حاصل نہ آہ و نالہ سے
ہمارے عشق میں ہیں دونوں کام بیہودہ

جو ذکر کیجئے کچھ اے ظفر تو ذکر خدا
بغیر اس کے ہیں باتیں تمام بیہودہ

دیگر

گو تمنے خفا ہو کے نہیں بات کہی کچھ
پر دل میں تمہارے خفگی ہے تو سہی کچھ

میت کش گردون دنی کس کی بلا ہو
دل میں تو تمنا ہی نہیں اپنے رہی کچھ

کم قسمتی اپنی کے سوا اور تو ہم کو
کھلتا نہیں اونکا سبب کم نگہی کچھ

گر یہ سے جو میرے نہو برسات تو پیدا
دنیا میں نہ غلہ ہو نہو دود دہی کچھ

سہہ سکتا بھلا کون ستم تیرا ستمگر
البتہ جفا ہم نے سہی ہان تو سہی کچھ

دریا مرے اشکوں کا جو چڑھ جائے تو گردون
معلوم ہو یہ آئی ہے گھڑی سی بہی کچھ

جس کے کلہ فقر ظفر سر پہ سجا ہو
وہ مال سمجھتا ہی نہیں تاج شہی کچھ

ہر ادا اک بلا معاذ اللہ
تو وہ کافر ادا معاذ اللہ

دل کے ڈسنے کو کیا بلا ناگن
ہے وہ زلف دوتا معاذ اللہ

چشم سحر آفرین و قہر خدا
نگہ فتنہ زا معاذ اللہ

ناصحو ہو سکے ہے کب مجھ سے
ترک مہر و وفا معاذ اللہ

میں کہوں توبہ مے سے جھوٹ نہ بول
توبہ کر زاہدا معاذ اللہ

جو برا سمجھے آپ کو وہ کہے
کیا کسی کو برا معاذ اللہ

تجھ سے دل لے کے دیں گے اور کو ہم
غلط اے دلربا معاذ اللہ

اے ظفر چھیڑنے پہ زلف کی رات
ہوئے برہم وہ کیا معاذ اللہ

نشے میں کس نے اتارا تھا طاق سے شیشہ
کہ گر کے ہاتھ سے ٹوٹا تڑاق سے شیشہ

ہمیں تو جام ہی پہ ٹالتا رہا ساقی
ہوا نصیب کبھی اتفاق سے شیشہ

بہت دنوں میں جو ہوتی ہے بزم وصل نصیب
ملے ہے جام سے کیا اشتیاق سے شیشہ

نہ کر فلک سے طلب شربت محبت کی
بھرا ہوا ہے یہ زہر نفاق سے شیشہ

اگر اشارہ ہو کچھ چشم مست ساقی کا
تو آئے بزم میں اک طمطراق سے شیشہ

جو سیکھے لب سے ترے طرز خندہ نمکین
چلے نہ بزم میں خالی مذاق سے شیشہ

دیگر

پڑے جس جا پہ تری زلف دوتا کا سایہ
نہ ہے جام کو وان اور بلا کا سایہ

کیا عجب شاخ کو گر گاوزمیں کے توڑے
ای گرانبار غم و رنج و عنا کا سایہ

اوس سے پیدا گل اورنگ ہوا گل مہندی
پڑے جس خاک پہ اوس فندق پا کا سایہ

اپنے آرام کو اس باغ جہاں میں ساقی
خوب مستوں نے ترے تاک کا تا کا سایہ

دل دیا جسنے ہے اوس مہر لقا کو اپنا
کہ پڑا جس پہ نہیں مہر و وفا کا سایہ

کشتۂ دست حنائی ہوں مری تربت پر
کیا عجب ہے کہ رہے نخل حنا کا سایہ

اپنی قسمت سے ہیں ہم آپ ظفر ظل اللہ
نہیں درکار ہمیں بال ہما کا سایہ

دیگر

کر دے وہ اک دم میں سب تیغ نظر سے فیصلہ
جان کا تن سے فیصلہ ہو تن کا سر سے فیصلہ

کیوں جواب خط قلم انداز ہوتا ہے مرا
ہو نہیں سکتا کچھ اس کا نامہ بر سے فیصلہ

دوپہر کے بعد تم آئے تو پھر کیا فائدہ
ہو گیا پہلے ہی یاں تو دوپہر سے فیصلہ

کرتی ہیں کاوش مرے دل سے وہ مژگان بیٹھے
کیونکہ ہووے اس کا چشم فتنہ گر سے فیصلہ

میرا اوٹکا فیصلہ ہو کس طرح جب تک نہو
کچھ ادھر سے فیصلہ اور کچھ اودھر سے فیصلہ

یہ محبت کا وہ جھگڑا ہے کہ روز حشر کو
شام تک جس کا نہو ہرگز سحر سے فیصلہ

یہ لڑائی روز کی اچھی نہیں اے مہربان
بیٹھ کر لیجئے اک دن ظفر سے فیصلہ

دیگر

اونے عرفہ سے جب اٹھائی آنکھ
دیکھ لی ہم نے لاابالی آنکھ

کچھ حیا بھی ہے تھوری آنکھوں میں
ہم سے اونے جو یوں چھپالی آنکھ

دیکھے اوس آنکھ کو کوئی پھر کیا
ہو جو سو بار دیکھی بھالی آنکھ

شب تاریک ہجر میں مجھ پر
ہر ستارے نے کیا اٹھائی آنکھ

پہ ہے ہر دم ترے تصور سے
ہوئی اپنی کبھی نہ خالی آنکھ

ظفر آنسو نہیں کبھی تھمتے
اپنی ہے کیا ہی رونے والی آنکھ

میرے خط کا گر ادے کچھ مدعا لگ جائے ہاتھ
سر قلم قاصد کا ہو کاتب کے بھی کٹوائے ہاتھ

مطلع ثانی

جسکو گل چلمن سے مہندی کے بھرے دکھلائے ہاتھ
خون ہی پی جاوں اوسکا میں جو وہ آ جائے ہاتھ

فندق و دست حنائی دیکھ کر کہتا ہے مست
ہائے رنگت ہائے فندق ہائے مہندی ہائے ہاتھ

اوس بت رنگین ادا کی یہ بھی ہیں رنگینیاں
جو بہانے سے حنا کے غیر سے بندھوائے ہاتھ

نقش روئے نکو تیرا کھینچا سکان کیا
لاکھ باری گر مصور توڑ کر ہنوائے ہاتھ

دیکھ کر گردون پہ خط کہکشاں کہتے ہیں مست
آسمان ہے اپنا بہر جام مے پھیلائے ہاتھ

اے ظفر تجکو ید اللہ کی قسم مت چھوڑیو
بعد مدت ہاتھ اوس بت کے ہیں تیرے آئے ہاتھ

دیگر

بجو کھولی زلف کی شانہ نے چھیڑ چھاڑ کے گانٹھ
کھلی نہ دل کی مرے بعد اس بگاڑ کے گانٹھ

کمند عشق میں پہلے ہی بند ہا پڑے
لگا رکن سے نہ اس صید کو پچھاڑ کے گانٹھ

مرے جو پاؤں کے چھالوں کی تھی گرہ دل میں
سو کانٹے کھول رہے ہیں وہ جھاڑ جھاڑ کے گانٹھ

جو بعد قتل بھی ہو دل میں تیرے کوئی گرہ
دے کھول لاش مری پاؤں سے لتاڑ کے گانٹھ

نہ دل گرفتہ ہو پھر کیونکہ ساکنان زمین
جب اس کے دل میں باعث ہو پھر پہاڑ کے گانٹھ

عدو کے بند قبا میں مرے دیکھانے کو
لگا رہے تھے وہ پیچھے کھڑے کیواڑ کے گانٹھ

لگا دیے دل و دین بازی محبت پر
اب اور کیا ہے کہ بیٹھے ہیں ہم جھاڑ کے گانٹھ

گئے تو ہیں مرے غم خوار وان مجھے ڈر ہے
ظفر نہ لے وہ ادھر سے ادھر اوکھاڑ کے گانٹھ

یہ قدرت نے جو لکھا ہے تمہارا نقشہ — نہ کھینچا ایک مصور سے وہ سارا نقشہ

مطلع ثانی

ہم نے دیکھا جو ترا آج دل آرا نقشہ — ہو گیا دیکھتے ہی اور ہمارا نقشہ
پنجہ مہر کی دیکھی نہ شفق میں یہ شکل — دست رنگین کا ترے ہے جو نگارا نقشہ
رخ روشن پہ ترے خال کا شب ماہ جبین — چھپ گیا دیکھ کے ہر ایک ستارا نقشہ
وہ خود آرا نہیں صورت ہے دکھاتا مجکو — تو مجھے کھینچ دے مانی وہ خدارا نقشہ
آفرین کلک تصور کو مرے کیا اوس نے — ورق دل پہ ہے سب اوسکا اوتارا نقشہ
اہ پر سور جلا دے نہ کہیں دامن چرخ — رکھتا ہے اور ہی کچھ اوسکا شرارا نقشہ
اک فقط رخ سے ہی کچھ ملتی یونہیں سی صورت — ملتا کب ماہ کا ہے یار سے سارا نقشہ

یار کی ملتی شباہت ہے اگر لیلی سے
تو ظفر ملتا ہے مجنوں سے ہمارا نقشہ

جوش گریہ سے لگی رہتی جو دریا بار آنکھ — ہو گئی کس بحر خوبی سے ہماری چار آنکھ
لگ گئے دل کو مرے آزار کیسے دیکھنا — لگ گئی جس دن سے تجھ سے اوبت عیار آنکھ
ہو تصور اوس رخ پرنور کا جس آنکھ میں — کیا عجب بن جائے گر وہ مطلع انوار آنکھ
پھر اس سے تو بلا سے میری گردن پر چھری — پر نہ مجھ سے پھیر اپنی قاتل خونخوار آنکھ
ہو گیا وہ محو حیرت صاف مثل آئینہ — پڑ گئی جس پر تری آئینہ رخسار آنکھ
دیکھتے ہی نیچی یہ نظروں سے کس گلزار میں — کیوں و نہیں اوپر اوٹھاتی نرگس بیمار آنکھ
سرمہ بینش نہو جب تک غبار میکدہ — اے ظفر ہرگز نہوو سے قابل دیدار آنکھ

دیگر

بنا آنکھ لیلی پری کی ہے جو ہے حور کی آنکھ
جو رسیلی ہے غضب ہوں بہت مغرور کی آنکھ

چشم انجم کی طرح ہجر کی شب ماہ لقا
نہیں اک لحظہ جھپکتی ترے مہجور کی آنکھ

بسکہ روئی غم دوری میں کسی کی برسوں
دیکھ سکتی نہیں چیز کو اب دور کی آنکھ

شوق دیدار میں تیرے جو کھلی رہتی نہیں
آج وہ بند ہوئی عاشق رنجور کی آنکھ

ہوتے ہیں دیکھتے ہی ہم اسے از خود رفتہ
رکھتی مستی سے ہے جام مے انگور کی آنکھ

کہتے نرگس ہیں جسے خاک سے یہ نکلی ہے
دید و دنیا کے لیے قیصر فغفور کی آنکھ

حق ہی کہتے ہیں سر دار بھی حق میں ہو ظفر
تو جھپکتی نہیں لاکھوں سے بھی منصور کی آنکھ

دیگر

پڑی جو دل میں ترے ہے وہ اپنے ناز میں گانٹھ
کس طرح نہیں کھلتی پڑے یہ بھاڑ میں گانٹھ

نسیم صبح بہاری بھی ہے بلا کی وہ چور
کہ کھولتی ہے غنچوں کی چھیڑ چھاڑ میں گانٹھ

نہ جرم بوسہ پہ پکڑو گلے سے لگ جاؤ
کہ غم کی دل میں پڑے نہ اس بگاڑ میں گانٹھ

گرہ جو سال گرہ کی تھی کوہکن کے لگی
بنی ہے لعل بدخشاں وہی پہاڑ میں گانٹھ

پھرے ہیں دشت میں دیوانے نقد دل دے کر
کہ زر کی رکھتے وہ مفلس نہیں اوجاڑ میں گانٹھ

لڑی تو آنکھ چرا لے گئی وہ دزد نظر
جو دل کے رکھی تھی سینے کی ہم نے آڑ میں گانٹھ

بن اوسکے مے کا جو اترا گلو سے گھونٹ ظفر
جو جا کے بن گیا چھاتی کے وہ کواڑ میں گانٹھ

کہتے سے ہو کیونکہ دل پاک بشر میں گرہ
دیکھی نہیں آج تک تار نظر میں گرہ

دیکھے مژہ پہ مرے پارہ دل جس نے گر
دیکھی نہو جون ثمر شاخ شجر میں گرہ

دود جگر سے مرے چرخ پہ ہو گا عجب
مرد مک آسا سیاہ چشم قمر میں گرہ

ہوتی کسی طرح سے کیوں نہیں واشدا سے
دل سے اگہی کہ ہے یہ مرے بر مین گرہ

دیکھے جو گرداب میں بادہ کشون نے جناب
سوجھی نشہ میں اونہیں دیکھو بھنور میں گرہ

خطوط میں لکھیں ہم اگر حال رگفتہ دلی
ہوویں کبوتر کے پھر سیکڑوں پر میں گرہ

فرقت ساقی میں آہ اوترا گلے سے نہ یان
قطرہ مے بن گیا حلق ظفر میں گرہ

دیگر

حضرت عم کا ہے گر قصد ادھر بسم اللہ
دل میں وہ آہ کہ حاضر ہے یہ گھر بسم اللہ

سطر ابرو سے ترے کیا ہے سر مصحف رخ
یہ قدرت کی لکھی اے نظر بسم اللہ

پاس و اوس مست کار پڑے جو نشہ کے باعث
کیا تعجب کہے زاہد بھی اگر بسم اللہ

دل میں ہے عشق جو اوس روے کتابی کا شروع
اپنے ہے ورد زبان آٹھ پہر بسم اللہ

سوجھی مستوں کو عجب دیکھ خط کا ہکشاں
صفحہ چرخ پہ لکھی ہے مگر بسم اللہ

بسمل شوق تڑپتا رہے کب تک قاتل
قتل کرتا ہے اگر اس کو تو کر بسم اللہ

کام انسان کا رہے بند ہی پھر دنیا میں
کنجی اس قفل کی ہووے نہ اگر بسم اللہ

کیوں لگاتا ہے ولا دیر جو ہونی ہو سو ہو
بحر الفت میں قدم شوق سے دھر بسم اللہ

دفتر علم و خرد ہم نے اوسی دن دھویا
کتب عشق میں کی جبکہ ظفر بسم اللہ

دیگر

دیویں قاصد کیا خط اوس بیڈھب کے ہاتھ
جو قلم کرتا ہو یکسر سب کے ہاتھ

غور سے دیکھا تو سب ہے خلق میں
دوستی و دشمنی مطلب کے ہاتھ

دل پھرے اوس سنگدل سے کس طرح
نکلے کیا پتھر کے نیچے دب کے ہاتھ

میری اونکی ہاتھا پائی دیکھنا
چڑھ گئے موقع پہ گروہ اب کے ہاتھ

اب جدا ہیں وہ تو کیا پر یاد ہیں
ہم کو وہ اونکے ملانے جب کے ہاتھ

عشق میں مرنے سے ہم ڈرتے نہیں
جان سے دھو بیٹھے ہیں ہم اب کے ہاتھ

ہو کے پیدل ڈالنا مت اے ظفر
اوپر اوسکے ناز کے مرکب کے ہاتھ

کھینچتا لے جو گے ضعف سے ہم ہانپ کے بیٹھ
زکن تو مل گئی اور چہ رخ گیا کانپ کے بیٹھ

ہم سے چھپ چھپ کے جو تم غیروں سے ہنستے ہو تو پھر
اوس کی کیا جان کو ہم روئیں گے منہ ڈھانپ کے بیٹھ

ناگن زلف کی تیری وبلا ہے کافر
دیکھ کر جس کو گئے دانت سیہ سانپ کے بیٹھ

شب کو وہ ماہ وش آیا جو لب بام تو ماہ
چادر ابر میں منہ اپنا گیا ڈھانپ کے بیٹھ

جودت طبع ظفر ہم ہیں جہاں دکھلاتے
باؤ کے گھوڑے بھی جاتے ہیں وہاں ہانپ کے بیٹھ

جی کھول کے رو لیجے ہے یہ ہوس شیشہ
پر ساتھ ہی ہچکی کے اولتا نفس شیشہ

داغوں میں محبت کے دیکھو تو مرے دل کو
رکھے ہوئے ساغر ہیں کیا پیش و پس شیشہ

منہ کھلتے ہی شیشہ کا اوڑ جائے ہے جائے ساقی
بوئے مے گلگون ہے مرغ قفس شیشہ

ہیں دیدہ و دل حاضر گر یار کے ہاتھوں تک
ہو دسترس ساغر اور دسترس شیشہ

ہر آبلہ پا سے ہمسر مرا شیشہ سے
اور کانٹے ہیں گردوں کی مانند مس شیشہ

کیا خوب ہو زیبد گر بادہ پرستوں کی
ہو گنبد تربت پر ساقی کلس شیشہ

دل میں ہے خیال آیا خال رخ جاناں کا
اب دیکھیے نکلے یہ کیونکر مگس شیشہ

ہے جی میں ظفر کیجیے خالی دم مے نوشی
شیشہ کو پس ساغر اور خم کو پس شیشہ

دیگر

لوگ تو روز سناتے ہیں خبر کچھ کی کچھ
پر ہمیں اور ہی آتی ہے نظر کچھ کی کچھ

سردمہری سے تری سرد ہے دل اس پر بھی
ہے مری گرمی بازار جگر کچھ کی کچھ

چھپ سکے عاشق و معشوق سے کیا راز بہم
کچھ سے کچھ حال اودھر شکل ادھر کچھ کی کچھ

ہو گئی شکل ترے صید کی اے صید فگن
لگتے ہی ایک ترا تیر نظر کچھ کی کچھ

پڑتے ہی آئینہ چہ رخ میں عکس رخ یار
ہو گئی روشنی شمس و قمر کچھ کی کچھ

آگے ہوتا تھا کبھی حال دگرگون دل کا
حالت اب رہنے لگی آٹھ پہر کچھ کی کچھ

رات بھر گر ترے بیمار کی یہ شکل رہی
دیکھنا صورت امید سحر کچھ کی کچھ

کچھ کہیں بھی ہم اگر اونسے حقیقت اپنی
فی الحقیقت نہ کہی جائے مگر کچھ کی کچھ

اونسے کہنا ہو جو کچھ تم کو سمجھ کر کہنا
کر بنا لیتے ہیں وہ بات ظفر کچھ کی کچھ

دیگر

میرے اوسکے ہو جو گھر میں ایک گھر کا فاصلہ
ہے مرے نزدیک وہ بھی کوس بھر کا فاصلہ

تیر مژگان پار سینہ سے ہوا اک جست میں
ہمدمو کچھ بھی نہ سمجھا دل جگر کا فاصلہ

دوپہر کو آئیں گے کہہ تو گئے وہ صبحدم
یان قیامت ہے عزیزو دوپہر کا فاصلہ

جھوٹ ہم کہتے نہیں ہیں تیری آنکھوں کی قسم
دل سے تو نزدیک ہے پر ہے نظر کا فاصلہ

اتصال زلف و رخ دیکھا جو یا ہم روٹھ گیا
عمر میں تیرے ساے صنم شام و سحر کا فاصلہ

پھاند کر دیوار جائیں شب کو گھر اوسکے مگر
ضعف سے کوسوں کا ہے دیوار و در کا فاصلہ

خیر گزری اوٹھ گیا جلدی سے ورنہ بزم میں
غیر میں اور یار میں تھا اک ظفر کا فاصلہ

دیگر

میں نہیں دل سے بت ہوش ربا کا بندہ
بندہ شرطی ہون و لے میں ہون خدا کا بندہ

مطلع ثانی

کوئی ایسا نہیں دنیا میں خدا کا بندہ
کہ نہیں اوس صنم ہوش ربا کا بندہ

کیونکہ پھر قدر ہو کچھ مہر و وفا کی اوسکو
کہ وہ ستمگر نہیں مہر و وفا کا بندہ

اللہ اللہ رے تیرے شرم و حیا کا عالم
ایسا دیکھا ہی نہیں شرم و حیا کا بندہ

ہو تر اثر بت دید اپنے سرج کو
درد میں ہو نہ وہ محتاج دوا کا بندہ

سرخرو حشر کو ہوگا وہی سب بندوں میں
جو شہید اوسکی ہوا تیغ جفا کا بندہ

تیرے ہر جور پہ صابر ہوں جفا پر راضی
دیکھ تو میں بھی ہوں کیا صبر و رضا کا بندہ

تو جو ہے بندہ حق بیٹھ خدا کے در پر
دربدر ہو کے نہ پھر حرص و ہوا کا بندہ

خواہ ہو گبر کوئی خواہ مسلمان لیکن
یاں نہیں کون تری آن و ادا کا بندہ

اے ظفر جیسے میں اوس بت کا بنا ہوں بندہ
دیکھتا ہے مجھے ہر ایک خدا کا بندہ

آج کل میں کچھ اور ہے نقشہ   گھری پل میں کچھ اور ہے نقشہ

اونکی الفت میں جو خلل آیا   اس خلل میں کچھ اور ہے نقشہ

ماتم کو کسی سے اے شیریں   ہر جبل میں کچھ اور ہے نقشہ

کیونکہ دیکھیے نہ پھونک پھونک قدم   اس عمل میں کچھ اور ہے نقشہ

دل مضطر کا یار بن تیرے   اب بغل میں کچھ اور ہے نقشہ

گر یہی غم سے اپنی حالت ہے   کوئی پل میں کچھ اور ہے نقشہ

اے ظفر آپ کی طبیعت کا   ہر غزل میں کچھ اور ہے نقشہ

دیگر

نہیں کہیں ہے تری چشم فتنہ زا کی پناہ   یہ وہ بلا ہے کہ بس اے صنم خدا کی پناہ

سوائے رنج و غم و یاس چاہ میں اونکی   دلا نہ ڈھونڈھ کسی یار وآشنا کی پناہ

پناہ مانگتا ہے جس کو دیکھ کر ہر شخص   غضب ہے تیغ ادا شوخ کج ادا کی پناہ

جفا سے تیری نہیں ڈرتے با وفا ظالم   کہ اونکے واسطے ہے عشق میں وفا کی پناہ

پھرے ہے سوچ ہوا سا قیا لیے شمشیر   نہیں بجز سپر جام اوس ہوا کی پناہ

بچے نگاہ سے دل تیرے کس طرح ظالم   کہ ہے جہاں میں کہاں ناوک قضا کی پناہ

اگر قبول ہو درگاہ ایزدی میں ظفر   تو دو جہاں میں کافی ہے اک دعا کی پناہ

ردیف الیا

خیال زلف نے یہ شکل رات سے کھودی   کہ ہم نے جان عی آج اپنے ہات سے کھودی

جہاں کے سارے حسینوں کی آپ نے خوبی   پھبن سے ناز سے شوخی سے گات سے کھودی

ترے مریض کی ہیں زندگی سے سب مایوس   جو گور اس کی ہے پہلے وفات سے کھودی

نشان نظر نہیں آتا کہیں محبت کا   یہ شے خدا نے ہے کیا کائنات سے کھودی

نگین دل پہ کیا کندہ نام تیرا دیکھ   یہ ہو رہی ہے کہ اک نا درات سے کھودی

برائی آئی بھی دل میں جو کچھ تغافل سے   تو اور نے اک نگہ التفات سے کھودی

وفا کا منہ سے نہ لینا تھا نام وان ہم سے

بس اپنی بات ظفر ایک بات سے کھودی

کہے ہے اور بیگانہ یگانہ اور کہتا ہے
دل اپنا اور کہتا ہے زمانہ اور کہتا ہے

نکل کر آہ سینے سے مرے کچھ اور کہتی ہے
اور آنسو آنکھ سے ہو کر روانہ اور کہتا ہے

نہیں آساں لگانا تیر دل پر سخت جانوں کے
کر اے ناوک فگن کچھ یہ نشانہ اور کہتا ہے

کہا کس کا کروں ہے قصد کعبہ اور کچھ کہتا
اور اس کافر کا شوق آستانہ اور کہتا ہے

یہ ہیں تقدیر کی باتیں کہ میں کچھ اور ہی کہتا تھا
ہوا وہ سن کے برہم اوسنے جانا اور کہتا ہے

اوری سنکر جسے اے قصہ خوان نیند اپنی آنکھوں سے
ہمارے آگے تو وہ ہی فسانہ اور کہتا ہے

جہاں میں اور شاعر اے ظفر کچھ اور کہتے ہیں
جو تو کہتا ہے شعر عاشقانہ اور کہتا ہے

اعجاز نما جلوہ موسائے فلک ہے
خورشید نہیں یہ ید بیضائے فلک ہے

انجم سے جو ہے انجمن آراستہ کتنا
کیا جانے وہ کون انجمن آرائے فلک ہے

کیا تاب تجھے دیکھ سکے ایک نظر بھی
ہر چند کہ مہ دیدہ بینائے فلک ہے

قطرے وہ جبیں پر نہیں ہیں جمع عرق کے
جس سے کہ خجل عقد ثریائے فلک ہے

دوری میں تری اے مہر بے مہر ہمیشہ
جولانگہ نالہ مرا پہنائے فلک ہے

غافل نہ ہو عشرت کا طلبگار فلک ہے
خالی یہ مے عیش سے مینائے فلک ہے

کہتا ہے ظفر خلق جسے ماہ پر نور
سجدے سے در یار کے سیمائے فلک ہے

دیگر

زلفوں پہ تیری آئینہ میں یہ گماں ہے
دریا پہ ہندوؤں کا ہے میلہ نہان ہے

تیرے مریض عشق کا اے شوخ سبزہ رنگ
یہ حال ضعف سے ہے کہ بس دھان پان ہے

نکلے ہے جبکہ دل سے مرے آہ شعلہ بار
بجلی بھی کہتی الحذر والامان ہے

یوں خال رخ سے اوس کے در گوش ہے قرین
گویا کہ مشتری کا زحل سے قران ہے

تعظیم دل کی کیوں نہ ہو رہتا ہے دل میں تو
پاتا شرف مکین کے سبب سے مکان ہے

انجم سے ہے جو خندہ دندان نما عیاں
ہنستا ہمارے رونے پہ شب آسمان ہے

کہتا ظفر کو بزم میں ہے کیوں برا بھلا
اے بدزبان اوسکے بھی منہ میں زبان ہے

دیگر

ہماری آنکھ ہے اک بزم یار میں جھکتی
نہ سو میں جھکتی ہے نے یہ ہزار میں جھکتی ہے

بھلے نصیب اگر ہوئے گردن عاشق
بزیر تیغ تری راہگوار میں جھکتی ہے

ہوا سے پلتی نہیں ہے یہ شاخ لالا کی
ترے سلام کو ہے لالہ زار میں جھکتی

ہزار فتنہ سرکش کو ہے جھکا دیتی
تری نگاہ ہے جس دم خمار میں جھکتی

کہے ہے زلف گرہ گیر کچھ مری پریشانی
جو ہے وہ گوش بت بد شعار میں جھکتی

جو نفع چاہو تو لو سود دل محبت میں
کہ جنس تلتی ہے یہاں اس دیار میں جھلکتی

قبل اون آنکھوں سے چشم نرگس شہلا
ظفر ہے اس سے وہ جوش بہار میں جھلکتی

کہکشاں سے خیمہ چرخ بریں پر جھول ہے
اور موج ریگ سے فرش زمیں میں جھول ہے

چست ہے قد پر ترے کیا ہی قبائے راستی
جیب میں نے جھول ہے نے آستیں میں جھول ہے

قطع کرنا چاہیے خیاط ہاتھوں کو ترے
تو نے کیوں رکھا قبا سے نازنیں میں جھول ہے

تن پہ مجنوں برہنہ کے نہیں چیں رو شکنج
رکھتی عریانی کچھ اپنے پوستیں میں جھول ہے

ہے عجب سلطان خاور سے کہ ہو اس پر سوا
اے ظفر اس چرخ گردوں بریں میں جھول ہے

گر کوئی اوصاف خال روئے دلبر کے لکھے
میری آنکھوں کی سیاہی سے قلم بھر کے لکھے

جس کو ہو منظور لکھنا اوس رخ روشن کا وصف
چاہیے صفحے پہ وہ ماہ منور کے لکھے

اس قدر مشکل ہے بیمار محبت کا علاج
گر لکھے نسخہ طبیب ہو سکا تو مر مر کے لکھے

ہے طویل اتنا بسر ہو جائے لکھتے لکھتے عمر
اگر کوئی جھگڑے کو اوس زلف معنبر کے لکھے

تیرے قد کی راستی کا جو کرے مضموں رقم
سطر سیدھی وہ بغیر از خط مسطر کے لکھے

کشتہ لعل لب جاناں کی تاریخ وفات
گر لکھے کوئی پہ لالہ پتھر کے لکھے

لکھو شعر عاشقانہ اس سے کیا حاصل ظفر
گر چہ قصے تم نے دارا و سکندر کے لکھے

بات اک روز ہیں احباب بنا کر کہتے
کبھی ہیں نقل کبھی خواب بنا کر کہتے

گر بھلی ہوتی محبت میں ہماری قسمت
کیونکہ پر اہم کو وہ بیتاب بنا کر کہتے

وہ بھی رو دیتی ہیں ہم درد دل اپنا جن سے
اپنی آنکھوں کو ہیں پر آب بنا کر کہتے

شاعر و صاف کمر میں ترے شعر نازک
دل سے ہیں معنی نایاب بنا کر کہتے

آفریں آنسوؤں کو دیدہ پر نم میرے
چرخ گردون کو ہیں گرداب بنا کر کہتے

کبھی تم بھی تو مکرر کہو کچھ غیروں کو
مجھ پہ کیا کیا ہیں کذاب بنا کر کہتے

ہم تصور سے اوس ابرو کے ظفر وقت نماز
ہیں اذان سامنے محراب بنا کر کہتے

دیگر

ہے ور بلا جی کو لگائی ہوئی ٹکٹکی
پر موت کسی سے نہیں آئی ہوئی ٹکٹکی

آگے سے مری آنکھوں کے اے عالم تصویر
تصویر نہیں تیری دکھائی ہوئی ٹکٹکی

ٹل جائے مرے پاس سے یارب کہیں دشمن
چھاتی پہ نہیں سل یہ جمائی ہوئی ٹکٹکی

سو بار کھلا ابر مگر رود جگر کی
گردون پہ گھٹا ہے نہیں چھائی ہوئی ٹکٹکی

ٹکٹکی نہیں اب بھی خنگی یار کی ہم سے
ہاں چاہیے تھا کہ یہ صفائی ہوئی ٹکٹکی

سو طرح سے ٹل سکتی ہے کچھ اور مصیبت
پر عشق کی آفت نہیں لائی ہوئی ٹکٹکی

جو رکھتے ہیں تاثیر ظفر دیکھیں کچھ اپنے
بات او کی نہیں دل کی سمائی ہوئی ٹکٹکی

دیگر

دے دوے وولب کے یا وہ چشم و جبیں کے بوسے
لیں گے ہمیں مقرر آج اوس حسیں کے بوسے

کس کس مزے سے قاتل میرے لب جراحت
لیتے ہیں دیکھ تیری شمشیر کیں کے بوسے

تو جس زمیں پہ رکھے اپنا قدم عجب کیا
جھک جھک کے آسمان لے گر اوس زمیں کے بوسے

دیتا ہے گالیاں وہ اس لطف سے خفا ہو
جی چاہتا ہے لیلوں اوس خشمگیں کے بوسے

بیدار ہو نہ فتنہ میں خواب میں بھی شب کو
لیتا اس و ڈرتے ڈرتے اوس نازنیں کے بوسے

لے جائے بو صبا گر اوس زلف مشکبو کی
ہو جائیں مست آہوے صحرائے چیں کے بوسے

جس کو اوس پری کے بوسہ کی آرزو ہو
جنت میں لے ظفر کیا وہ حورعین کے بوسے

زلف کے ہو وہ رخ اگر نیچے   شام اوپر ہو اور سحر نیچے
جائے گل تکیہ میرے گالوں کو   اپنے گالوں کے یارو ہر نیچے
کرتے کیا کیا ہیں آہ و زاری ہم   ترے کوٹھے کے رات بھر نیچے
دیکھ کر تجھ کو منہ چھپاتا ہے   چادر ابر کے قمر نیچے
عکس دندان نہیں وہ آئینہ میں   آب اوپر ہے اور گہر نیچے
مثل فوارہ چرخ نے آخر   کر دیئے سرکشوں کے سر نیچے
آب گریہ میں میری کشتی چرخ   بیٹھ جائے نہ ڈوب کر نیچے
ہے عجب چیز واہ بخت بلند   اس کے آگے ہیں سب ہنر نیچے
ایک کیا سینکڑوں پڑے ہیں دل
اوسکے پانوں کے اے ظفر نیچے

چشم اوسکی بلا سے لڑتی ہے   نظر اوسکی قضا سے لڑتی ہے
نگہ یار ہے جو تیغ بکف   دیکھیں کس مبتلا سے لڑتی ہے
ہاتھ پھیلا کئے کیوں تو اے وحشت   میری جیب قبا سے لڑتی ہے
زلف اوسکی صبا سے ہے برہم   دیکھو کافر ہوا سے لڑتی ہے
چشم خونخوار خانہ جنگی روز   مردم باوفا سے لڑتی ہے
بزم میں ہر کسی سے آنکھ اوسکی   چوری چوری حیا سے لرتی ہے
جان میری اولجھ کے ظفر   اوسکی زلف دوتا سے لڑتی ہے

دیگر

اس جہاں میں آ کے ہم کیا کر چلے   بار عصیان سر پہ اپنے دھر چلے
تو نہ آیا اے مسیحا دم یہاں   ہم اسی حسرت میں آخر مر چلے
اوس گلی میں ہم تو کیا خورشید بھی   ڈر کے مارے کانپتا تھر تھر چلے
اس قدر پیک صبا میں دم کہاں   ساتھ اوس آوارہ کے دم بھر چلے
لے چلے کیا اس چمن سے غنچہ سان   ہم تو کیسہ اپنا خالی کر چلے
ذکر ابرو کا چلے تیرے جہاں   لیا عجب تلوار وان اکثر چلے
اور تو چھوڑ یہیں کا سب یہیں   ایک تیرا داغ ہم لے کر چلے
دم نہ مارا ہم نے تیرے عشق میں   سر پہ آرے بھی ہمارے گر چلے
دل ہی قابو میں نہیں جب اے ظفر   تم وہاں کس کے بھروسے پہ چلے